

إِنْ أَنْتَ إِلَّا الْإِصْلَاحُ مَا تَطَعْتَ

فَنَعُ الْغَوَاشِي

عَنْ رَجْوَةِ التَّجْمَةِ وَالْحَوَاشِي

يَعْنِي

تَفْصِيحُ تَرْجُومَةِ حَاشِيَةِ قُرْآنِ شَيْخِ الْمَشْرِقِ الْعَلَامِ دُرِّ زَيْدِ أَحْمَدِ صَادِقِ دَهْلَوِي

بِهَتْمِ مَنْشِيِّ مُحَمَّدِ هَدَايَتِ مَالِكِ مَطْبَعِ نِزَاوَاتِ هَرِسِينِ رُودِ مِهْرِ ١٣١٨

هَدَايَةُ الْمَطَابِعِ كَلَامُ طَبْعِ كَرْدِ

بڑھکر سمجھنے لگے حتیٰ کہ اڈیروکیل ام تر اپنے پرچہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۰۰ء
 میں یہ لکھ بیٹھے (جس صاحب مقدور اردو پڑھنے والے کے پاس مولوی
 نذیر احمد کی مترجم حائل شریف نہ ہو مجھ کو اس کے اسلام میں شک ہے) اس کو دیکھ کر
 میں نے ان کے ترجمہ کی ضخیم و حائل دونوں جلدیں ہم پہنچایا اور اول سے آخر
 تک پڑھا تو واہ واہ یہ تو عجیب طرح کا ترجمہ نظر آیا۔

۵

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا
چو بانگ دہل ہو لم از دور بود	بے عیبہ درم عیب مستور بود

چونکہ اجکل دینی امور میں جانچ و تحقیق کا دروازہ بالکل بند ہے اس لئے جہاں کسی نے
 کوئی امر نکالا لوگوں نے اس کا ڈنکا بجایا اور اسکے لئے لیس کمٹڈ کا شہتہ بازی
 کیا پس عوام کا الانعام بھی یاد صان اسپر گرے اور جو کچھ ان کا دل چاہا کر گزرے
 اور اسکے مقابل کو کیسی ہی عمدہ و بہتر چیز ہو اس کو لاشی و ناچیز محض کر دئے
 اس لئے میں نے مناسب جھماکہ لوگوں کو اس ترجمہ کی حالت واقف کروانے اور
 ڈپٹی صاحب نے جو قصہ کہانی کے کتابوں کے مانند اس کو بھی انوکھے بیان و
 زبان سے لکھو الحدیث و ناول کے لہجہ و محاورہ میں ادا کیا ہے لوگوں
 کو دکھاؤں اور اپنے ترجمہ کے مقابلہ میں جو مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا فیض الدین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

اٰمِنًا

رشمس العلماء ڈیڑی نذیر احمد دہلوی جنکی ایامی و محسنات و مہرۃ العروس و
بنات النعش و رویا صادقہ و منتخب الحکایات و غیرہ قصص و حکایات ہندوستان
میں آفتاب کے مانند مشہور ہیں آجکل ان حضرات نے قرآن شریف کا ایک ترجمہ نکالا ہے
اس کو دیباچہ میں جو بعض چھاپوں سے بالکل اوڑا دیا گیا ہے اور بعض میں ادب کے لکھا گیا ہے
یہ دعوا کیا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب چونکہ عربی بہت
پڑھے ہوئے تھے اور بڑے دیندار تھے اس لئے انکو اردو زبان نہ آتی تھی
لہذا انکا اور انکے بھائی مولوی رفیع الدین کا ترجمہ قرآن محض ترجمہ
و بیجاورہ ہے اس لئے زمانہ حال کے محاورہ کے موافق میں نے یہ ترجمہ کھکھڑا
کیا ہے اس ادعا محض کو دیکھ کر انکے معتقدین اس ترجمہ کو قرآن سے

کا ترجمہ سے آسمان تک زمین تو نہیں کر سکتے ترجمہ تو ترجمہ کثرت سے عربی
 کے پڑھنے نے ان کے مذاق اردو پر یہ اثر کیا تھا کہ باوجودیکہ ترجمہ نہیں
 مگر الفاظ کے بے ترتیبی ان کی اپنے اردو میں بھی ہے اسوقت ہمارے
 سامنے مطبع فاروقی کا چھپا ہوا ایک قرآن مترجم موجود ہے جو ۱۲۹۲ھ
 میں چھپا تھا اور اس میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا شاہ
 رفیع الدین صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ موسوم ^{میں} _{اور}
 کا دیا ہے ہم مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے دیا ہے کی عبارت اس جگہ نقل
 کرتے ہیں کیونکہ انہیں کا ترجمہ با محاورہ سمجھا جاتا ہے اور مولانا شاہ
 رفیع الدین کے ترجمے کے مقابلے میں وہ ایسا ہی ہے وہ فرماتے ہیں
 الہی شکر تیرے احسان کا اگر وں کس زبان سے کہ ہماری زبان کو گویا کی
 اپنے نام کر اور دل کو روشنی دی اپنے کلام کر اور امت میں کیا اپنے رسول
 مقبول کے جو اشرف الانبیاء اور نبی الرحمة ہیں جسکی شفاعت سے امیدوار
 ہیں ہم کہ پاویں دو جہان کی نعمت الہی اس نبی امت پر ور کو اپنے رحمت کاملہ
 سے درجات اعلیٰ نصیب کر جو حد نہ ہو کسی مخلوق کی اور اپنی عنایت اپنے
 ہمیشہ افزون رکھ دینا اور آخرت میں ہم نے یہ عبارت بہت احتیاط سے

رحمہ اللہ علیہا کے ترجموں کو بھی اور ہر بلکہ غیر مفہوم لکھا ہے اسکی حقیقت و
 اصلیت سے بھی لوگوں کو خبر دار کروں پس جاننا چاہیے کہ ڈپٹی صاحب نے
 مقدمہ ترجمہ قرآن جلد ضخیم طبو مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۲ھ کے صفحہ ۶
 میں لکھتے ہیں۔ اگر اصل عبارت عربی کے ترتیب کا لحاظ کیا جائے تو اردو
 کے عبارت کا کیا حال ہوگا یہ ہے وہ بڑا نقص جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب
 کے ترجمہ میں تو سراہر اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ میں بکثرت
 پایا جاتا ہے مولانا شاہ عبدالقادر اور مولانا شاہ رفیع الدین کے ترجمے
 زبان کے پرانے ہونیکے وجہ سے اکھڑے اکھڑے نہیں معلوم ہوتے جتنے
 بے ترتیبی الفاظ کے وجہ سے تیرہ نہیں کہ ان بزرگوں کو بے ترتیبی الفاظ کا
 علم نہیں ہوا یا انکے وقت میں ایسی بے ترتیب اردو فصیح سمجھی جاتی تھی نہیں
 یہ لوگ بجای خود امد و کیلئے مستعد مگر بات یہ ہے کہ ایک طرف ترتیب الفاظ
 کا پاس اور دوسرے طرف اردو کی فصاحت انکی دینداری اجازت نہ دی کہ
 ترتیب الفاظ قرآن کے مقابل میں اردو کی فصاحت کا پاس میں ترتیب الفاظ قرآن کا
 پاس نہ اور پر لازم تو کیا یہاں تک کہ وہ علی السواء کا ترجمہ آسمان پر کی جگہ اور پر آسمان کے
 اور فی الارض کا ترجمہ زمین میں کی جگہ بیچ زمین کرتے ہیں مگر میں السواء فی الارض

پس ان دونوں بزرگوں نے انہیں دونوں طریقوں میں سے ایک ایک طریقہ اختیار کیا لہذا مولانا رفیع الدین صاحب پر تو کچھ الزام ہی نہیں باقی مولانا عبدالقادر صاحب پر بے ترتیبی الفاظ کا اعتراف تو جبکہ دُعا خدا خود رکھتے ہیں کہ وہ علی السواء کا ترجمہ اوپر آسمان کے اور فی الارض کا ترجمہ نیچ زمین کے کرتے ہیں لیکن من السماء الى الارض کا ترجمہ سے آسمان تک زمین نہیں کر سکتے۔ تو اسی سے ثابت ہے کہ یہ حضرت ترتیب الفاظ عربی کا خیال تو بہت رکھتے ہیں لیکن تاہم اردو کو بھی غور سے نہیں

نقل کی ہے اگر اس میں کوئی لفظ بدل گیا ہے یا آگئے تھے ہو گیا ہے تو ہم پر اس کا الزام نہیں یہ نمونہ ہے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے آزاد طبع زاد اردو کا اسی پر قیاس کرنا چاہیئے ان کے ترجمہ کو جس میں چار و ناچار پابندی کرنی پڑتی ہے اگرچہ ہم دیا ہے کہ زبان کو گویا کی اور اپنے نام کرا اور اپنے کلام کر کی خوبیوں کو نہ سمجھیں مگر باریں ترجمہ اپنے وقت میں اور اپنے شان میں نظر آتا لیکن اسکے بے ترتیبی اور اسکے انقباض نے عوام کو وہ فائدہ نہ ہونے دیا کی مترجم نے توقع کی تھی لوگ اسکو مجبوری پڑھتے ہیں اس لئے کہ اس سے بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں مگر خوش نہیں ہوتے اور اکثر جگہ سے تو سمجھتے بھی نہیں شوق سے پڑھنا شروع کرتے اور اکتا کر چھوڑ دیتے ہیں ترجمہ ہونا چاہئے تناسل میں گفہ مطلب خیر بامحاورہ کہ ایک بار نظر ڈالو تو چھوڑنے کو جی نہ چاہے صفحے کے صفحے اور ورق کے ورق پڑھتے چلے جاؤ اور طبیعت نہ گھبرائے انتہی۔

جاننا چاہیئے کہ ڈپٹی صاحب جو مولانا رفیع الدین صاحب اور مولانا عبدالقادر صاحب کے ترجموں کو سجاوہ وغیرہ مرتب فرماتے ہیں اسکی یہ وجہ ہے کہ ڈپٹی صاحب اقسام ترجمہ سے واقف نہیں کیونکہ مولانا رفیع الدین صاحب کا

میں قومات ہیں آپس مقصود اجماع ترجمہ قرآن عظیم آنست کہ خوانندہ اناقی حاصل
شود و نسبت نظم قرآن و ملکہ بدست آید از غرض در عبارت آن و این معنی در بیان
فہم اللمعنی قصود بہت انتہی پس اب اس ترجمہ پر بھی غیر مفہوم و بیجا و ہنہو کیا

۵

الزام الزام بجای ہے لیکن با اینہم

میں آذر کو سکھاؤں بت تہ اشیں	ہیبت مجب کوشت قدرت خدا کی
------------------------------	---------------------------

علامہ طبرسی لکھتی ہیں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی علیہ الرحمہ جو علماء اسنخون فی العلم اور شاہ
انبیاء سلم الثبوت بالاتفاق ہیں انکی ترجمہ ہندی میں لطف اور تخصیص یہ ہے کہ فقط
لفظی بلا ترتیب موصولات عبارت کہ نہیں کہیں اور میں کہم ستعداد ہندی ان کے سمجھ میں نہیں آتا
بلکہ بہ ترتیب سلسلہ عبارت اردو کے سبب مولات اور مبتدا و خبر بہ ترتیب بات
درست انتہی۔ اب ڈپٹی صاحب کامونع القرآن کہہ دیا چہ کی تھوری سی عبارت
لکھکر مولانا کے اردو پر قرح کرنی اور اسکے بعد یہ لکھنا کہ اسی پر قیاس کرنا چاہئے
انکے ترجمہ کو یہ چھوٹے منہ سے بڑی بات نکالنی ہے

۵

تو کہی غنچہ کہ اوس لب پر دھڑکی خم نہیں	چپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی نہیں
--	-------------------------------------

ستورس پہلے کی اردو کو چھوڑ دیجئے آج ہی گل کی کشمیر اور ممبئی و حیدرآباد
و مدراس و میسور و انبالہ و پٹنالا و بھاگلپور و راج محل اور پھر کلکتہ و دہلی

ہونے دیتے اور جیسے انکے بھائی مولانا رفیع الدین صاحب نے مبتدیوں
اور عورتوں و بچوں کو الفاظ قرآنی کے لفظ بلفظ ترجمہ یاد کرانکے لئے لفظ
لفظ کا علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا ہے ویسا یہ نہیں کرتے یا جیسے ڈپٹی صاحب
فقط اردو ہی کے محاورہ کے درستی کے لئے ترتیب عربی کا مطلق خیال
ہی نہیں فرماتے اور جیسے ہو سکے کھینچ کھانچ کر بزعم خود اویسکے درست
رہیں۔ رشید ترمذی و سیاہی یہ نہیں کرتے اور یہی ہے
ترجمہ کا اگر کہ حتی الوسع متن کے ترتیب لفظی کا لطف و انتظام یہی ہاتھ سے
نہ جائے اور ترجمہ کے عبارت بھی فصیح و عام فہم ہو جائے لیکن ہیئت
ہر متہ ترجمہ کو حاصل نہیں۔ ع نہ ہر کہ سربراہ قلندری داند

در کفی جام شریعت در کفی سدا عشق	ہر ہوسنا کے نذاذ جام و سندان باطن
---------------------------------	-----------------------------------

خود مولانا عبدالقادر دیباچہ موضع القرآن میں فرماتے ہیں اس جگہ لفظ
ترجمہ لفظ بلفظ ضرور نہیں کیونکہ ترکیب ہندی ترکیب عربی سے بہت بعید
اگر بعینہ وہی ترکیب رہی تو مفہوم نہوں دور سے یہ کہ اسمین زبان ر
نہیں بولی بلکہ ہندی متعارف تا عوام کو بے تکلف دریافت ہو اور
انکے والد ماجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اوسی سالہ مقفی قوانین

جگہ سے تو سمجھتے نہیں سبحانک هذا بهتان عظیم میں کہتا ہوں کہ اسی ترجمہ نے ہندوستان میں عوام الناس کو قرآن کا مطلب سمجھایا اور عموماً ہندوستانیوں کو قرآن خوان نہیں بلکہ قرآن دان بنایا مزید برآں مسلمانوں کے سوا غیر مذہب والوں نے بھی جب قرآن کا مطلب دریافت کرنا چاہا تو اسی کو پڑھا پڑھایا چنانچہ الہ آباد ولودیانہ کے عیسائیوں نے اس ترجمہ کو اپنے اہتمام سے چھپوایا اور لوگوں میں تقسیم کیا پس ان سب باتوں سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ ترجمہ زمانہ حال کے محاورہ کے مطابق بھی قرآن کا مطلب سمجھانے کے لئے کافی ہی نہیں ہے بلکہ بمثل ہے اور ڈپٹی صاحب کو جو اپنے ترجمہ پر اس بات کا بڑا ہی فخر و ناز ہے کہ میرا ترجمہ با محاورہ ہے تو معلوم نہیں کہ ڈپٹی صاحب محاورہ کے کیا معنی سمجھے بیٹھے ہیں ان کے ترجمہ کے ملاحظہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت محاورہ اسی کو کہتے ہیں کہ ایک آیت کے مطلب کو ایک ہندوستانی مثل میں ادا کر دین یا کسی تمثیل کو کسی مثال سے بھڑا دین گو قرآن کا مفہوم لفظی اور سب سے ادا ہوا اور متن کی تمامی قوت و حسن اوس میں آئین یا آئین مثلاً و لو نشاء لطمسنا علی اعینکم کا ترجمہ آپ لکھتے ہیں اور ہم چاہیں تو ان کے انکھوں پر جھاڑو پھیر دین اور کلا ان کتاب الفجار

وچانگام و رنگون کی اردو کو ملا کر دیکھئے اور راجپوتانہ و ماڑ و اڑو و آلوہ کے
 سوار بلی ہی کے عوام و خواص و بازاری و درباری اور شرفاء و اڈالار کے
 زن و مرد کے اردو کو ملاحظہ فرمائیے تو اس سے کہیں بڑے معکرفرق و اختلاف
 پایا جائیگا جتنا ڈپٹی صاحب لانا عبد القادرؒ اور اس زمانہ کے اردو میں فرق
 پاتے ہیں ڈپٹی صاحب خود اپنے رویہ صادقہ میں لکھتے ہیں اردو سارے
 ہندوستان کی زبان ہے مگر اردو میں فرق ہے اردو دلی لکھنؤ کی اردو دہلی
 کی اردو ماڑ و اڑکی اردو پورب کی اردو پنجاب کی اردو دکن کی بلکہ ہم دیکھتے
 ہیں کہ ایک دلی میں قلعہ کی اردو اور شہر کی اردو اور اب بھی ہندوؤں اور
 مسلمانوں کی اردو میں فرق ہے مسلمانوں میں پنجابیوں کا محاورہ جدا ہمارا
 جدا انتہی۔ لیکن با اینہم یہاں کی اردو سے وہاں والوں کو اور وہاں کی
 اردو سے یہاں والوں کو اور اس سے اونکو اور اوس سے اونکو نفس مطلب سے
 منور و واقفیت ہو جاتی ہے پس ایسے ہی اگر اتنے زمانہ گزرنیکے سبب مولانا
 شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمہ میں کچھ الفاظ مقدم موخر یا کھڑے پڑے
 ہو گئے ہوں تو ممکن ہے لیکن با اینہم ایسا تو ہرگز نہیں ہوا ہے کہ اس سے
 کوئی نفس مطلب نہ سمجھتا ہو جیسا کہ ڈپٹی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر

کسیر فی اصول التفسیر میں ہے موضح القرآن ترجمہ اردو سے کلام اللہ
 علیہ السلام مجلہ یاد و محبت است مع فوائد برجاشیہ از شیخ عبدالقادر بن شیخ ولی
 بن عبد الرحیم المحدث الدملوی فتح الرحمن ترجمہ فارسی والد خود را در اردو زبان
 زردہ خلی خوش محاورہ و مفید خاص عام واقع شدہ شہرت و قبول دی
 مستغنی از بیان است بکرات و مراتب مطالع مختلفہ ہندوستان طبع
 شدہ و ہمیشہ ہم مسلمانان اطلع و تداول آن روز افزون است تالیف وی در ۱۲۰۵
 روز از دہ صد و پنج اتفاق افتادہ است اورالمقالہ فی فی الوسیۃ النصیحة میں
 احسن التراجم اوفتح الرحمن و در ان صاحب ترجمہ رعایت کردہ کہ مستہیان با نافع است
 بہت بیان چھ رسد آن چیز بار اول ترجمہ کر کردہ دیگر ترجمہ فرزند ارجمند را در
 زبان موضح القرآن نام و نفع آن تمام خلق را فر اگر فوہ و برکت و قبول و
 شہرت سے یافتہ در ان ہم نظر باید کرد قدرت ترجمہ زبان خود کا بیست حاصل
 گرد و در این نزدیکی زکرات آن صاحب مقامات است اور ترجمہ جلال القرآن
 میں ہے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فارسی ترجمہ کلام اللہ کا کما
 فتح الرحمن نام رکھا پھر اونے فرزند ارجمند بزرگوار شاہ عبدالقادر دہلوی
 ترجمہ کا کئے موضح القرآن نام رکھ گئے اوس ترجمہ ہندی سے ہندوستان

نفی سچین کا ترجمہ آپ تحریر فرماتے ہیں سنو جی بدکار لوگوں کے نام اعمال
 قیدیوں کے جبر میں درج ہوتے رہتے ہیں۔ پس اسی پر ڈپٹی صاحب کو فتنہ
 اور اسی پر انکے حواری لوگ فریفتہ و نازان ہیں حالانکہ محاورہ کے معنی مطلق
 گفتگو کے ہے جس سے ایک دوسرے کے مافی الضمیر یعنی دلی خیالات پر مطلع
 ہو جاوے اور اس کے غرض و مطلب کو سمجھ جائے۔ چنانچہ قرآن ہی میں لکھتا ہے
^{وہ اوس سے باتیں کرنے لگا} ^{اور اٹھنے نہ دونوں کی گفتگو سنی} ^{وہ اوس سے باتیں کرنے لگا}
 محاورہ کے اصلی معنی و مفہوم ہے اور ترجمہ سے یہی غرض ہوا کرتی ہے چنانچہ
 ڈپٹی صاحب بھی اپنے ترجمہ کے شان میں لکھتے ہیں اصل غرض یہ رہی ہے
 کہ ترجمہ کا پڑھنے والا قرآن کا نفس مطلب بھی سمجھ لے (جناب مولانا عبدالقادر
 صاحب کے ترجمہ سے حاصل ہے پس تاہم اس پر یہ الزام لگانا کہ اکثر سکونہ میں
 سمجھتے اور اس کی زبان اکٹھی اکٹھی معلوم ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے
 ترجمہ کے شان میں یہ لکھنا کہ ترجمہ ہونا چاہتا تھا سلیس گفتگو مطلب
 بامحاورہ کہ ایک بار نظر ڈالو تو چھوڑنے کو جی نہ پائے صفحے کے صفحے اور ورق
 کے ورق پڑھتے چلے جاؤ اور طبیعت نہ گھبرائے محض خود شنائی نہ کیونکہ
 سچ پوچھتے تو یہہ اوصاف جو جو ترجمہ قادر یہی میں پائے جاتے ہیں

ہوتے ہیں مولوی محمد علی صاحب کا پوری جامع رسالہ کہتے ہیں کہ ایک
 روز عصر کے وقت اس کمترین کو نزدیکی ملا کہ ارشاد کیا کہ مولوی عبدالقادر صاحب
 کے ترجمے سے دو سو برس پیشتر بھاکہ میں نہایت عمدہ ترجمہ قرآن پھینکا
 ہوا ہے پہننے دیکھا ہے انتہی اور مولوی عبدالحق صاحب ہلوی مقدمہ تفسیر
 حقانی میں لکھتے ہیں موضع القرآن شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ کا ترجمہ
 قرآن اسمین محاورہ کو خوب مرعی رکھا ہے نہایت عمدہ اور مقبول ترجمہ ہے
 اور ایک ترجمہ تحت لفظی مولانا فریح الدین صاحب کا بھی عمدہ ہے انتہی مولوی
 جمال الدین صاحب مدارالمہام بھوپال اور مولانا شاہ فضل الرحمن معینہ
 اکابر و صلحا کے خدمات بابرکات میں اسی ترجمہ قادریہ کے درس کے وقت
 لوگوں کو وجود ہوتا تھا اور ایسی کیفیت حاصل ہوتی تھی کہ لوگ محو ہو جاتے
 تھے ایک زمانہ میں میں بھی دہلی میں بقیۃ السلف و حجتہ الخلف مولانا اسید
 محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے درس میں حاضر تھا اور اسی ترجمہ
 کا درس ہوتا تھا پھر مولانا اور تمامی حضار پر جنمیں مبتدی اور مہتمی و
 بنگالی و پنجابی و سندھی و حیدر آبادی سب ہوتے تھے ایسی گفتگو اور لذت حاصل
 ہوتی تھی کہ یہی جی چاہتا تھا کہ دو ایک رکوع اور ہوتا لیکن چونکہ مولانا اس ترجمہ

کا بڑا نفع ہوا انتہی اور مولوی خرم علی بلہوری جو حدیث و فقہ کے
گو یا اول مترجم اردو ہیں مشارق الانوار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں
حضرت مولانا عبد القادر دہلوی کی ہندی تفسیر اور یہ کتاب طالب خدا
کے واسطے کافی ہیں دیندار کے حق میں یہ دونوں کتابیں گویا دو آنکھیں
ہیں جسے دونوں جہان کا انجام نظر پڑے یا دو پرہیز جسے عرش تک
اُڑ سکے۔ انتہی اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب آبادی رح
کے حالات میں رسالہ ارشاد رحمانی و فضل یزدانی میں لکھا ہے
ایک مرتبہ مولوی نور صاحب اور مولوی انوار صاحب لکھنوی و
شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہما
کا ذکر آیا کسی نسبت ارشاد ہوا کہ صلحائے وقت میں سے تھے کسی نسبت
فرمایا کہ ذکر شاغل تھے مگر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے نسبت ارشاد ہوا کہ ہاں
شاہ عبدالقادر صاحب البتہ صاحب نسبت تھے کچھ صاحب نسبت ہونا ٹھٹھے کی بات
ہے میں نے عرض کیا کہ صاحب نسبت کسے کہتے ہیں ارشاد ہوا کہ جگتے اور سوتے
کسی حال میں اُسے غفلت نہیں ہوتی اور جس امر کی دریافت کے طرف وہ
متوجہ ہوتا ہے اس طرف سے اوس کو اُس کا القا ہو جاتا ہے ایسے لوگ بہت کم

سہو جاتا ہے اور آخر الامر اسکی خوبصورتیوں پر ایسا شیفہ ہو جاتا ہے کہ کتاب
ضبط انہیں باقی رہتی دیکھو مظاہر حق ترجمہ کتاب جان ڈیون پورٹ
پیس یہ خوبی خود قرآن کی ہے نہ کہ مترجم کا قصور ہے ۵

مخدرات سراپردہ ای قرآنی	چہ لبرائے دل می برندہ نیانی
-------------------------	-----------------------------

اسکی توضیح کے لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس تعزیرات
کی عبارت کو جسکے ڈپٹی صاحب مترجم یا مترجمین کے ثالث ثلثہ ہیں اس
عبارت سے جو توبہ نصوح و رویا صادقہ وغیرہ میں لکھی گئی ہے ملا کر دیکھے
یا مرۃ العروس و بنات النعش یا ایامی و محسنات کو جمع بین الاختین کر کے
اسکے جانچ و پرتال کا مرتکب ہو تو ضرور جو سلامت و لذت ایک میں
پائے گا دوسرے میں اس شگفتگی کا حظ نہ اٹھائے گا پس اس حظ و مذاق
کے لئے اگر ڈپٹی صاحب اپنے اس ترجمہ قرآن کو بطور تفسیر لکھتے اور اس میں
بطور خود اپنے سحر البیانی کی حتی الاسکان جولانی فرماتے تو ضرور یہ شگفتگی
بہت ہی بڑھ جاتی لیکن معلوم نہیں کس مصلحت سے ڈپٹی صاحب اسکے ترجمہ
اسی ٹہرانے پر اس قدر مصدہ ہیں کہ اسکے تفسیر ہونے سے متحاشی ہوتے ہیں
چنانچہ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہم نے اپنے طرف سے بجا عبارتیں نہ پائی

کہ کو کتب احادیث کا مقدمہ بنائے بخاری کا دیباچہ درس قرآن میں ہے
 اس لئے دو ہی ایک کوع پر بس فرماتے تھے ^{یہ ایک تہا نامہ وقتہ کی تہا نامہ} ^{الکدبۃ یفتوح}
 سپہ با اینجہ اگر ڈی صاحب یا ان کے حواریوں و ہم خیالوں کو اس سے نفرت
 ہو یا کسی زبان اکٹھی اکٹھی غیر مفہوم معلوم ہو تو اس کی یہ وجہ سمجھنا چاہیے
 کہ ڈی صاحب ہمیشہ عربی اور اردو کی لہجہ الیٹ یعنی ناول و فرنی قعون
 اور خواب و خیال کے قصص و حکایات کو پڑھتے پڑھتے یا تصنیف و تالیف
 کرتے رہے اور ظاہر ہے کہ انسان اپنے الف و عادت سے اس قدر مالوف
 و مانوس ہوتا ہے کہ اس کی ساتھ قریب قریب نیچری کے ہو جاتا ہے
 کما فیل العادۃ ^{طبیعتہ} ^{الثانیۃ} اس لئے نفس قرآن ہی کی عبارت
 جو بطور ایما و اشارہ یا تذکر و تنبیہ کے وحی کے زبان سے ادا کی گئی ہے اور
 قرآن کسی قصہ یا تواریخی واقعہ یا کسی تذکرہ و لایف کے مانند بالکل مسلسل تو
 بیان کیا ہی نہیں گیا ہے اس لئے اس کی عبارت ضرور جستہ جستہ اور بی لگاؤ
 لوگوں کو اکٹھی اکٹھی معلوم ہوگی چنانچہ مورخ گوتمہ نصرانی کا
 قول ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ پہلے تو پڑھنے والے کو اس کی عبارت
 اور یہ لطف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازاں اس کی خوبیاں پر فریفتہ

سانچے میں ڈھال لیا ہے لیکن باوجود اسکے پھر ڈپٹی صاحب کا یہ کہنا کہ اسکی بے ترتیبی اور اسکے انقباض نے عوام کو وہ فائدہ نہونے دیا جس کی مترجم نے توقع کی تھی لوگ اسکو مجبوری پڑھتے ہیں اسلئے کہ اس ت بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں مگر خوش نہیں ہوتے اور اکثر جگہ سے تو سمجھتے بھی نہیں شوق سے پڑھنا شروع کرتے ہیں اور اکتا کر چھوڑ دیتے ہیں۔
عجب باتیں، دشمن مے بودن و ہر ناکستان زسیتن۔

یہ توقع ہکو تم سے بیوفائی کی تھی	اشنائی کی تھی جمنے کچھ برائی کی تھی
تھے مگر تم ہی ورنہ میرے دل کا آئینہ	بے کدورت تھا اسوجہ صفائی کی تھی

کیونکہ ابتدا تالیف سے لوگ اسکو پڑھتے پڑھاتے اور سنتے سنا تے ہیں اور عموماً یہ مفید و مقبول ہے کما کہتر ہاں سو برس گزر جانیکے سبب اگر اسکے بعض الفاظ کچھ مقدم موخر یا بکثرت تین و کر کر وغیرہ موافق نہوں تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور نفس مطلب فہمی کے لئے مغل بھی نہیں ہے اس حال میں ڈپٹی صاحب کو مناسب تھا کہ جیسے نصاب خبر کو کو حضرت نے بزعم خود درست کیا ہے ویسے ہی اسکو بھی اپنے وسعت و خیال کے مطابق ہوا کر دیتے نہ یہ کہ اسپر بے ترتیبی و عدم مفہومیت وغیرہ کا

کی ہیں اور امتیاز کیلئے انکو خطوط ہلالی میں محصور کر دیا ہے مگر عربیہ جو عبارت اپنے بظرف سے
 زیادہ کی ہے اس میں نہ سمجھ لیا کہ ہنر ترجمہ کو تفسیر بنادیا ہے نہ ہنر ترجمہ ترجمہ ہی
 الحاصل یہ ترجمہ قادر خصوصاً اپنے فوائد کے ساتھ اردو زبان کی ایک تفسیر
 قرآن کا کام دیتا ہے کہ جسکے مرتبہ کو اور کوئی اردو کی تفسیر و ترجمہ ہرگز نہیں
 پہونچ سکتا اور کیونکہ یہ چونچا کیونکہ یہی ترجمہ ام التراجم یا ام التفسیر اردو
 ہے حتیٰ کہ ڈپٹی صاحب بھی اسکا انکار نہیں کر سکتے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب
 ایک خاندان کے ایک چھوڑتین تین ترجمے ہو گون کو ملنے ایک فارسی مولانا
 شاہ ولی اللہ صاحب کا اور اٹھ دو دو ایک شاہ عبدالقادر
 صاحب اور ایک شاہ رفیع الدین صاحب کا تو اب ہر ایک کو
 ترجمے کا حوصلہ ہو گیا مگر خاندان شاہ ولی اللہ صاحب کے سوا کوئی شخص
 مستہم ہونیکا دعویٰ نہیں کر سکتا وہ ہرگز قرآن کا مترجم نہیں باکہ مولانا
 شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے بیٹوں کے ترجموں کا مترجم ہے کہ انہیں
 ترجموں میں سے اس نے کچھ رد و بدل تقدیم تاخیر کر کے جدید ترجمہ کا
 نام کر دیا ہے۔ پس مطابق اس سچے بیان کے ڈپٹی صاحب نے بھی ہنر
 ترجموں سے تراش خراش کر اپنا یہ ترجمہ قصص و افسانوں کے محاورہ کے

موافق نہیں اور یہ اسکے مطابق ہے۔

ثانیاً اس ترجمہ میں بعض مقام پر دیدہ و دانستہ ایسے انداز سے ترجمہ ہی نہیں کیا گیا ہے بلکہ خطوط ہلالی کے درمیان بھی ایسے مضامین شامل جو تمامی علماء مسلمین من الصحابة والتابعین وائمة مجتہدین و جمہور مفسرین اہل سنت کے خلاف ہیں لکھکر اس پر زور بھی دیا گیا ہے۔

ثالثاً دیدہ و دانستہ ترجمہ ایسے انداز سے کیا گیا ہے کہ متن کے مقابل اس کے لکھنے سے کبھی اس پر ترجمہ کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ ترجمہ کا الفاظ متن سے بہت دور پڑ جانا حقیقت میں ترجمہ کا ایک بہت بڑا نقص ہے لیکن بموجب حجاب اللہ شیعی و نصیم کے ڈپٹی صاحب اس کو ایک خوبی جو سن سمجھتے ہیں چنانچہ مقدمہ میں لکھتے ہیں اب یہ تجویز درپیش ہوئی کہ ترجمہ کس پیرائے میں چھپے کبھی خیال آیا کہ مقابل میں کیسے کہا کہ صفحہ کے اعلیٰ حصہ میں متن اور اسفل میں ترجمہ لیکن معلوم تھا کہ جو مسلمان پیرائے لکیر کے فقیر ہیں ذرا سے تبدیل و تجدید سے بھی بھاگتے ہیں اور صرف ایسا ترجمہ لینا چاہتے ہیں جو بین اسطورین ہو چنانچہ نقش اول کے لئے یہی طرز اختیار کیا گیا اور اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اوپر

الزام سخت لگا کر اور پھر اوسى سے تراش خراش کر ایک دوسرے دھنگ
کا ترجمہ اپنے لہو والحدیث و ناول کے محاورہ میں مرتب کر کے شائع کرتے
اور اسکے لئے یہ تحریر فرماتے۔ پس یہ ترجمہ براہ قرآن کا ترجمہ ہے نہ دوسرے
ترجموں کے طبع سے ترجمہ کا ترجمہ اسکا مفہد قرآن کے الفاظ میں نہ کسی سفسر
یا ترجمہ کے جوڈھنی صاحب نے اپنے اس ترجمہ کے لئے ہمدانے بمثل کمالی
ہے لیکن تاہم اس کے اس ترجمہ میں ظاہر ظاہر سفسر و زعم انفسر پاسے
جاتے ہیں۔

۵

انہی چاروں میں سے ایک راہی	برخورد تو باہر زبان شائست
----------------------------	---------------------------

۲۰ اس ترجمہ میں اکثر ایسے کریم و غیرہ مانوس و اطوار سے

اختیار کئے گئے ہیں کہ گو وہ دینی کے لکھن میں کسی کی سیکے زبان پر جاری

ہوں لیکن فصیح و عام فہم ہرگز نہیں پس باوجود موجود رہنے الفاظ فصیح

و عبارات مانوس و عام فہم کے ایسے مقدس کتاب کے ترجمہ میں جو عموماً قطر

و اطراف کے اردو دانوں کے سمجھانے کی غرض سے لکھا گیا ہو اسکا اختیار

کرنا مناسب نہیں اور پھر اس دعا کے مقابلہ میں بالکل ہی نازیبا ہے

کہ خدا نخواستہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ محاورہ حال کے

اور ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کو بھی نقل کرتے ہیں جس سے اہل علم و انصاف بخشنے
فیصلہ کر لے سکتے ہیں۔

وہی ہذا

وہ یہ ہے

سال سائل بعذاب واقعہ للکافرین لیس لہ دافعہ من اللہ ذی
المعارج تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقلد فرخسین
الف سنة فاصبر صبرا جویلا۔

ترجمہ رفیعہ

پوچھا ایک پوچھنے والے نے عذاب کو کہ ہونے والا ہے واسطے کافروں
کے نہیں اسکو کوئی دفع کرنے والا وہ عذاب اللہ کے طرف سے ہے جو ٹیڑھوں
والا ہے چڑھتے ہیں فرشتے اور روح طرف اسکے وہ عذاب ہو گا بیچ اس دن
کے کہ ہے مقدار اسکی پچاس ہزار برس کی پس صبر کر صبرا چھا۔

ترجمہ قادریہ

ماٹکا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا سنکروں کے واسطے کوئی نہیں
اسکو ہٹانے والا اللہ کے طرف کا جو چڑھتے درجون کا صاحب ہے چڑھینگے

متن اور نیچے ترجمہ ہونی سے اصل و ترجمہ کے الفاظ کی کمی و بیشی کھل پری
 انتہی مزید برآں ڈپٹی صاحب اسکو اپنے ترجمہ کی ایک ایسی خصوصیت سمجھتے
 ہیں کہ اسکو معلم الترجما قرار دیتے ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں اس ترجمہ
 کے خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترجمہ عربی اور اردو
 کے اختلاف کو پورا پورا ظاہر کرتا ہے اور اگر یہ فی شخص اردو کی عربی کرنے
 کے مہارت کرنے چاہیے تو اسکو چاہیے کہ ہمارے ترجمہ سے مثلاً ایک جملہ
 لے اور اسکی عربی کرے اور پھر قرآن کی عربی سے اسے ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ
 قرآن کی سی عربی لکھنے پر قادر ہو جائے گا کہ یہ تو محال عقل ہے مگر ان اسکو اپنا
 سلیقہ آجائیگا کہ الفاظ اردو میں کس جگہ رکھے جاتے ہیں اور عربی میں انکو کہاں
 لے جانا پڑتا ہے اور یہی ترجمہ کا گدہ ہے (حالانکہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ سے
 ہرگز یہ بات نہیں حاصل ہو سکتی کہ ان مولانا رفیع الدین صاحب
 کے ترجمہ کو اگر آدمی مشق کرے اور اسکے بعد مولانا عبدالقادر صاحب کے
 ترجمہ کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کی مشاقی کرے تو البتہ بہت ہی جلد اسکو ملکہ
 ترجمہ حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ مثال کے طور پر ہم ایک آیت لکھتے ہیں او
 ان تراجم ثلاثہ یعنی مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا رفیع الدین صاحب

اور اس آیت میں سائل کو مولانا عبد القادر صاحب پیغمبر کہتے ہیں اور
ڈپٹی صاحب ایک نابالغیت اندیش تحریر فرماتے ہیں۔ پس اسکی تحقیق انشاء اللہ
ہم اسی آیت کے ترجمہ کے صلاح کے تحت میں لکھینگے۔

رابعاً ڈپٹی صاحب اپنے ایک حریف گل محمد خان منگلوری کے

خط کے جواب میں لکھا ہے۔ **سید** کے ہم مقلد نہیں ہیں اور نہ تفسیر
قرآن میں ہم انکو مستند سمجھتے ہیں اسلئے ہنہ ترجمہ کے وقت انکی تفسیر کو رد کیا
تک نہیں دیکھو پرچہ چودھویں صدی مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۹۸ء ایچ ایکس پبلیکیشنز
اسکے اکثر فائدہ و حاشیے بخیری ہی تفسیر عمرنگ ہیں۔

لین اسے پہچان ہر اک نگ میں اہل نظر	بد گرو سطر رنگین وہ جانا زباں
------------------------------------	-------------------------------

خاصاً جو مقامات کہ حاشیے اور فائدے کے محتاج ہیں مثلاً سود و
زکوٰۃ وغیرہ کا بیان وہاں پر تو آپ بالکل لگا گئے ہیں اور جہاں مطلع صاف
ہے وہاں خواہ مخواہ آپ نے حاشیہ چڑھایا اور کہہ میں کہیں بخیری حاشیہ
بھی چڑھایا ہے۔

سادساً ڈپٹی صاحب نے مضامین قرآن کی ایک فہرست بھی بعض
مولویوں کے اعانت سے مرتب کی ہے لیکن اگر نجوم الفرقان اور

اوسکے طرف فرشتے اور روح اوس دن میں جس کا لبا و پچاس ہزار بریک
 ہے سو تو صبر کر پہلی طرح کا صبر کرنا **ف**
 یعنی پیغمبر نے تم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ بٹایا جائیگا اور پچاس ہزار
 برس کا دن قیامت کا ہے جب قرون سے نخلین اور جب دوزخ بہشت
 بھر چکے ۱۲ منہ

ترجمہ و تفسیر

اللہ جو (آسمان کی) سیڑھیوں کا مالک ہے (جن کی راہ) فرشتے اور جبرائیل کو
 طرف چڑھتے ہیں اس کے حکم سے قیامت کے دن جس کا انداز پچاس ہزار بریک
 ہوگا کافرون کو عذاب ہونا ہے اور کوئی سکونال نہیں سکتا ایک (ناقیب
 اندیش) درخواست کرنے والے نے درخواست کی کہ وہ عذاب بھیجے
 ہو تو (ای پیغمبر) تم (ان لوگوں کے چھیڑ خانی پر اچھی طرح صبر کیے) ہو
 پس اب صاحبان علم و انصاف فیصلہ کریں کہ کون ترجمہ ٹھیک کرے
 و مفید و الفاظ متن سے چسپان و مطلب خیر ہے اور کس سے ترجمہ کا
 سلیقہ و ملکہ حاصل ہو سکتا ہے۔

کفر و کسانے کبھوٹے دام چلتے ہیں

کفرین مقابلہ اغیار کیا مسائل میں

استفسار کیا گیا تو اونہوں نے صاف کہا کہ ولانا اسکو پسند نہیں کرتے
اور اس سے خوش نہیں ہیں اور علماء دہلی کی ناراضی خود ڈپٹی صاحب کے تحریر
سے بھی ظاہر ہے چنانچہ مقدمہ میں آپ فرماتے ہیں ہم نے بہتر اچا با کہ لوگ ترجمہ
کو دیکھیں اور نکتہ چینی کریں مگر کسی نے ہامی نہ بھری اور یوں کوئی اوڑتی
ہوئی سن بھاگا اور چلتی ہوئی سے ایک بات کہہ دی تو گوہنے اسکو بھی
رد نہیں کیا مگر دل کی ہوس پوری نہ ہوئی ترجمہ کی کا بیان عام جگہ میں
پڑھی اور مقابلہ کی جاتی تھیں اور بہت لوگوں کو معلوم ہوا کہ نیا ترجمہ
چھپ رہا ہے مگر کوئی رخ نہ دے تو کیا کیا جائے انتہی۔

ثامنًا مولوی حافظ عبد الوہاب صاحب بنیاد بکا حال
مقدمہ میں خود ڈپٹی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ مولوی حافظ عبد الوہاب صاحب
کے شمولیت سے چلے ہوئے اور بڑی تفتیش کے ساتھ ترجمہ دیکھا گیا مگر شکل
یہ اگر بڑی کہ مولوی عبد الوہاب صاحب انھوں سے معذور اور وہ ایک
ایک لفظ کے لئے تمام تفاسیر اور تراجم لفظ بلفظ پڑھوا کر سننے تھے اور ارد
دن کی پوری محنت میں ایک رکوع بھی تمام نہیں ہوتا تھا اگر اسی طرح
نظر ثانی کو چلنے دیا جاتا تو مجھ کو اپنے زندگی میں ترجمہ کے تمام ہونیکے

۹۱
حالی جا چکی ہے
کتاب سے
نویں کی ہر جگہ
پہلے سے
دوسرے سے
اور
نویں کی ہر جگہ
پہلے سے
دوسرے سے
اور

سکال بیان اور آیتہ قرآن اور مفتاح التفاسیر اور
اقتباس الانوار و فوائد صمدیہ اور سبکیۃ الابرار وغیرہ
فہرہ قرآن کو ملاحظہ کر لئے ہوتے تو شاید اسکی کوئی ضرورت نہ سمجھتے اور اگر
خواہ مخواہ بناتے ہی تو ضرور اس سے بہتر بناتے۔

آرزو تھی کہ تری ہاتھ کا چھلا ملتا خاتم دست سلیمان مجھے درکار تھی

سابعاً ڈپٹی صاحب نے اپنا یہ ترجمہ دہلی میں لکھا اور وہیں سے شائع

کیا ہے اور اس زمانہ میں ہمارے مولانا بقیۃ السلف وجتہ الخلف

سید محمد نذیر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہیں اور آپ کے

خدمت شریف میں اب بھی برابر ترجمہ قادریہ کا درس ہوتا ہے اور

علی ہذا القیاس مولوی عبدالحق صاحب مولف تفسیر حقانی

بھی مدت سے قرآن شریف کے ترجمہ و تفسیر نویسی کی خدمت کر رہے ہیں

پس کا اقل دہلی کے محاورات سے یہ آپ کے برابر تو ضرور واقف

ہونگے پس ان حضرات کے خدمات میں اگر یہ ترجمہ گزرا ہوتا اور اس پر

انکی تقریظ و تصحیح ہوتی تو ضرور معتبر و پسندیدہ ہوتا لیکن عجب ہے تو ہے

کچھ یہ کہ نہیں تو کچھ نہیں چنانچہ بعض احباب جو دہلی سے آئے اور ان سے

تا کہ اہل علم و انصاف اسکا فیصلہ کریں اور دونوں کے حسن و قبح و شک و فک
و انقباض کا موازنہ کر کے راجح مرجوح کو متعین فرما دیں ان ادید الہ
الہ صراح و ما توفیقی الہ باللہ علیہ توکلت والیہ اذنب
ہی کا ارادہ کیا ہے اور میری توفیق خدا ہی سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ سب طرف میں متوجہ ہوں

سعبت و ارجو شکر سعی و لہوادی
کوشش کی ہر چیز اور یہ کوشش کے قدرانی کا امید کرنا اور میں نہیں کرتا
بخیر بینی مرانی و لست بخائب
کہ میرا خدا مجھ کو محسوس کرے اور میں محروم نہ ہوں

قولہ اھذا الصراط المستقیم (دین کا) سیدھا راستہ دکھا۔
اقول ترجمہ رفیعہ اور قادر یہ میں مطلق سیدھی راہ لکھی ہے پس دین کی
قید زائد ہے اگر ڈپٹی صاحب فرمائیں کہ یہ بلکہ تفسیر ہے تو اولاً یہ کہا جائیگا
کہ آپ ایسے مضامین کو تفسیر نہیں کہتے چنانچہ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
ہے اپنے طرف سے جا بجا عبارتیں زیادہ کی ہیں اور اُمیاز کے
لئے انکو خطوط ہلالی میں محصور کر دیا ہے مگر ہنسنے جو عبارت اپنے
طرف سے زیادہ کی ہے اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ ہنسنے ترجمہ کو تفسیر بنا دیا
ہے نہیں ترجمہ ترجمہ ہی ہے۔

مکرتے کیوں ہو ضامنہ حاضر ہو کر تو
کہ خط ملتا ہو سکا اور عبارت کسکی ملتی

توقع نہ تھی مجبوری اس طرز کو موقوف کیا مگر افسوس کے ساتھ موقوف
 کیا، یہاں کلکتہ میں لوگوں سے بیان کرتے تھے کہ ڈپٹی صاحب نے ترجمہ کو
 خراب کیا ہے اور پھر ڈپٹی صاحب کے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہے
 کہ اسکی پوری نظر ثانی اچھے قابل لوگوں کے اہتمام و شرکت سے نہ ہو
 پائے۔ افسوس

قسمت کی بد نصیبی توئی کہاں کہند	دو تین باتھ جبکہ بام رہ گیا
---------------------------------	-----------------------------

پس بوجہ مذکورہ بالا یہ ترجمہ ڈپٹی لائق قدر و قابل وقعت خصوصاً
 ترجمہ قادریہ و رفیعہ کے مقابل میں کچھ نہیں اور نفس مطلب قرآن
 سمجھنے کے لئے یہ دونوں ترجمے اب بھی مفید و مبارک ہیں چنانچہ
 اسکے ثبوت کیلئے اور جہاں جہاں میرے سمجھ میں ڈپٹی صاحب کے لفظی
 یا معنوی بے عنوانی اختیار کی ہے اسکے دکھلانے کی واسطے ابتداء قرآن
 سے انتہا تک پہلے میں متن قرآن لکھ کر ڈپٹی صاحب کا ترجمہ لکھتا ہوں
 اسکے بعد ترجمہ قادریہ یا رفیعہ کے فکری لوگوں کو دکھاتا ہوں اور جہاں
 جہاں ڈپٹی صاحب نے ترجمہ یا حاشیہ میں کوئی انوکھا مضمون لکھا ہے
 اسکی تحقیق بھی محققین مفسرین کی تحقیقات و عبارات سے پیش کرتا ہوں

میں اپنی رائے سے کچھ کہا وہ کافر و جہنمی ہوا پس باوجود اسکے صحابہ و تابعین
اور تابعین نقل کرنے والے ائمہ مفسرین اس جرمیکہ کبریٰ و کبیرہ عظمیٰ کے معاذ اللہ
کیونکر تکذب ہونگے ہاں بات یہ ہے کہ چونکہ آیات مقطعات کے ہیئت لفظی و
ترکیب حرفی معمولی کلمات کے مانند نہ تھی اور اسکا اسلوب عنوان مخاطب بھی
مخاطبات معمولی کے مانند نہ تھا اسلئے مفسرین صحابہ و تابعین میں بھی اسکے
تفسیر میں اختلاف واقع ہوا چہرے کے متبع و استقرائین اسکے نظائر کلمات
انہما خستوا مخاطبات معمولی عرب و بارمین نہ ملے اور نہون نے تاو باہکو
مشرعن اسرار اللہ کہا اور اللہ اعلم بمرادہ بذلك وغیرہ تفسیر فرمایا
ولنعم من قال

۵

چوسن پنا خود باقاصد رن جان گویم	مبادا و گیر و فہد بطور حویستان گویم
---------------------------------	-------------------------------------

اور جن جہان میں کرنے والوں نے کلمات انسانی میں بھی اسکا پتا لگا ہی

چھوڑا اور مخاطبات عرب و بارمین اسکے نظیر کھوج ہی نکالا مثلاً ۵

قلت لها قفي فقال لي ق	لا تحبيلي ناخسينا الا يحيا
-----------------------	----------------------------

۵

آئی وقف آو اور ابو النجم نے کہا ہے

فليجة امساك فلا اعرقل	آو فلان۔
-----------------------	----------

ثانیاً اگر خواہ مخواہ تفسیری ہو تو دین کے ساتھ دنیا کی قید بھی چاہیے
 ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة اور خود ڈیٹی صاحب مقدمہ
 ای خدا مجھ کو دنیا میں نیکی دے۔ اور آخرت میں نیکی دے۔ ہم مسلمانوں کے لئے دین کو دنیا سے جدا کرنا ایسا ہے جیسا
 کوئی شخص چاہے کہ عرض کو جو جس سے لازم کو ملزوم سے روح کو جاندار سے
 بو کو گل سے نور کو آفتاب سے اور ناخن کو گوشت سے جدا کرے انتہی۔ پس ثابت
 ہو گیا کہ اھذا الصراط المستقیم کا وہی مطلق ترجمہ۔ چلا۔ یا۔ دکھا۔ ہکو
 سیدھی راہ یا۔ سیدھا راستہ۔ جیسا کہ ترجمہ رفیعہ و قادریہ وغیرہ میں کیا
 گیا ہے ٹھیک اور ڈیٹی صاحب کی قید محض بے قید ہے۔

بلبل سمجھ سمجھ کے ذرا کچھ نشان	صیاد لگے ہا ہے تری گھات بطح
--------------------------------	-----------------------------

قوله الم اس طرح کے حروف جو قرآن مجید کے بعض سورتوں
 کے شروع میں واقع ہیں مقطعات کہلاتے ہیں اور مفردات حروف
 تہجی کے طرح پڑھے جاتے ہیں اور اسرار وحی میں ہیں جنکے معنی خدا نے کسی
 مصامت سے بندوان پر ظاہر نہیں کئے بعض مفسرین نے جو معنی تجویز کئے
 ہیں وہ انکی اپنی رائے ہے۔

اقول مطلقاً ایسا نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جسے قرآن

اعلم کہ افی العالم

نوب جاننا ہوں جیسا کہ تفسیر میں ہے

چنانچہ یہی معنی ترجمہ منسوبہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ میں اختیار کر کے منقول

و اناترا سکا ترجمہ کیا گیا ہے اور مجاہد اور ابن زید سے منقول ہے کہ یہ

آلہ وغیرہ مقطعات سورتوں کے نام ہیں۔ سید نے اپنی تفسیر میں

اسکی اختیار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

آلہ یہ سورہ انہیں انتیس سورتوں میں سے ہے جنکو خود خدائے

انجی نام سے موسوم کیا ہے یہ حروف مقطعات ان سورتوں کے نام

ہیں جنکے ابتدا میں آنے ہیں انتہی۔

کچھ عموماً و مطلقاً آیات مقطعات کے مفسرون پر یہ الزام لگاتا ہے۔

اور انکی اپنی رائے ہے الزام بجا و اپنی رائے ہی رائے ہے سچ ہے

چونکہ خدا خواہد کہ پردہ کس در

قولہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا حکم اور مذکور بہت جگہ آیا ہے

اور اسکو لفظ اقامت صلوٰۃ سے تعبیر کیا ہے مفسرین نے اسکے کئے معنی

کئے ہیں بعض نے پابندی کے اور بعض نے آداب و مشاہد کے ساتھ

بجالانے کے اور بعض نے مطلق نماز پڑھنے کے اور ہم نے یہی اخیر کے

۵

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے

دار السعدي خط من هوا کا

آئی ہی۔

۵

اور متبنی نے کہا ہے۔

کتبت في صحائف المجد بسم + ابي بسم الله الرحمن الرحيم كما في العجايب

۵

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

و کاتب فقط اقتلا

و خطبما و انقاء لاسا

وغیرہ وغیرہ ان بزرگوں نے اسکے معانی بھی سمجھ جی غماز نے نیز ان کے

وہ معنی ہے جسکو بخاری اور ترمذی اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

تہ روایت کیا ہے اور اسکو صحیح بھی کہا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ جس نے اس کی کتاب کا ایک حرف پڑھا اسکو ایک نیکی ملیگی اور اسی طرح

دس گونہ نیکیاں ملا کر نیکی میں نہیں کہتا کہ آلہ ایک حرفت بلکہ الف

ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

اور اسی طرح اس کے اور معانی بھی جو صحابہ یا تابعین سے منقول ہیں یہ

بیشک مقبول ہیں جیسے آلہ کے ایک معنی حیر الامۃ ترجمان القرآن حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے انشاء اللہ

بین اللہ

تاکید و تنبیہ کا مرعی رکھا گیا ہے اسلئے معنی اخیرہ مختارہ ڈپٹی صاحب
مفسرین معبرین کے نزدیک تخیر مفید و خالی از تنبیہ و دور تر از حقیقت
و فہم مراد و مطلب بھی ہے۔

چنانچہ علامہ بضاوی لکھتے ہیں و الاول اظہر لانه

اشهر و الحقیقۃ اقرب و افید لتضمنہ التنبہ علی
ان الحقیق بالمدح من اعی حدودہا الظاہرۃ

من الفرائض والسنن و حقوقہا الباطنۃ کا الخشوع
اور حقوق باطن مثل خشوع اور دل کی توجہ کے رعایت کی ہے۔

والاقتبال بقلہ علی اللہ تعالیٰ لا الصلوۃ الذین ہم

عن صلاحہم ساءون و لذلك ذکر فی سباق المدح والمقہم
اور مقام نیت میں فویل المصلین نہ کر رہا یعنی جو نماز کو برقرار رکھتے اور ایسا کو بائیں میں اوکھی تفریق اور جو خالی نماز چھوڑ
الصلوۃ و فی معرض الذم فویل للمصلین انہی۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرماتے

ہیں۔ در اینجا باید فہمید کہ نماز گزار دن چیزی است و برپا داشتن نماز چیزی

دیگر است و در قرآن مجید عابد بجا در مقام مدح و تاکید گزاردن نماز را ذکر

نفرمودہ اند بلکہ اقامت نماز را یاد نمودہ و اقامت در لغت ماخذ و ارتقاء

است یعنی راست استادہ کردن و قاعدہ است کہ چون چیزی را راست آتائی

معنی اختیار کئے ہیں اس واسطے کہ حقیقت میں پڑھنا وہی ہے جو پابندی
اور بجا آوری شروط کے ساتھ ہو۔ حاشیہ متعلقہ آیت یقیمن الصلوٰۃ
سورہ بقرہ۔ رکوع۔ ۱۔

۲۔ قول ڈپٹی صاحب کو محاورہ دانی کا تو اتنا بڑا دعویٰ کہ اوسکے بعد
پر قرآن کا ترجمہ شروع کر دیا لیکن یہ خبر نہیں کہ یقیمن الصلوٰۃ کہاں
اطلاق کیا جاتا ہے اور مصلحین جس کا ترجمہ معنی اخیرہ مختارہ ڈپٹی صاحب
ہے کہاں بولا جاتا ہے کاش اسکے لئے اگر ڈپٹی صاحب کتب خانہ
عرب ملاحظہ کے ہوتے اور تفسیر ون کو بھی دیکھے ہوتے تو کبھی یہ معنی
اخیرہ نہ اختیار کرتے کیونکہ یقیمن محل مدح میں بولا جاتا ہے اور مصلحین
مقام ذم میں اطلاق کیا جاتا ہے اور پھر اس معنی میں متن کی تمامی
حسن وقوت نہیں ادا ہوتے اور جن اتہامات بلیغہ سے یہ امر مہتمم
بالشان بیان کیا گیا ہے وہ سب فرو گذاشت ہو جاتے ہیں اس لئے
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے برپا میدانِ ناز را ترجمہ کیا ہے
اور ترجمہ سعدیہ میں برپا میدانِ ناز اور ترجمہ رفیعہ میں قائم رکھتے ہیں اور
قادریہ میں درست کرتے ہیں لکھا گیا۔ غرض ہر ایک میں ایک پہلو

ہوں تو میں فیوانہ لیکن ایسی کہ دیتا ہوں بات کہ جو کہ چھاپا میں ہو کے قایل اوٹھ گیا

قولہ فی طغیانہم یعمہون ٹامک ٹوے مارا کرین اور اسکے
فائدہ میں سب ہو گئے بے شک سورہ بقرہ۔ رکوع۔ ۲۔

۲ قول یہ سب الفاظ بھی کریمہ وغیرہ مانوس ہیں اسکا عمدہ اور
عام فہم ترجمہ تھا ٹکراتے پھرتے ہیں یا بھٹکتے پھرتے ہیں یا بھٹکے پھرتے
ہیں۔ جیسا کہ ترجمہ قادریہ اور رفیعہ وغیرہ میں لکھا گیا ہے۔ پھر
عام فہم اور فصیح الفاظ رہتے ہوئے کریمہ وغیرہ مانوس الفاظ لکھنا دینی
صاحب کے سہل و شایستہ اردو نہ جاننے کی دلیل ہے یا جان بوجھ کر
قرآن ایسے متبرک و ضروری کتاب کے ترجمہ کو خراب کرنا ہے

فان کنت لا تدبری فتاک مصیبة
پہرا کر نہیں جانتے تو ایک مصیبت ہے
وان کنت تدبری فامصیبة اعظم
اور اگر جانتے ہیں اور جان بوجھ کر کرتے ہیں تو سخت مصیبت

قولہ اوکصیب جیسے آسمانی بارش سورہ بقرہ۔ رکوع۔ ۲
۲ قول اس سے عمدہ و با محاورہ وہ ترجمہ ہے جو آپ کے سینے
لکھا ہے۔ موسلا دھار پانی۔

قولہ کلا۔ جب۔ سورہ بقرہ رکوع۔ ۲۔

کنند ہر جزو از اجزای او بر موضع مناسب کہ وضع طبعی اوست راست
نشیند پس معنی اقامت صلوٰۃ آنست کہ نماز را از ہر خلل و کجی محافظت
نمایند خواہ ان خلل و کجی در کار دل باشد یا در کار زبان یا در کار جوارح
و اعضا و خواہ این محافظت در فرض باشد یا در شرط یا در سن یا
در مستحبات و لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمودہ اند۔

اقامة الصلوة اتمام الركوع والسجود والتلاوة والحشوع
نماز قائم کرنا اور رکوع اور سجدہ اور تلاوت اور عاجزی
والا قال علیہا فیہا۔

اور توجہ دلی کو پورے طور پر ادا کرنا ہے۔
و قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہست اقامۃ الصلوة المحافظة علیہا

نماز پر قائم کرنا اور اس پر
وعلى مواقيتها ووضوئها وركوعها وسجودها انتقی۔

اور اہم کے وقتوں اور وضو اور رکوع اور سجدوں کے محافظت کرنا ہے۔
قوله جن منافقون پر ان آیتوں میں تاثر ہے الخ حاشیہ متعلقہ

آیت ومن الناس الخ وغیرہ وغیرہ سورہ بقرہ۔ رکوع۔ ۲۔

اقول اس حاشیہ میں تاثر اور تہوا اور تہوا کا لفظ ایسا کریمہ وغیرہ

مانوس ہے کہ گودہلی کے کسی طبقہ کے لوگ بولتے ہوں اور اطراف کے

اردو دان لوگ اسکو کچھ نہیں سمجھتے اور جو سمجھتے ہیں وہ از بس کریمہ

و مکر وہ سمجھتے ہیں۔

قولہ تسبیح اور تقدیس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تمام عیوب سے بری اور نقصانات سے پاک ہے ترجمہ میں یہ معنی اچھی طرح نہیں کھلتے تھے اس لیے اصل لفظ رہنے دیے ہیں حاشیہ آیت سخن تسبیح الخ سورہ بقرہ رکوع - ۴۔

۲ قول مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے جو اپنے ترجمہ میں لکھا ہے۔ ہم پڑھتے ہیں تیرے خوبان اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو اس کے بخوبی تسبیح و تقدیس کا مطلب کھل جاتا ہے اور آپ کے سید کے اس ترجمہ سے بھی مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اور ہم تو تیری تعریف جیتے ہیں اور تجھ پاک کو یاد کرتے ہیں۔ پس ترا کہ دست بلرز دکھ چہ دانی سفت۔

قولہ قلنا للہلائکۃ اسجدوا لادم ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو سورہ بقرہ۔ رکوع - ۴۔

۲ قول ڈپٹی صاحب بیان اور اسکے سوا اور مقاموں پر بھی سجدہ کے معنی مطلق جھکنا اور آیت وادکعوا مع الراکعین وغیرہ میں رکوع کے معنی بھی مطلق جھکنا ہی لکھتے ہیں۔ پس ان کو لازم تھا

۱ قول کلمہ تکرار کے لئے موضوع ہے علامہ سیوطی تفسیر اتقان میں لکھتے ہیں ان کلمات التکرار پس بنا علیہ اسکا ترجمہ جب جب چاہا ہے۔
 قولہ مشوافیہ تو اس (کی چاندنی) میں (کچھ) چلے۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۔

۲ قول اسکی روشنی یا چمک چاہا ہے کیونکہ چاندنی چاند کے سایہ کو کہتے ہیں نہ بجلی کے چمک کو۔ مولوی اوصد الدین بگلرامی نقی اللہ تبارک و تعالیٰ میں لکھتے ہیں چاندنی بکسر نون و سکون تحتانی معروف بمعنی روشنی ماہ انتہی اور ناسخ شاعر کہتا ہے۔

تو چاند ہے سایہ چاندنی ہے	کو سون تک بلکہ روشنی ہے
---------------------------	-------------------------

اسی لئے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ترجمہ کیا ہے راہ رو نذران روشنی۔

۳ قول کلمی اور محچر کے نام سے بدکتے ہیں حاشیہ آیت ۲ اولئک ہم الخاسرون سورہ بقرہ رکوع ۳۔

۴ قول بدکنے کا لفظ ڈٹپی صاحب نے کئے مقام پر استعمال کیا ہے لیکن یہ لفظ بھی نہایت ہی کریمہ و بہت ہی غیر مانوس ہے۔

و مانوس نہیں

قولہ عند ربکم کل کان کو تمہارا پروردگار کے روبرو سو رہا بقہ

رکوع - ۹ -

اقول یہ کل کلان بھی عموماً غیر مانوس ہے۔

قولہ ان ہم الا یظنون وہ فقط خیالی تیکے چلایا کرتے ہیں دورہ

بقہ رکوع - ۹ -

۲ قول اسیکے مانند ڈپٹی صاحب تلک ام الینہم کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

یہ انھے اپنے خیالی پلاؤ ہیں۔ (پیس) یہ دونوں ترجمے ایسے ہیں کہ جب

یہاں مبتدی ترجمہ پڑھنے والوں کو پہلے دہلی کا محاورہ پڑھایا جاتا ہے تب

اسکے بعد قرآن کا یہ مطلب سمجھانیکا موقع ملتا ہے اور بغیر اسکے یہ لوگ کچھ نہیں

سمجھ سکتے پس اگر یہی لکھا جاتا کہ وہ کچھ نہیں مگر انکل کرتے ہیں یا گمان کرتے

ہیں۔ اور یہ انکی تمنا یا آرزو ہیں تو کیا قرآن کا مطلب نہ نکلتا اس اگر

اس صاف ترجمہ سے قرآن کا مطلب نکل آتا تھا تو خواہ مخواہ خیالی نکالنا

۵

اور خیالی پلاؤ چکانا کیا ضرورت تھا۔

وہ زبان سے اپنے احوال گھر کہتی اور ہے

کاٹی ہوئی زبان شمع کیا جزبوز دل

کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا ترجمہ علیہ علیہ لکھتے اور دونوں جملے
 میں مابہ الامتیاز کو ظاہر کرتے اور اگر یہ نہ کرتے تو انہیں دونوں لفظوں ہی
 کو بلا ترجمہ رہنے دیتے کیونکہ یہ دونوں لفظیں عموماً اتقدیر مشہور ہیں کہ
 انکی ترجمہ کی ضرورت ہی نہیں چنانچہ آپ کے سید نے اسی خیال سے
 ان دونوں کا ترجمہ نہیں لکھا۔

پس اگرچہ ڈپٹی صاحب اپنی قابلیت یا جامعیت کے خیال سے یا نہ چاہتے
 بچنے کے لئے کل محمد خان منگلوری کے خط کے جواب میں یہ تحریر
 فرماتے ہیں کہ ہم نے ترجمہ کرنے کے وقت سید کی تفسیر کو دیکھا تاکہ انہیں
 لیکن اگر دیکھتے ہوتے تو بہت اچھا ہوتا۔

پیرا بگذا رہے پیرا میں غفلت	بہت بس پر آفت و خوف و خطر
-----------------------------	---------------------------

قول ۱ بعضکم لبعض عدو تم ایک کے دشمن ایک سورہ بقرہ رکوع ۹
 ۲ قول ترجمہ قادریہ میں ہے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ بس بیشک
 اور اس اظہر و بامحاورہ ہے۔

قول چھا۔ حاشیہ آیت لعنکم تعقلون سورہ بقرہ۔ رکوع ۹
 ۲ قول چھا یعنی ٹکرہ یا پارہ گوشت ہندوستان کے ہر اطراف میں مشہور

کے بل میں ہاتھ ڈالے من لم یحسن الفقه فقد صنف فیہ کتابا۔
قوله من اسلم وجهہ للہ۔

جسے خدا کے آگے تسلیم خم کر دیا ف ۲ اسلم وجہہ کے لفظی معنی تو ہیں
 اپنا مونہ جھکا دیا لیکن محاورہ اردو میں مونہ جھکانے سے اصلی مراد حاصل
 نہیں ہوتی اسلئے جسے محاورہ کا ترجمہ اختیار کیا ہے سورہ بقرہ رکوع ۱۲۔
 اسلمت وجہی للہ کے لفظی معنی تو ہیں کہ میں نے اپنا مونہ خدا کے آگے جھکا دیا
 لیکن ہمارے محاورے میں مونہ کی جگہ سر یا گردن بولتے ہیں اسلئے جسے مونہ
 کو سر سے تعبیر کیا ہے۔ سورہ آل عمران۔ رکوع ۲۔

اقول فقط اپنا محاورہ قائم رکھنے کیلئے جو آپ نے قرآن پاک کی آیت کریمہ
 هن لباس لکم وانتم لباس لهن میں لباس کو چولی اور دامن اور پیرا^ن
 منہ کو سر و گردن سے تعبیر کیا ہے بہت ہی برابر لکہ قرآن سے تمسخر و استہزا
 کیا ہے دیکھئے اسی مضمون کو آپ کے سید نے کس عمرگی و خوبصورتی سے
 ادا کیا ہے جس کسی نے تابعداری سے اپنا منہ خدا کے سامنے کیا۔

قوله دیکھ کر پڑھنا حاشیہ آیت لفقاً یوقنون سورہ بقرہ رکوع ۱۴۔

اقول یہ لفظ نہایت ہی کریمہ و غیر مانوس ہے اسکے جگہ پر شک یا تردید

قولہ من کسب سیہ جسے پے باندی برای سورہ بقہ رکوع ۹۔
 ۲ قول اگرچہ یہ حضرات دہلی کا روزمرہ ہے لیکن اور اطراف کے لوگ اسکو
 نہیں باندھتے پس اگر اسکا یہ صاف لفظی ہی ترجمہ لکھا جاتا۔ جسے برائی لائی
 یا جسے گناہ کیا۔ تو بہت ہی آسان و عموماً عام فہم بھی ہو جاتا۔
 قولہ وان یا توکم اساری تم تو چٹی بھر کر انکو چھڑا لیتے ہو سورہ
 بقہ رکوع ۱۰۔

۲ قول دُپٹی صاحب نے یہاں فدیہ کے جگہ چٹی لکھا ہے اور سورہ توبہ
 دلو میں مغرم کا اور سورہ یونس میں اجر کا اور سورہ ہود میں مال کا ترجمہ
 بھی آپ چٹی ہی تحریر فرماتے ہیں غرض متعدد مقاموں میں مختلف لفظوں کا
 آپ نے چٹی ہی ترجمہ لکھا ہے حالانکہ یہ چٹی کا لفظ پنجابیوں ہی میں بکثرت
 مستعمل ہے اور ایدہر پورب و بہار وغیرہ میں مسافروں کے ٹھرنے کی جگہ
 یعنی ٹیشن کو چٹی کہتے ہیں اور کلکتہ میں چٹی ایک قسم کی جوتی کو بھی کہتے ہیں
 پس دُپٹی صاحب جو قرآن ایسے عام ضرورت کی کتاب کا ترجمہ کرنے بیٹھے تھے
 تو پہلے ہندوستان کے ہر اطراف کا محاورہ جان لیتے تب اس کا راہم
 کو اپنے ذمہ لیتے والا وہی مثل صادق آتی ہے کہ بچھو کا منتر نہ جانے سنا

دینے کا اختیار دیا گیا ہے مگر اون کو بھی روزہ رکھنا چاہیے تاکہ لوگ روزہ
سے بچنے کیلئے بہانے نہ ڈھونڈ سکیں۔ حاشیہ متعلق آیت وان تصوموا
خیر لکم سورہ بقرہ رکوع - ۲۳ -

۲۔ بقول میں آیت شریف متعلق ڈپٹی صاحب نے یہ حاشیہ لطیف چڑھایا۔
بہ او سمن تمامی مفسرین و فقہاء محدثین کی یہی تفسیر و تحقیق ہے کہ یہ
تخفیر بن الفدۃ والصوم ابتداء اسلام میں تھے اسکے بعد منوخ ہو گئی تھی
فانی وغیرہ معذروں کے لئے ہے یا حرف - لا - یطیعون کے پہلے سے
مخذوف ہے یا یطیعون اطاقۃ باب افعال سے ہے جسکا جزو سلب
کے لئے ہے یعنی مسلوبین طاقت و معذورین کے لئے یہ حکم ہے۔ لیکن
ڈپٹی صاحب اس میں سے کسی کو معتبر نہیں سمجھتے بلکہ اب بھی اس تخفیر کو جائز
ہی تجویز فرماتے ہیں اور اس بارہ میں ڈپٹی صاحب کو اس قدر کہ وہ ہر
ہے کہ اپنے ایک حریف گل محمد خان منگھوری کے مقابلہ میں اسکو
بڑے ہی شد و مد و زور و اصرار سے ثابت کیا چاہتے اور اس میں یہ بھی تحریف
فرماتے ہیں کہ چونکہ آجکل کے لوگ بہت غریب ہو گئے ہیں اسلئے فدیہ ہی دینا
بہتر ہے۔ لہذا پہلے ہم علماء مفسرین و فقہاء و محدثین کی تحقیقات دیکھتے

یا تامل نام فصیح لفظ موجود ہے۔

قولہ کفر بیچ حاشیہ آیت یہدی منیشاء سورہ بقرہ رکوع ۱۷۱۔

اقول اس لفظ کو بیان دہی صاحب نے بمعنی اعتراض و رچوتھے پارہ سوم

ال عمران رکوع ۱۴۰۔ میں ان عیسکم قرح کے ترجمہ میں شکست کی کفر بیچ

یہ فرماتے ہیں وہ بہ صورت یہ لفظ نہایت ہی کریمہ وغیر مانوس بھی ہے۔

قولہ ابدالراحمین میکہ نکالا کرتا ہے حاشیہ آیت مالہ تکونوا قلوبکم

سورہ بقرہ رکوع ۱۸

اقول ابدالراحمین سے تو نکالا و میکہ نکالنا گنواروں کا محاورہ ہے حال

عموماً یہ الفاظ فصیح و مانوس بھی نہیں ہیں۔

قولہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیے مگر بیا او مسافروں کو

ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بلکہ کو قضا رکھے اور مقدور والا ہو تو

قضا بھی نہ رکھے بلکہ روزہ چھپے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے اور روزہ

قضا بھی رکھے اور محتاج کا پیٹ بھی بھر دے تو نور علی نور کہ روزہ کے

بدلے روزہ ہوا اور فضیلت رمضان جو فوت ہو گئی تھی اسکی تلافی

کے لئے محتاج کا پیٹ بھر دیا اگرچہ مقدور والا ہو تو قضا کے بدلے فدیہ

کا اسکے بعد آیت آئندہ شعر مضمان الذی الخ فلیصمہ تک اوتری
 او سپر ہر مقیم و صحیح پر ایک ماہ کا صوم ثابت ہوا مریض و مسافر کو رخصت
 ملی بوڑھے کو جسے طاقت روزہ رکھنے کی نہیں ہے کھانا دینا ٹھرا انتی
 ایسا ہی ہے تفسیر کبیر وابن کثیر وابن جریر وفتح البیان وفتح القدر ونبیالہ
 وحقاجی وسیالکوٹی وکشاف وطمینی ومدارک و معالم واکلیل و آخری
 وروح البیان و مظہری و ابو السعود وشرہ بنی و جلالین وکمالین و تعلیق
 الجلالین و جمل و فوز الکبیر وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں۔

پس حضرات ناظرین جب آپ علما مفسرین و فقہار و محدثین کی عبارت
 و تحقیقات دیکھ سن چکے تو اب ڈپٹی صاحب کے خطوط اور اونکے جواب
 جو پرچہ چودہویں صدی راولپنڈی میں چھپے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

عنوان

فدیہ اور اسکی تحقیق

مولانا شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب کے ساتھ خط و کتابت

ہیں اسکے بعد ڈیڑھ صاحب کے خطوط اور جواب اور جواب الجواب وغیرہ جو
 پرچہ چودھویں صدی میں چھپے ہیں ملاحظہ کراتے ہیں تاکہ اہل علم و دین
 اسکا انصاف و فیصلہ کریں **مَوْلَانَا شَاہِ وَلِی اللہ** محدث دہلوی رح
فَتْحُ الرَّحْمَنِ میں فرماتے ہیں مضمون این تغیر بہت در صوم و فدیہ تمنی
 منسوخ شد بآیتی کہ متصل می آید انتہی۔

اور مولانا شاہ **عَبْدُ الْقَادِر** رحمہ فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں اول یہی
 حکم اور ترا کہ مریض و مسافر چاہیں تو پھر قضا کریں اور جب کو طاقت ہے یعنی
 بے عذر ہیں وہ چاہیں کہ پھر قضا کریں تو بالفصل ہر روزے کے بدلے ایک
 فقیر کو کھلاوین اور تو بھی بہتر ہے روزہ ہی رکھیں پھر اسکے بعد جو آیت اور
 اوسمین فقط مریض و مسافر کو رخصت علی قضا کی اور کسی کو نہیں۔

اور ترجمان القرآن میں ہے۔ پھر اللہ نے ابتداء اسلام کا ذکر کیا کہ اور
 زمانے میں مریض و سفر میں قضا کرنا درست تھا مقیم صحیح جب کو طاقت تھی و سکھ
 یہ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے روزہ رکھے چاہے افطار کرے افطار کے بدلے
 ایک فقیر کو ہر دن کھانا کھلا دیا کرے یا ایک سے زیادہ کو اور جو روزہ رکھے
 تو افضل ہے یہی قول ہے ابن عباس و مجاہد و طاووس وغیرہ سلف

شروع کر دی اول بموجب ہدایت دیباچہ و نمونے مشکلات و کیفیت
 متعلق فہرست مضامین قرآن و فہرست محل و مفصل و تصحیح اغلاط کو
 بخوبی دیکھا واقعی دریا در کوزہ پایا رنگینی عبارت تو آپ کا حصہ ہی ہے
 مگر لطافت مضامین بھی کمال کر دیکھایا خیر جزا کم اللہ جزا خیر اس کے
 بعد مقصد اصلی پر آیا بہ امداد خداوندی سوا پارہ بالا استعاب نہایت
 دلجمعی و الجہان سے پورا کیا جو خدشے بوجہ اختلاف لفظی یا بیاعتساب امور
 دیگر پیش آئے اقوال مفسرین رحمہ اللہ و احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم سے حتی المقد و مطابق کی جب صفحہ (۴۳) رکوع (۲۳) شروع آیت
 (۱۸۳) بموجب تحریر گرامی ہو بخار و زہ چونکہ رکن اسلام ہے اس کو متعلق
 جو احکامات خداوند کریم نے نازل فرمائے ہیں حسب عادت ان کی تحقیقات
 کے در پی ہو ایمان تک چہاں بچھوڑ کی کہ اختلاف تو کیا کوئی دقیقہ باقی
 نہیں رہا ہمارے مہربان **سید احمد خان بہادر** نے بھی اپنے
 تقریر مسمیٰ بالتفسیر میں اس موقع پر عجیب و غریب مضمون تحریر فرمایا ہے
 اس سے کچھ بحث نہیں کہ وہ کیسا ہے اور کیا وقعت ہوئی چاہیے مقام
 مذکور میں ترجمہ جناب پر جو نظر ڈالی تو کسی قدر اور ترجموں سے خلاف

مکرمی بندہ جناب مولانا صاحب دام مجدکم۔

بعد سلام سنون و تقدیم مایستحق عرض آنک

نیاز مند قدیم کو آپ سے اور آپ کے تصانیف دل آویز سے ایک خصوصیت
خاص ہے مضامین دلفریب جب تک نظر احقر سے نہیں گزرتے یا قسم
کی بقراری رہتی ہے یہاں تک حسن عقیدت کہ اگر قیمتاً دستیاب نہوں
تو عاریتاً لیکر کارروائی کیجاتی ہے ابھی حال کا ذکر ہے سننے میں آیا کہ انجنا
نے ترجمہ قرآن شریف نہایت دلچسپ با محاورہ تحقیق محققانہ فرما کر تیار کیا
ہے طبیعت کو لگاؤ تو تھا ہی خبر بخت اثر سنکر اور یہی گرویدہ ہوا اسی فکر
تھا کہ کیونکر اور کو پہنچاؤں کہ ایک مہربان قدیم بامروت نے باوازل بند فرمایا کہ
کلام مجید ترجمہ بہ یہ موصوفہ موجود ہے فکر نہ فرمائیے آپ کے پاس پہنچ گیا
من اولہ الی آخر خوب غور تامل سے دیکھی بندہ نے انکا شکریہ تہ دل
سے ادا کیا فکر سرمایہ مطالعہ پھر بھی باقی رہا کیونکہ یہ کلام الہی ہے نہ کہ لکڑیوں
کا کھیل اس میں ہماری رہنمائی ہے نہ صرف دل لگی کچھ تو ذخیرہ میرے
پاس موجود تھا باقی کتب ضروری دوست احباب سے لیکر کارروائی

مریض و مسافر میں کسی کا خلاف نہیں صرف مضمون مابعد میں تامل ہے اگر مریض و مسافر سے چسپان کیا جائے اور ظاہر عبارت فائدہ کی اسی کو متقنی ہے تو خلاصہ یہ ہو گا مریض و مسافر اگر اہل مقدور سے ہیں تو قضا روزہ کے بدلے فی یوم ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں پھر روزہ رکھنا اختیار ہی ہے ضروری نہیں یعنی نور علی نور کا مرتبہ ہے اب مطلب کلام اسد شریف یا تو اسطرح پر بیان فرمایا گیا - خداوند عالم نے اپنے فضل و کرم سے مسافر و مریض کو صرف قضا روزہ کی رخصت عنایت فرمائی کیونکہ (فعدة من ایام اخر) سے فقط ایام متعینہ کی تاخیر سمجھ میں آتی ہے پھر اہل مقدور کو بجائے روزہ فدیہ کا بھی حکم عنایت ہوا یعنی دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا چاہے قضا روزہ رکھ لیں چاہے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں -

یا اس طرح سے ادا کیجے گا کہ اللہ جل شانہ نے ابتدا ہی میں مسافر و مریض کو قضا و تجویز فرما کر غریبوں کو تو تاخیر روزہ کی اجازت فرمائی اور امیر و ان کو دونوں باتوں کا اختیار دیا اگر یہی مطلب ہے تو فائدہ و ترجمہ جناب میں کچھ خلاف نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کا مدد و معاون ہے اگرچہ ترجمہ میں فی الجملہ

پایا یہ خلاف لفظی ہی نہیں معنی بھی اسپر دال ہیں اگر اتنا ہی خلاف ہو تا تب
 بھی گنجائش تھی ہرگز تکلیف دہ نہ ہوتا میرا عقیدہ آپ کے نسبت ایسا نہیں
 کہ خواہ مخواہ ایک بات اوٹھا کر کھڑی کر دیں بلکہ صفحہ مذکورہ متعلقہ ضمیمہ
 بالامین مبتدائے آیت (۱۸۳) لغایت آیت (۱۸۴) کے ذیل میں حاشیہ
 پر جو فائدہ ارقام فرمایا ہے مجھ کو ہی کیا ہزار ہا مسلمانوں کو اس بات
 پر برا بیخشتہ کر گیا ملاحظہ فرمائیے **ف** مطلب یہ معلوم ہوتا ہے
 کہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیے مگر بایر اور مسافر کو رخصت
 ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بعد کو قضا کر لے اور مقدور والا ہو تو
 قضا بھی نہ رکھے بلکہ روزے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے اور روزہ
 قضا بھی رکھے اور محتاج کا پیٹ بھی بھر دے تو نور علی نور کہ روزہ کے
 بدلے روزہ ہوا اور فضیلت رمضان جو فوت ہو گئی تھی اسکی تلافی کے
 لئے محتاج کا پیٹ بھر دیا اگر چہ مقدور والا ہو تو قضا کے بدلے فدیہ دینے
 کا اختیار دیا گیا ہے مگر ان کو بھی روزہ رکھنا چاہیے تاکہ لوگ روزہ
 سے بچنے کے بہانے نہ ڈھونڈیں ۱۲

جَنَابُ مَنْ ہر مسلمان مکلف پر فرضیت روزہ مسلم رخصت قضا

(۴) شروع رکوع سے لیکر ولعلکم تشکرون تک جب تکڑتین

ہین پے درپے نازل ہوئی ہین یا وقتاً فوقتاً۔

(۵) پھر آپس میں ناخ منسوخ ہین یا نہین۔

(۶) وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين سے صرف

مسافر و مریض ہی مستفید ہو سکتی ہین یا اور ہی۔

(۷) ومن كان منكم مريضاً او على سفر فعدة من ايام کے مکر

لانے میں کیا بھید ہے۔

(۸) بموجب خلاصہ فائدہ مختار جمہور کا کیا جواب ہوگا۔

(۹) وعلى الذين يطيقونه الخ سے سرسید احمد خان

بہادر نے جو معنے لئے ہین انکی تردید کس طرح فرمائی ہے۔

(۱۰) شہر رمضان ترکیب میں کیا واقع ہے۔

باعث عریضہ خلوص منتی ہی تصور فرمائی جائے میں تمام ترجمہ کو اسی

تدقیق سے دیکھو گا اگر آئینہ کوئی شک شبہ پیش آیا تو اسی طرح تکلیف

گوارا کرنے پڑے گی۔ فقط والسلام جواب کا امیدوار خاکسار قدیم

گل محمد خان عفی عنہ از قصبہ منگلور ضلع سہارنپور محلہ قلعہ۔ ۱۹ جون ۱۸۹۷ء

گنجائش تھی مگر فائدہ نے اسکو بھی اپنے ہی صورت پہنادی۔ فقط
 حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ سے لیکر آج تک بجز آنجناب کوئی ان
 کا قائل نہیں ہوا مقام بیشک مختلف فیہ ہے تاہم کسی نے حکم فدیہ کو مسافر
 و مریض کے ساتھ اس طرح پر خاص نہیں مانا اور اگر مضمون مابعد کو مسافر و
 مریض سے چسپان نہ کیا جائے بلکہ عام طور پر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا
 اسیر و ان کو فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا مسافر ہوں یا مقیم مریض ہوں یا
 صحیح مگر لفظ قضا جابجا فائدہ میں ان معنی کے خلاف ہے کیونکہ صحیح مقیم کو فدیہ
 و فائتہ کسی حال میں روزہ قضا کرنے کی رخصت نہیں شاید آپ کے نزدیک
 ہو تبھی اسکا علم نہیں ان معنی کو بھی کسی نے نہیں لیا نباء علیہ چہ امور تحقیق
 مطلب مندرجہ ذیل رسال خدمت میں جو تحقیق آپ کے نزدیک حق اور حسیہ
 ترجیحہ مطلب جناب پہنچی ہے بہت جلد نیاز مند کے پاس مفصل تحریر فرما
 ارسال فرمادیجئے۔ (۱) کتب علیکم الصیام سے کون سے روزے
 مراد ہیں۔

(۲) لفظ کما سے کس بات میں تشبیہ ہے۔

(۳) من قبلکم سے کون مراد ہیں۔

آپ اس تفصیل کے جبکا کارڈ میں وعدہ کیا گیا تھا منتظر ہو گئے ہشتاد
 گرام کے وجہ سے شاید دو تین روز کا توقف بھی ہو گیا ہے معاون رہا گیا
 آپ کے جوابات کے لئے میں نے مکرر بہت سی کتابوں کے ورق گردانی کی
 اور کرائی اور اگر ایسا نکلتا تو کھلو الناس علی قدر عقولہم کا عامل ہو گیا
 جوابات کا پرچہ اس خط میں منسلک ہے اور اس سے مجھ کو اطمینان ہے کہ
 کہ آپ ان جوابات کو نہ نظر مباحثہ دیکھیں گے بلکہ نظر تحقیق و احقاقق دیکھیں گے
 مباحثہ میں تو اکثر فریقین کو اپنے اپنے بات کی بیج بڑ جاتی ہے اور ہر طرف
 فیصل نہیں نکلتا آپ اس بات کو مجھ سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں کہ
 مسجوت عنہا کا لفظ لفظ اور جملہ جملہ مختلف فیہ ہے تو یا این کثرت اختلاف
 اگر ہم کہتے کسی ایک مفسر کی پیروی کریں یا ایک بات میں ایک کی اور
 دوسری میں دوسری کی تو ہم پر یہ اعتراض نہیں وارد ہو گا کہ ہم نے
 سلف سے علیحدہ ہو کر ایک نیا مسئلہ ایجاد کیا پہلی بات یہ ہے کہ
 فائدہ کو اس نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ مترجم کا متفرع کیا ہوا مسئلہ ہے
 بلکہ مترجم نے اپنے سمجھ کے مطابق منطوق قرآن کو اپنے عبارت میں
 مسلسل ادا کر دیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ صوم و فدیہ کی کیفیت قرآن

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ایک خط مورخہ ۱۹ جون پنچا ایسکو پڑھکر طبیعت نہایت محظوظ ہوئی کہ
بھلا فیہ ایک صاحب تو ہیں جنکو کلام الہی کا ورد ہے اور انکو خدا نے فہم قرآن
کا سلیقہ بھی دیا ہے آپ کے سوالات تفصیلی جواب چاہتے ہیں اور نہ صرف
باب بلکہ نفاذ بھی ترجمہ کرتے وقت یہ خدشات گزیرے تھے اور
بقدر استطاعت چھان بین بھی کی گئی تھی آپ کے جوابات دیتے وقت میں
اپنے ترجمہ کا ماخذ لکھو گا انشاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ کے اندر اندر جواب
تفصیلی پہنچے گا استعجال فرمائیگا اور اسی تدقیق سے ترجمہ ملاحظہ
فرماتے رہے اگر آپ مجھ کو میری کسی غلطی پر متنبہ کریں گے تو میں نہایت
ممنون ہوں گا والسلام۔ خاکسار نذیر احمد۔ ۳ جولائی ۱۹۷۷ء

۷۸۶

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اس سے پہلے میں ایک کارڈ آپ کے خدمت میں روانہ کر چکا ہوں غالباً

وسیع ہونے دیجئے وما کنا لنھندی لولا ان ھذا منا اللہ اگرچہ
 معلوم ہوتا ہے کہ آپ از خود ترجمہ کو تہامہاد کھینکے لیکن میری درخواست
 یہ ہے کہ ہر بانی فرما کر ذرا جلدی کیجئے کیونکہ لوگ حمال کے متقاضی
 ہیں اور نینے سامان جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ والسلام
 ۱۳ جولائی ۱۹۷۷ء خاکسار نذیر احمد

جوابات نمبر ۱۲

(۱) مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے مگر سیاق قرآن سے
 انہیں کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے یہی رمضان
 کے روزے رکھنے مراد ہیں جنکو پہلے ایام معدودت سے پھر
 شہر رمضان سے کھول دیا ہے اور اس طرح کے بیان سے
 مکلفین کو اس فعل کا ہلکا کر دیکھنا مقصود ہے جسکے انکو تکلیف دینی
 ہے جیسا کہ اسایب کلام میں پایا جاتا ہے۔

(۲) اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے مگر لفظ کما کتب کا ظاہر
 اور دیگر دلائل جمہور ہی کی تائید کرتے ہیں کہ تشبیہ فقط نفس صوم اور

دونوں ہیں لیکن صوم تکلیف محض ہے اور فدیہ تکلیف تو ہے مگر اسمین
ایک پہلو ایصال منفعت الی المساکین کا بھی ہے اور یہی وہ پہلو ہے
کہ جبکو شارع نے مختلف پیرایوں میں ملحوظ و مرعی رکھا ہے قوم کبھی ساکین
سے خاں نہیں ہوئی اور نہ اب کے اور نہ آئندہ کبھی ہوگی تو ہم کو یہ بات
پیش نظر رکھنے چاہیے کہ شارع کا کوئی فعل اور قول اس بات اور
مصلحت کے خلاف نہ ہو ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ
اختلافًا کثیرا یہ ہے وہ خاص بات جو ہجو ترجمہ کی ایک شان
خاص اختیار کرنے کی داعی ہوئی اگر ہم فدیہ کو بالکل اڑا دیں تو ایک
بڑی مصلحت قومی فوت ہوتی ہے اور وہ یقیناً مقصود شارع کے
خلاف ہے اور جن لوگوں نے فدیہ سے فدیۃ العظم ادا لیا ہے گو ہم کو
ان سے اتفاق نہیں لیکن اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ اخاذین بھی اس طرف
منتقل ہو اگما صرح بہ المولوی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فی الفایدۃ
القی علیہا مش ترجمتہ - جناب من اب لما نون میں افلاس
کثر سے شایع ہو گیا ہے اور مفالیں و مساکین بہت ہیں باب فتر
کو جہاں تک الفاظ قرآنی مسامعہ ہوں اور اہل علم بھی اس طرف گم ہوں

نازل ہوئیں مگر چونکہ اختلاف بہت ہے اسلئے جزاً نہیں کہہ سکتے بہر صورت
نظم کلام اور سیاق عبارت کو جہاں تک ممکن ہو مد نظر رکھنا چاہیے۔

(۵) اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے مگر جب تک آیات میں صریح
تخالف نہ ہو اور شارع سے انکے نسخ کی کوئی صریح دلیل بھی نہ ہو اور نہ انکے
الفاظ میں کوئی دلالت نسخ پر ہو اور مفسرین بھی انکے نسخ پر متفق نہ ہو
تو ایسی صورت میں نسخ کے طرف جانا بہتر بلکہ جائز نہ ہو گا مگر اقال
جیسا کہ کہا ہے

فی الکبیر و معلوم ان النسخ کما کان اقل کان اولیٰ فکان المصیر
تفسیر کریں۔ معلوم ہے کہ نسخ جہاں تک کہ ہوگا بہتر ہے۔ پس ترجیح کرنا
الی اثبات النسخ من غرضان یکون فی اللفظ ما یدل علیہ غیر
طرف اثبات نسخ کے باروں اسلئے کہ لفظ میں وہ امر ہو کہ جو اس پر دلالت کرے
جائز پس تخیر بحق مرضی اور مسافرین جیسا کہ بعض مفسرین کا قول ہے
جائز نہیں ہے۔

اور سیاق عبارت بھی اس کا مقتضی ہے یا بحق اصحاب مقیمین جیسا کہ جمہور
کہتے ہیں بہر صورت اس تخیر کو فن شہد الخ سے منسوخ کر کے
کہنا بربدا اللہ بکم الیسر الخ خلاف مقام و سیاق کلام ہے مگر اس
غرض جو لوگ انہیں ناسخ منسوخ نہیں بتاتے انہیں کا قول راجح
معلوم ہوتا ہے والعلم عند اللہ۔

(۶) علی الذین یطیعونہ تو مرضی اور مسافرین کے حق میں ہے

اصل وجوب میں ہے نہ کہ اس کے وقت اور قدر میں۔

(۳) الذین من قبلکم سے اہم سابقہ مراد ہیں جنہیں یہود و نصاریٰ بھی

داخل ہیں کیونکہ اگر یہ ان میں داخل نہ ہوں تو تشبیہ سے جو اصل مقصود ہے

یعنی ایک کام کو عام بتلا کر اس کو انکی نظروں میں سہل کر دکھانا یہ پورے طور

پر حاصل نہ ہو گا مثل مشہور ہے مرگ انہوہ جشنے دارد۔

(۴) اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا ہے

اور اسکی ایک حکمت تو خود قرآن ہی میں مذکور ہے کذبت بہ فوادک

کہ مخالفین کے اعتراضات جو وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے تھے ان کے جواب

خدا نے قرآن میں دیے جس سے پیغمبر خدا و مسلمانوں کی تسکین خاطر

ہوتی تھی۔ دوسری لوگوں پر احکام کا یکبارگی بوجہ ڈالنا خصوصاً عرب

جیسے آزاد اور وحشی قوم پر خلاف مصلحت تھا اسلئے احکام مختلف وقتوں

میں ان کے حالات کے مناسب نازل ہوتی رہے مگر پیغمبر خدا صلعم کے

حکم سے آیات کو ان کے موقع مناسب میں درج کر نیک حکم فرماتے جس سے

نظم کلام اور اس کا ارتباط سلسلہ وار معلوم ہو اس سے سیاق کا لحاظ

مزدوری معلوم ہوتا ہے ان آیات میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً

اور مسافرین بحال رکھتے ہیں اور مسوخ ہونیکو خلاف سیر بلکہ موجب عسر
بتلاتے ہیں مکافی الکبیر۔

(۸) وجہ مذکورہ بالا ہی مختار جمہور کو اختیار نہ کرنے کی باعث ہوئی

(۹) سید کے ہم مقلد نہیں ہیں اور نہ تفسیر قرآن میں ہم انکو مستند سمجھتے

ہیں اسلئے ہم نے ترجمہ کے وقت انکی تفسیر کو دیکھا تک نہیں تاویل معجزات
اور بہت سے احکام میں انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔

(۱۰) شہر رمضان مبتدا محذوف کی خبر ہے اور الذی سبقت

۱۱ می شہر رمضان الذی انزل القرآن فی ایجاب صومہ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) اس نمبر پر آچکا کوئی سوال نہیں ہے لیکن خط میں یہ الفاظ
ہیں مقام بیشک مختلف فیہ ہے۔

تاہم کسی نے حکم فدیہ کو مسافر و مریض کے ساتھ اس طرح خاص نہیں مانا

اس واسطے ہم نے اپنے طرف سے اسکا بھی ایک سوال قائم کر لیا ہے اسکے جواب

میں ذیل کے عبارتیں نقل کرتے ہیں استدل بالآیت علی

ان المسافر والمريض یفدیان ولا یقتضیان اخذاً من
مریض دو فون فدیہ دین اور قضا کرنا

جیسا کہ سیاق و سباق عبارت مقتضی ہے تو مسافر اور مریض ہی مستفیذ ہو سکتے ہیں مگر بعض سلف شیخ ہرم اور مضعہ اور حبلی کو مریضوں میں داخل کیا ہے جیسا کہ امام حسن بصری نے کہا ہے ای مریض شد من الحمل ^{حل سے بڑھ کر کون مریض ہے} اور بعض نے بطریقونہ کا مصداق انہیں کو ٹھہرایا ہے ہر صورت یہ بھی مستفیذ ہو سکتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ یہ قضا کرین یا نہ کرین اس میں بھی اختلاف ہے کماسیاتی۔

(۷) بیشک مکرر ہے وفائدہ التکریر التقریر للحکم الاول لیلاد ^{فائدہ تکرار حکم اول کو ثابت کرتا ہے تاکہ} یظن احدا ان الحكم الاول منسوخ بقوله فمن شهد الح فقره ^{کوئی نہ خیال کرے کہ پہلا اول فمن شهد الح سے منسوخ ہے۔} بالتکریر و اثبتہ بان یہ گمان جاتا ہے کہ بیان اون مسافروں و مریضوں کا ذکر نہیں فرمایا جو طیقین ہیں شاید اس سے وہ حکم تخیروں فرید منسوخ ہو گیا ہو سو اول تو تکریر سے فقط نسخ حکم کے وہم کا رفع کرنا مقصود ہے نہ ذکر اقسام محکوم لہم دوم اس ظن کو سیرید اللہ ^{اسد تہذیبی و} بسم اللہ و لا یسیر و لا یسیر بکم العسر دفع کرتا ہے اس لئے کہ جس سیر ^{چاہتا ہے تہذیبی کا ارادہ نہیں کرتا۔} تخیروں کر کے ایک قسم کی تضیق کر دیا ہے اسکی منت نہیں رکھتی ^{سیر} سیر ابو سلمہ اصفہانی اور اصم جو بڑے مفسرین ہیں حکم تخیروں کو بحق مریض

ایک بات ہے جس کا نہ آپ خط میں مذکور کیا اور نہ سوالات میں معنی

کیف يجوز ارجاع الضمير المذكور المنصوب في يطيقونه

یطيقونه میں جو ضمیر مذکور منصوب ہے اس کو قدریکہ طرف پھیرنا کیونکر جائز ہوگا۔

آلی الفدية مع انه موخر وموئث نحو ابه انه لما كان

باوجودیکہ وہ موخر و موئث ہے۔ تب جواب اس کا یہ ہے کہ جبکہ

طعام مسکین بدلا من فدية ولفظه مذکور و مقدم درتبه

طعام مسکین فدیہ سے بدل ہے اور اس کا لفظ مذکور ہے اور مبتدا ہونیکے سبب سے رتبہ مقدم ہے

لکونه مبتداء لا يمكن الايراد ارجاع الضمير المذكور الى

تو اس ضمیہ مذکور کے موئث لفظ کے طرف جو متاخر ہے پھیرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے

اللفظي المتاخر وقد ذهب اليه المولوى سناه ولى الله الاصل

اور شاہ ولی اللہ دہلوی بھی اسی آیت کے

ايضا في فائدته على هذه الابه والله اعلم بالصواب

فائدہ میں اس طرف گئے ہیں۔

مولانا صاحب دام مجدم

اسلام علیکم۔ میں مشکور ہوں۔ ۱۵ جولائی ۱۹۰۹ء کو رحلتی

وصول کر کے ایک خاص کام میں مشغول ہو گیا تھا معاف فرمائی ترجمہ

دیکھتے وقت میرے آپ کے درمیان جو گفتگو آوے بحث مباحثہ نہ خیال

فرمائی جاوے بلکہ اوسمیں صاف صاف معاملات اسلامی طے ہونگے

کسی بات میں رورعایت نہ ہوگی غرض نفسی کو ذرا دخل نہ ہونا چاہیے

بموجب تحریک گرامی ترجمہ دیکھنے میں زیادہ وقت صرف کروں گا

عموم اللفظ ۱۲ تفسیر اکیل المیوٹی -
 عموم فقط کے اعتبار سے

فتی الباری میں قضا و مرض کے بحث میں لکھا ہے ومن قال
 جن لوگوں نے کہا نا

بالاطعام ابن عمر لکنہ بالغ فی ذلک فقال یطعم ولا یصوم
 دینے کو کہا ہے ابن عمر نہیں لیکن انہوں نے اس میں مبالغہ کیا پس کہا ہے کہ کہا نا ہی دے اور روزہ نہ پڑھے

فتی البیان میں ہے عن ابن عباس یسند صحیح انه قال ام
 ابن عباس سے سند صحیح کے ساتھ روایت ہے اور انہوں نے یہی کیا ام

ولد حامل او مرضعة انت منزلة الذین لا یطیقون الصوم
 ولد حامل یا دودہ پلانے والی لونڈی کو کہا تو ان لوگوں میں ہے جو روزہ کے طاقت نہیں رکھتے

علیہ الطعم لا قضاء علیہ

تجہیز کیا نا دنیا لازم ہے تجہیز قضا نہیں ہے -

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے و مما یلتحق بهذا المعنى الحامل والمرضع
 اس معنی میں حامل اور رضعہ کی سبب سے جن میں جب یہ دونوں اپنے جہان پر پائی

اذ اخافت علی انفسہما او ولد یہما ففیہما خلاف کثیر
 بچے پر خوف کرین پس ان میں بھی علما میں بہت خلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ

بنی العلاء فمنہم من قال یفطران ویفدیان ویقضیان
 بنو ذونون افطار کرین اور فدیہ دین اور قضا بھی کرین -

وقیل یفدیان فقط ولا قضاء وقیل یحب القضاء بلا
 اور بعض نے کہا فقط فدیہ ہی دن قضا نہیں ہے - اور بعض نے کہا بلا فدیہ کے قضا واجب ہے

فدیة وقیل یفطران ولا فدیة ولا قضاء ۱۲
 اور بعض نے کہا افطار کرین نہ فدیہ ہے اور نہ قضا ہے

اور امام ابو مسلم اصفہانی اور اصم جو بخیر بحق مسافر و مریض کو بحال رکھتے

ہیں اور مسوخ ہونیکو موجب عسر بتلاتے ہیں ان کا مسلک بھی ہمارا مطابق

معلوم ہوتا ہے والعلم عند اللہ تعالیٰ ہے صحیح مقیم میں انکو ہرگز روکنا

سے معاف نہیں سمجھتا گو وہ کتنا ہی مقدم و رکیون نہ رکھتے ہوں -

جو حضرات نسخ فدیہ کے قایل نہیں اور کتب علیکم الصیام سے روزے فرضی اور ایام معدودات سے شہر رمضان ہی مراد لیتے ہیں ان کو صرف ومن کان مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخری نہیں بلکہ فمن شهد منکم الشهر فلیصمه بھی ضرور مکرر ماننا ہوگا اختلاف اقوال فی الحقیقت اپنے اپنے دلائل و سمجھ کا نتیجہ ہی ہیں یہ نہیں کہہ سکتا اور خدانہ کھلوائے کہ اسکا باعث ضرر و انانیت ہی نہیں ہرگز نہیں بلکہ خالصاً سمجھنا چاہیے سو بعض اختلاف تو اس موقع پر ایسے ہیں کہ جنہیں اب گفتگو و فکر کرنے سے کوئی فائدہ عملی نہیں متصور ہوگا مثلاً ایام معدودات سے ایام بیض و یوم عاشورہ مراد لویا نہ لو ابتداء میں روزے مانویا نہ مانو اب بالاتفاق رمضان شریف کے روزے فرض ہیں ان اختلاف متعلق فدیہ ضرور قابل غور ہے فمن شهد منکم الشهر فلیصمه کے نسخ فدیہ ہونے کو قول ضعیف و مرجوح نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ بھی ایسے دلائل پر مبنی ہے کہ جنکا خلاف بہت ہی مشکل ہے ابتداء اسلام کی عموماً آسانی جو قائلین قول مذکور یعنی جمہور نے مانی جو گو انکو کسی ذریعہ سے پہنچے وہ واقع میں ہوئی ہے یا نہیں اگر

رکھے کمتر بن غنقریب عریضہ مفصلہ ارسال خدمت شریف کر گیا فقط
اطلاعا عرض کیا۔

احقر العباد گل محمد خان از قصبہ منگلور ضلع سہارن پور قلعہ

۲۵ ماہ و سنہ مذکور۔

مطابق ۲۴ صفر ۱۳۱۵ھ

عنوان

فدیہ اور اسکی تحقیق

اَظْهَرَ فِي الصَّغِيرِ

مکرمی ہندہ جناب مولانا صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب ضرور اس عریضہ مفصلہ کے منتظر ہونگے جس کے بارہ میں اطلاع

پوسٹ کارڈ ارسال خدمت شریف کیا گیا تھا اور اسکا بھی یقین ہو گیا

ہوگا کہ میں جھگڑا لونہیں اور نہ ایسا کہ تحقیق حق سے باز رہوں

معدودہ افادیۃ طعام مسکین کا مکلفین میں سے کوئی منکر نہیں
 ہوا اور نہ فمن شهد منکم الشهر فلیصمه سے پہلے کوئی ایسا مضمون
 کہ جسکی وجہ سے نسخ کا احتمال ہو اگر احتمال ہے تو یہ ہے کہ کتب
 علیکم الصیام سے نفلی روزہ اور ایام معدودہ سے ایام مرض
 ویوم عاشورہ اور فادیۃ طعام مسکین سے عام مکلفین یا خاص
 خاص جیسے کہ اختلاف ہوئی ہیں پس خداوند عالم نے فمن شهد
 منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضاً أو علی سفر فعدۃ من ایام آخر
 مضمون ماسبق کو مکرر بیان فرما کر ان معنی کو معین و مقرر فرما دیا جو
 تھے یعنی روزوں سے فرضی روزے اور ایام معدودات سے شہر
 رمضان اور فادیۃ طعام مسکین سے صرف مسافر و مریض ہی مراد
 ہیں اور نہیں اور اگر کسی وجہ سے تکرار ہے تو اس طرح پر ادا ہونی چاہیے
 وفائدة التکریر التعین أو التقریر للحکم الاول لئلا یظن
 اور فائدہ تکرار حکم اول کو تعین اور ثابت کرنا ہے تاکہ توئی یہ نہ سمجھ سکے
 احداث الحکم الاول محتمل کذا وکذا فتعینہ تعالیٰ بالتکریر
 کہ حکم اول ایسا محتمل ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسکو تکرار سے متعین اور قطعاً ثابت کیا
 وقمرہ بہ قصد ومن کان مریضاً أو علی سفر فعدۃ من ایام آخر
 کے تکرار سے مسافر و مریض کے ساتھ فدیہ خاص نہیں ہو سکتا اور قنیکہ

ہوئی ہے تو ضرور اسکا نسخ ماننا ہوگا کیونکہ اب فدیہ علی العموم کسی کے
 نزدیک جائز نہیں اور اگر نہیں ہوئی تو فمن شهد منكم الشهر فليصمه
 ومن كان مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر کے مکر لانے کی کیا
 ضرورت تھی کہ جسکی وجہ سے خواہ مخواہ نسخ وعدم نسخ کا قضیہ پیش آیا
 اور آخر کار دو فریق بن گئے جس طرح وہ من كان مكم مريضاً أو على
 سفر فعدة من أيام أخر کے مکر ہونے کے فریقین نے وجود بیان کی ہے
 اسی طرح فمن شهد منكم الشهر فليصمه کی بھی وجہ ضرور ہوئی چاہیے
 ورنہ قول الحكم لا يجاوز الحكمة کی صریح مخالفت ہوگی یہ تو ظاہر
 حکیم کا قول حکمت سے خالی نہیں ہوتا
 ہے کہ لئلا یظن احد ان الحكم الاول منسوخ
 تاکہ کوئی یہ نہ گمان کرے کہ من شهد منكم الشهر فليصمه سے پہلے
 بقول فمن شهد منكم الشهر فليصمه تکرار تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس سے پہلے
 کوئی عبارت نظم قرآن میں ایسی نہیں کہ جسکو لئلا یظن احد ان الحكم
 الاول منسوخ سے تعبیر کر کے فمن شهد منكم الشهر فليصمه کو اسکا
 دفعیہ گردانا جاوے تاکہ حکم اول بدستور باقی رہے اور فائدہ التکریر
 التقریر کا تو اسی وقت نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جب اصل حکم میں انکار ہو
 یا نسخ کا احتمال اور یہ دونوں باتیں نہیں کیونکہ کتب علیکم الصیام وایمان

کا کہ فذیہ سے خاص مسافر و مریض ہی مراد ہیں اور نہیں اس کا جواب اس
 طرح بیان کیا گیا ہے کہ احتمال عام تو یرید اللہ بکم الیسر ولا یزید
 بکم العسر سے دفع ہو گیا اس لئے کہ جس سے یہ تخمیر منسوخ کر کے ایک
 قسم کی تضیق کر دیجائے اسکی منت نہیں رکھی جاتی اور باقی احتمالات
 ایصال منفعت الی المساکین سے اس صورت میں باعتبار تحقق افزا
 کثیرہ نفع رسانی الی المساکین زیادہ ہے بنسبت اور صور کے یہ وہ خاص
 بات ہے کہ جب کو شارع نے جا بجا مختلف پیرایوں میں ملحوظ و مرعی رکھا ہے
 یہ تو سب کچھ ہوا اسکی تو بہت کچھ رعایت کی گئی اور طرح طرح کے سیل بوٹے
 لگائے گئے مگر اسکی وجہ سے جو استحال لازم آتا ہے اسکے طرف ذرا بھی
 توجہ فرمائی وہ کیا خلاف ارادہ باری ہے اس اجمال کی تفصیل اس طوع
 پر ملاحظہ فرمائیے ومن کان منکم مریضاً او علی سفر فعد من
 ایامہم اخر کو بلا خلاف سب کے مکرر مانا ہے مگر جو حضرات نسخ فذیہ کے
 قائل نہیں اونہیں سے بعض رحمہم اللہ نے فدیہ تطعمہ مسکین
 کو بھی اس میں داخل کیا اور مکرر مانا اونکو بھی نہیں بلکہ فمن شہد منکم
 الشہر فلیصمہ سے کتب علیکم الصیام و ایاماً معدودات کو بھی

حکم اول میں یہ نہ ثابت ہو جائے کہ فدیہ مسافر و مریض ہی کے بارہ
میں نازل ہوا ہے یا کلام ثانی میں صریح مسافر و مریض کے ساتھ مذکور
ہوا اور یہ ثابت نہیں کیونکہ اول میں احتمالات مذکورہ ہیں اور ثانی میں
کہیں فدیہ کا ذکر تک نہیں صریح تو کیا جب اول میں احتمال اور ثانی
میں اس کا ذکر نہیں تو وہ کونسی بات ہے کہ جسے حکم فدیہ کو بیمار و مسافر
کے ساتھ خاص کر دیا اور خواہ بخواہ بلا ثبوت حکم فدیہ کو غیر محتمل مان لیا
جب تک قبل از تکرار یہ ثابت نہ ہوگا کہ فدیہ مسافر و مریض ہی کے ساتھ
خاص ہے اور کے نہیں تو یہ جواب بھی درست نہ ہوگا کہ تکریر سے نسخ
حکم کے وہم کا رفع کرنا مقصود ہے نہ ذکر اقسام محکوم لہم یہ تو فی الحقیقت

بعد کا مرتبہ ہے ان ومعلوم ان النسخ کلما کان اقل کان اولیٰ
اور معلوم ہے کہ نسخ جتنا ہی کم ہوگا ہرگز ہوگا پس اثبات نسخ کے
فکان المصدور الى اثبات النسخ من غير ان يكون في اللفظ ما يرد
طرف بدون نسخ رجوع کرنا کہ لفظ میں وہ ہو کہ اور پھر دلالت کرے ہرگز جائز نہیں ۱۲
علیہ غیر جائز البتہ ایسا کلیہ ہے کہ جسکی رعایت بہت ہی ضروری
ہے یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات رہنے حکم فدیہ میں صور عدم نسخ
کو اختیار کیا ہے بیشک کلیہ مذکورہ حتی الامکان اسی امر کا متقاضی
ہوگا کہ احتمالات عدم نسخ میں سے کسی کو اختیار کیا جائے نہ اس بات

ہے کہ جن بات کو خداوند کریم مقرر و معین فرمائے اور حاصل اسی غرض سے
 اپنے کلام پاک کو دھرای اور پھر وہ غرض پوری نہو نہیں ہرگز نہیں یہ
 تو صریح محال ہے کیونکہ اس میں خلاف ارادہ باری و مجبوری محض لازم
 آتی ہے و تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً بھی کیا در صورت تکرار مذکور
 جب قدر صور بیان کیجاوینگے خواہ وجہ تکرار متحد ہو یا مختلف سب کا یہی حال
 ہوگا لہذا ہم مکلفین کو واجب بلکہ فرض ہے کہ جو معانی قرآن مستلزم محال یا
 باعث نقصان ہوں ان سے پرہیز کریں اور وہ بات اختیار کریں کہ جس کا پہلو
 مصالحت آمیز و جملہ تقاضی سے پاک ہو خاص کر ایسے موقع پر کہ جہاں
 اس قدر احتمالات موجود ہوں بذات علیہ ان کا تکرار مذکور الصد ضروری
 سمجھا گیا عموماً نہیں خصوصاً ورنہ انکار تو کئے طرح پر ہو سکتا ہے
 مگر ہم کو وہی صورت اختیار کرنی چاہیے کہ جس میں ہر ایک امر کی رعایت
 ہو وہ کیا حکم فدیہ کو مکرر نہ مان کر صورت نسخ فدیہ کو اختیار کرنا علاوہ
 اسکے تمام صورتیں باعث شکوک و موجب ایراد ہیں یعنی کوئی صورت
 ایسی نہیں کہ جس میں تکرار کا انکار ہو اور تمام رعایتیں ملحوظ نظر رہیں مثلاً
 بالکل حکم اول کا مکرر نہ ماننا خلاف کلام الہی و من کان مریضاً اعلیٰ

ضرور مکرر مانا ہوگا کیونکہ کتب علیکم الصیام سے روزے فرضی اور ایام
 معدودات سے شہر رمضان مراد لی رکھی ہے اور یہی فہم
 شہد منکم الشہر فلیصہہ میں ہے جب حکم اول تمامہ فہم شہد منکم
 الشہر فلیصہہ ومن کان مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر
 سے مکرر بیان فرمایا گیا اور اسکی وجہ یہ بھی معلوم ہوگی تو اسی طرح
 فادۃ التکریر المتعین یا۔ التقریر بھی ضروری ہے یعنی بالکل احتمالات
 کلام اول کا اوٹھ جانا اور یہ حاصل نہیں بالکل وٹھنا تو بجای خود رہا یہاں
 دو چار ہی صاحب ہیں جو مطلب اصلی پر پہنچنے باقی خیر جب یہ حال ہے
 تو پھر فائدۃ التکریر التقریر کہاں فادۃ التکریر التقریر کا تو یہی مطلب
 ہے کہ جس غرض سے کلام اول کو مکرر بیان فرمایا گیا ہے پھر اس میں کسی
 طرح کا شک شبہ باقی نہ رہے ورنہ دفعہ بخود باللہ من ذلک یہ بات لازم
 آو گی کہ خداوند کریم نے قصداً احتمالات کلمات سابق کو بتکرار مضمون مابین
 بطریق حسن دفع فرمانا چاہا اور فرمایا مگر ایسی عبارت و طرز ادائیس نہ آیا
 کہ جس سے منشا باری متعین و مقرر ہو جاتا اور جملہ احتمالات سابقہ
 من کل الوجوہ اٹھ کر ایک صورت خاص سمجھ میں آجاتی کیا یہ ہو سکتا

نے صورت نسخ کو اختیار کیا یہ تو اہل اسلام کے سلطات میں سے ہے کہ خداوند
 کریم نے جو احکامات بندوں پر نازل فرمائی سر اسر حکمت آمیز و مقتضی حال کے
 موافق تھے اور زمانہ نزول احکام میں وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل
 ہونا بھی یہی درجہ رکھتا ہے ورنہ مانیف سے من ایہ او نسیہا نات بخیر
 ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے یا نہیں پہلانے مگر اس سے پہلے
 منہا او مثلاً الم نعلم ان الله على كل شيء قدير صریح کلام اللہ تبارک
 و تعالیٰ ہے آتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے
 کا خلاف لازم آویجا بموجب آیت تشریفہ نسخ علی الاطلاق تو مکلفین کا تھا
 ہونا چاہیئے ہی تھا مگر کلام کان اقل کان اولی کی تعمیل بھی ضروری معلوم
 ہوتی ہے جیسا فدیتہ طعام مسکین کو بوجہ استحالة معلومہ و من کان
 مریضاً او علی سفوفۃ من ایام اخر کے ذیل میں مکرر نہیں مانا گیا
 تو ضرور بوجہ مخالفت صریحہ فمن شهد منکم الشهر فلیصمه سے منسوخ
 ماننا پڑا یا مخصوص تخصیص عام نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ خود آیات قرآنی
 مخصوص نہوں یا شارع سے اسکا بیان شافی نہوا ہو ورنہ تخصیص
 بالراے لازم آوے گی ہمنے تمام کتب احادیث مستندہ صحیحہ کو چھان مارا
 اور نظم قرآنی میں اپنی طاقت بشریہ کو ختم کر دیا مگر بحیرہ احتمال اسکا کہیں
 پتہ نہیں چلا کہ فدیتہ طعام مسکین سے صریح شیخ ہرم و مضر و حبلی

سفر فعدة من ايام اخر لازم آوگیا اور اگر من شهد منكم الشئ فليص
 ناسخ كتب عليكم الصيام وایا ما معدودات و فدية طعام مسکین
 کہا جائے تو ممکن ہے مگر کلیہ مذکورہ بالا کی کچھ رعایت نہ ہوگی باوجودیکہ
 ہو سکتی تھی یا اس طرح اٹکا تکرار کیا جائے کہ من شهد منكم الشئ
 فلیصمہ سے صرف كتب عليكم الصيام وایا ما معدودات کا نسخ ہے
 نہ فدیہ کا اول تو کلیہ کی کما سبغی رعایت نہ ہوئی حالانکہ گنجائش تھی علاوہ اسکی
 و من كان مريضًا او على سفر فعدة من ايام اخر کی وجہ تکرار بیان کرنی
 پڑیگی زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ من شهد منكم الشئ فلیصمہ سے
 نسخ کا احتمال ہو گیا تھا خداوند کریم نے اس احتمال کو و من كان مريضًا
 او على سفر فعدة من ايام اخر کو مکرر بیان فرما کر دفع فرمادیا اس پر
 یہ وارد ہو گا کہ یہ احتمال فدية طعام مسکین میں بھی تو تھا اگر خداوند
 کریم کو حکم فدیہ بدستور باقی رکھنا منظور ہوتا تو ضرور فدية طعام مسکین
 کا صرحتاً تکرار کیا جانا یا اس طرح بیان فرمایا جاتا کہ من شهد منكم الشئ
 فلیصمہ سے ہرگز نسخ کا احتمال نہ ہوتا حالانکہ احتمال نسخ قوی ہے اسی وجہ
 سے اکثر حضرات مفسرین و علماء معتبرین رحمہم اللہ علیہم اجمعین

خاص اس فعل کا کرنا سہولت مقصود تھا عموماً بذریعہ فدیہ اس شقت کا جبر فرما کر وہ ان قصوم و اخیر لکم ان کنتم تغلمون کا اشتہار دیتے ^{اگر تم جانو تو غلہ روزہ ہی رکھنا ہی بہتر ہے} کہ مکلفین بوجہ تخیر روزہ رکھیں اور عادت پذیر ہو کر مقصد صلی پر پہنچیں مگر جب مکلفین روزہ رکھتے رکھتے روزہ سے مانوس ہونے لگے جبکہ انسیت ہوتی گئی اسقدر گرانی دفع ہوتی رہی رفتہ رفتہ اس مرتبہ پر پہنچ گئے کہ جسمین بخوشی اصل تکلیف کی برداشت کر سکیں تو انہیں جلسانہ نے فمن شهد منکم الشهر فليصمه سے وہی اصلی بات ^{جب رمضان کا مہینہ آوے تو تم روزہ رکھو} انکے ذمہ لگا دی تاکہ الصوم لی وانا الحزى بہ و دیگر فوائد صوم ^{روزہ میرے لئے ہے اور میں اسکی جزا دوں گا} سے محروم نہ رہیں۔

اس تقریر سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جس سیر سے تنگی فرمائی اسکی منت نہیں رکھی اور نہ درحقیقت وہ تنگی ہی کیونکہ اس سیر کا نسخہ جب ہوا ہے کہ پہلے اس کے مقابلہ کا عسر جاتا رہا تضیق اسی وقت ہوتی کہ عسر نہ جاتا اور اس کے مقابلہ کا سیر منسوخ ہو جاتا اور جس سیر میں منت نہیں ہوئی اس میں تنگی نہیں فرمائی یرید الله بکم اليسر ولا یرید بکم العسر تو مرضی و مسافرین کے ساتھ ہے یعنی اسی مکلفین

یا مثل ان کے خاص خاص ہی اشخاص مراد ہیں عام نہیں اگر ہے تو بعض حضرات
 مفسرین رح کی رائے ہوا الفاظ کلام مجید ہرگز اس تخصیص کی متقاضی نہیں
 علاوہ اسکے وجوہات تخصیص کو جو دیکھا گیا تو تمامہا محذوش و خلاف
 ظاہر ہے دیکھنے میں آئیں اور اگر ضمن شہدہ منکم الشہر فلیصمہ سے
 فقط کتب علیکم الصیام یا فقط ایاماً معدودات کا نسخ مراد لیا جائے
 تو بھی یہی دو تین پیش آویں گی باقی رہا جو کچھ نسخہ منسوخ کر کے ایک قسم کی تفسیر
 کر دیا جائے اسکی منت نہیں رکھی جاتی بیشک نہیں رکھی جاتی جب وجوہات
 یہ تمامہا موجود ہوں اور پھر لیر بالکل وڑا دیا جائے یا کسی خاص قسم
 پر دیکھ کر دیا جائے مقام معلوم میں یہ بات نہیں بلکہ جب قائلین
 نسخ فدیہ کی تمام تقریر پر پختہ کیا جاتا ہے تو کسی طرح سے یہ شک نہیں
 پیدا ہوتا انشاء یہ بیان ہے کہ تاخیر روزہ بوجہ سفر و مرض عنایت ہوتی
 اور حکم فدیہ باعتبار تکلیف عام اور یہ تکلیف ایک زمانہ محدود تک
 ہی شروع شروع میں جب لمّا نون پر پے در پے پورے ایک مہینے
 کے روزے فرض ہوئے چونکہ پہلے سے روزہ رکھنے کے عادی نہیں
 تھے روزہ رکھنا اپنی شاق گذر یا گذرتا اور خداوند عالم کو بوجہ مصالح

کہ منسوخ نہ مانا جاوے بلکہ من شدائع کو تکرار حکم اول کہا جاوے
 اور غرض اس تکرار سے تعین و تقرر حکم اول ہی ہو تو وہ مضمون استحاکہ کہ
 جسکی نسبت پہلے بیان ہو چکا ہے لازم آوے گا یہ ایک ایسی بات ہے
 کہ حکم اس سے اتنی دور ہونا چاہیے کہ بالکل ہماری نظروں سے غائب
 ہو جائے اور ایسی معنی اختیار کریں کہ کبھی ہمارے ذہن میں یہ مضمون
 نہ آوے واقعی یہ وقت کسی قول میں نہیں۔ اگرچہ خلاف ظاہر اور
 بعید الفہم ہیں مگر درجہ امکان سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر مضمون کو
 و نظام آیات مسطورہ پر بغور نظر والین تو سمجھو بہتر و انسب بلکہ اس سے
 بڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حکم فدیہ کو مکرر نہ مان کر من شدائع منکم الشعر
 فلیصمہ سے منسوخ مانیں اور اسی نسخ کو باعث ایراد من شدائع ^{الشعر} منکم
 فلیصمہ گردانیں اگرچہ احتمالات کتب علیکم الصیام و آیام المعدودات
 مذکورہ بالا غیر واقع بھی دفع ہوگی مگر ضمناً یا قصداً ہی سہی کچھ حرج نہیں
 پھر من شدائع منکم الشعر فلیصمہ سے یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید حکم خاص
 مرضی و مسافرین یعنی فعدۃ من آیام آخر بھی مثل فدیہ منسوخ ہو گیا ہو تو
 اللہ جل شانہ نے اوسکا دفعیہ و من کان مرضیاً او علی سفر فعدۃ من آیام آخر

جب تک سفر و مرض پیش آوے تو تمہارے لئے اذن ہی چاہے روزہ ادا
 رکھو چاہے فحشا خداوند کریم تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے
 گرائی کا نہیں غرض کہ جب فمن شهد منکم الشعر فلیصمه ومن کان
 مریضا او علی سفر فعدہ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید
 بکم العسر سے قطع نظر کیا جائے تو جب قدر احتمالات و علی الذین یطیعونہ
 فدیۃ طعام مسکین میں حضرات مفسرین و علماء مترجمین رحمہم اللہ جمعین
 نے بیان فرمایا ہے کہ تمام ہادرجہ امکان رکھتے ہیں راجح مرجوح ہونا دوسری
 بات ہے اور اگر فمن شهد منکم الشعر فلیصمه الخ کو کلام اول کے
 ساتھ ملایا جائے اور اول سے آخر تک بخوبی غور کیا جائے تو احتمال
 مرضی و مسافرین سب سے زیادہ ضعیف بلکہ بالکل خلاف مصلحت معلوم
 ہوتا ہے اس لئے کہ اگر صورت مذکورہ کو لیا اور سبب ایسر مرض و سفر ہی کو
 کیا اور پھر فمن شهد منکم الشعر فلیصمه سے منسوخ فرمایا تو یرید اللہ
 بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کے خلاف ہے کیونکہ اس میں صراحتاً منیت
 نہیں ہے حالانکہ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ جس سیر سے تخییر منسوخ کر کے
 ایک قسم کی تضیق کر دی جائے اسکی منیت نہیں رکھی جاتی اور اگر حکم فدیہ

کے ساتھ اس طرح پر خاص نہیں مانا مگر جمع ضمیر منصوب خواہ کسی ہی کو قرار
 دیا جائے مگر مناسب مطلب فوت نہ ہونا چاہیے فقط والسلام۔
 جواب شافی کا امیدوار خاکسار قدیم گل محمدؑ عفی عنہ از قصبہ منگلور
 محلہ قلعہ تحصیل روڑکی ضلع سہارنپور۔ ۸ اگست ۱۹۹۷ء مطابق
 ۸ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ تاریخ نقل ۱۴ فروری ۱۹۹۷ء مطابق ۲۲
 رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ۔

مکرمی بندہ جناب مولانا صاحب نام محکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 نیازمند ۱۴ فروری ۱۹۹۷ء کو ایک مضمون بذریعہ عریضہ مفصلہ در
 تحقیق مسئلہ فدیہ کو جسکو اظہار مافی الضمیر سے بھی تعبیر کیا ہے۔
 بملاحظہ اقدس نہایت صحیح پتہ سے گنوارن چکا ہے۔ معلوم نہیں کیا
 وجہ ہوئی کہ آنجناب نے اس خاکسار کو وصول یابی سے مطلع نہیں فرمایا
 اگر مضمون مذکور پہنچ گیا ہے تو فیہا۔ جواب شافی آوے ہی گا۔ ورنہ پھر
 بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت فیضد رحبت کیا جائے یہ مسئلہ بہت ضروری
 ہے اسلئے جوابی عریضہ ارسال کیا گیا میں امید کرتا ہوں کہ جواب باصواب

مکرر لاکر بیان فرمایا یہ ایک خاص صورت ہے الفاظ کلام مجید کی منافی
 نہ شان متکلم جل وعلا کا خلافت نہ مستلزم محال نہ کلیہ مذکورہ کا اجمال بلکہ ہم
 فطرت انسانی کے مناسب حال۔

ہم نے جہاں تک نظام قرآن میں گنجائش دیکھی حتیٰ الوسع ہر امر کی رعایت
 کی کوئی دقیقہ منظر الہیہ باقی نہیں چھوڑا۔ صورت ممکنہ مرحوصہ کو درجہ مکان
 میں رکھا اور صورت راجحہ کو اختیار کیا جن حضرات نے صور عدم نسخ
 کو اختیار کیا ہے انکو اپنے اپنے ثبوت میں قرین قویہ و دلائل مشتبہ مل
 ہونگے ہلکوا بتک ایسے دلائل و وجوہات قویہ نہیں ملین کہ صورت نسخ
 کو چھوڑ کر صور عدم نسخ میں سے کسیکو اختیار کر لیا جائے۔ و ان اعلم بالصواب
 فقرا و مساکین کی مناسب طور پر رعایت کرنی چاہیے جیسے کہ جمہور نے کی
 تناسب کلام الہی و شان متکلم جل وعلا کا لحاظ ضروری ہے عرضیہ سابقہ
 کے ان دو فقرہوں کو بغور ملاحظہ فرما کر جواب میں عبارت منقولہ نقل
 فرمانی چاہئیں یحییٰ اور لفظ اسطح پر پوری توجہ۔ اول یہاں تک
 چنان چھوڑ کی کہ اختلاف تو کیا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا دوم
 مقام بیشک مختلف فیہ ہے تاہم کسی نے حکم فدیہ کو مسافر و مریض

توسیع لازم ہے اور توسیع نہیں ہے مگر سہولیت میں پس آپ اس بحث کو موقوف فرما کر اور باتیں پیش کیجئے کیونکہ میں پارون پر آپ کی نظر پڑ چکی ہے تو کوئی نہ کوئی بات کہیں نہ کہیں ضرور کھٹکی ہوگی۔ میں اپنی برائے بدelon یا نہ بدelon آگاہ اور متنبہ کر دینے سے آپ کا فرض ذمہ ادا ہو جاتا ہے اور شروع سے میری یہی درخواست ہے۔ والسلام

حاکسار نذیر احمد۔ ۷ مارچ ۱۹۸۷ء

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ

مولانا صاحب دام مجدم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 بہت اچھا۔ بموجب تحریر ۷ مارچ ۱۹۸۷ء اس مسئلہ میں خط و کتابت
 بند کسی قسم کی گفتگو نہیں کی جائیگی۔ مجھے عرض کرنیکی ضرورت نہیں۔ حضرات
 علماء دینی اقدس و ناظرین باوقار خود اس امر میں فیصلہ کلی فرمالینگے کہ دلائل
 والا مثبت مدعا کو اظہار مافی الضمیر نے کس درجہ ضعیف اور کس مرتبہ
 پر پہنچا دیا کہ چار ناچار آنجناب کو بجای اقرار یہ کہنا پڑا کہ یہ بحث موقوف

سے بہت جلد معزز فرمایا جاؤں فقط والسلام
 راقم الحروف خاکسار قدیم گل محمدی
 ضلع سہارنپور۔ ۷ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ

۷۸۶

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلے سے معلوم تھا کہ مناظرات منطقیانہ اس قدر طول پکڑ جاتے
 ہیں کہ ان کا انجام تردد و حیرت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا مین الطبع
 ایسے مناظرات کا سخت مخالف ہوں نہ مجھ کو ان کے طرف رغبت ہے
 اور نہ فرصت اور سلامی ضرورت بھی داعی نہیں میرے لئے پس کرتا
 ہے کہ مینے مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ اور مصلح اسلامی پر نظر کر کے ایک مناسب
 اختیار کیا کہ جس کا ماخذ موجود ہے اور پہلے بھی اس کا حوالہ آپ کا دی چکا ہوں
 کہ علامہ سیوطی نے اکیلیں مین لکھا ہے استدلال بالاحیۃ علی ان المسلمین
 والمریضین یفیدیان ولا یفقدیان اور مین اس سے عدول کرنے
 والا نہیں اور نہ مجھ کو اس بات پر اصرار ہے کہ دوسرے اس کو تسلیم کریں
 مین اس اختلاف کو مسلمانوں کے حق مین ایک رحمت سمجھتا ہوں جس کو

کا دار مدار انہیں دلائل پر ہے جو آنجناب نے پیش کی تو خاتمہ ہوا مہربانی فرما کہ
 اس قول کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے اور قرآن شریف سے جو تمام اقوال
 کا ماخذ و اصل ہے اپنے مدعا کو اخذ کیجئے جیسا کہ دریا چر سے ثابت ہوتا
 ہے میں ایسی بے پتہ بات کا قائل نہیں اور نہ کوئی اس سے اتفاق کرے گا
 کہ باوجود معلوم ہونے تحقیق حق پھر اس کے خلاف پر بلا ثبوت کہنا کہ
 اس سے عدول کرنے والا نہیں کون سے مذہب و ملت کی بات ہے
 اور کس شریعت میں جائز یہ کیسا مسئلہ ہے کہ بجای جو اہل شافعی ارقام فرماتا
 (میں بالطبع ایسے مناظرات کا سخت مخالف ہوں اور نہ مجھ کو ان کے طرف
 رغبت ہے) اور نہ فرصت اور سلامی ضرورت بھی داعی نہیں

مخدوم آپ کے کلام سے چونکہ کلام الہی کا تقابل ہو گیا ہے اس لئے سلامی
 ضرورت داعی نہیں ورنہ ہمارے جیسوں پر تو بہتیری لے دے ہوتی
 اور آئندہ آپ بھی دیکھ لیجیگا مصالح سلامی پر اچھی نظر کی سیدھی سادھی
 تقریر جو کلام اللہ شریف کے موافق اور شان الہی جل و علا کے مطابق تھی کہ
 تو مناظرات منطقیانہ کہہ کر ٹال دیا اور ادھر ادھر کی باتیں خواہ کلام اللہ
 شریف کے موافق ہوں یا مخالف اپنے بات کو خوب بنانا چاہا اور بنایا اور

اور ہمارا دعویٰ بظاہر قایل قائم گو کہ یہ ہی کیون نہ ہو اور اس کا بھی تصفیہ ہو جاوے گا
 کہ ضعف مذکور مناظرات منطقیانہ سے ہو یا نفس کلام شریف و دلائل والا
 سے بین افسوس کہ تاہوں اور نہایت افسوس کہ آپ حبشی شخص اور مجھ
 جیسے عقیدہ مند کو ایسا مضمون ارقام فرماوین کہ جس کو دیکھ کر میں خود
 ہی متعجب ہو گیا اور تو خدا جانے کیا کچھ خیال کریں گے۔ مکرما۔
 جس قول کو آپ نے ترجمہ وفائدہ کا ماخذ و اصل ٹھہرایا ہے اسی کو
 بموجب دلائل والا تذکرہ بالا جو عشیت مدعا تھے۔

اظهر ما فی الضمیر نے صاف کلام اللہ شریف سے اوڑیا یا مناظرات
 منطقیانہ کو اس سحر کیا تعلق ذرا انصاف کی ضرورت ہے اگرچہ الحق مر
 ہاری طبیعتوں کا خاصہ ہے مگر مال الحق یعلو ولا یعلیٰ ہی ہوتا ہے
 جب کسی دعویٰ کے بنیہ سقیم البیان وغیر مثبت ثابت ہو جاتے ہیں
 تو اس کی ثبوت میں اور شاہد لانے پڑتے ہیں ورنہ اس دعویٰ سے رجوع
 ہی بہتر ہے جس مدعی کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو تو وہ صرف اپنے
 عمو سے پراسقہ راصر نہیں کر سکتا کہ اور اس کو تسلیم کریں اور اگر
 ایسا بھی ہو تو ضرور انکار کی نوبت آئیگی مقام معلوم میں اگر صا اطل

کر دینگے تو میں ہرگز اپنی بات کی بچ نہیں کروں گا فوراً رجوع کر کے
 قول راج کو اختیار کروں گا ورنہ میرا اصرار ہے کہ قول جمہور کو اختیار
 کرنا چاہیے اور قول مرحوم کو ترک خاص کر صورت مرضی و مسافرت
 میں کیونکہ اسمین سخت اندیشہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ
 المرجع والمآب۔

یہ نیاز مند عنقریب اور مسائل میں بھی تحقیق کرے گا اطمینان رکھئے
 فقط والسلام۔

راقم الحروف

خاکسار قدیم گل محمد خان عفی عنہ از قصبہ منگلو محلہ قلعہ تحصیل وڑکی
 ضلع سہارنپور۔ ۱۹ اپریل ۱۹۸۸ء مطابق ۲۷ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
 جانتا پایا ہے کہ اگرچہ مولوی گل محمد خان صاحب نے دینی دنیا
 کے تمامی افادات کو بفائدہ وایردات کو رد کر کے انکی پوری خدمت
 کردی ہے لیکن پھر بھی بموجب کم تر انکے اہل و عیال و آخر کے
 جو دو ایک بات رہ گئی ہے میں انکی خدمت سے شرف ہونا ہوں
 (اگر قبول افتد زہے عز و شرف)

جب نہ بنی تو سخت الفاظی کے پہلو پر اگر تہیچھا چھوڑا یا مین تو پھر بھی یہی کہونگا
 اور بار بار کہونگا کہ ذرا غور کیجئے نال سے کام لیجئے قول راجح کو پسند فرما کر
 مرجع کو ترک کر دیجئے اور مرجع بھی اس درجہ کا کہ جسکے وجہ سے نفوذ باقی
 شان باری مین بتانگے ہمارا اسلام ہرگز اس جرئت باکانہ کو جائز نہیں رکھتا
 اور نہ عقل سلیم قہمہ اور فائدہ تو پھر بھی درست ہو کر شایع ہو سکتے ہیں
 اور ایسا ہی ہوا کرتا ہے مگر شان باری تعالیٰ جو جمیع نقائص سے پاک و منزہ
 ہے اس مین کوئی کسی وقت کسی طرح کا نقص نہیں نکال سکتا اور نہ کوئی ایسی
 بات اختیار کرے کہ جس سے کسی قسم کا الزام لازم آوے چہ جائیکہ اصرار اور
 اگر بے جواہی الا خسان مرکب من الخطا والنسب ان نادانستگی مین کسی
 سے کوئی خطا و سہو ہو بھی جاوے تو بے علم اس خطا کو خطا سمجھ کر جو
 مالی الحق ضروری ہے ورنہ وہ سہو ہو نہیں رہے گا آئندہ تمام کارروائی
 قصدی ہی شمار ہوگی اور اسکا بدل بجز توبہ و انصوح کچھ نہیں ہو سکتا
 میری سچائی اور نیک نیتی میرے خلوص راہ سے ظاہر ہوتی ہے
 منفعت جمہور جو جو بات موجبہ و دلائل معتبرہ سے راجح ثابت
 ہو چکے ہیں اگر کوئی صاحب بدلائل واثقہ ضعیف و مرجع ثابت

کے لئے ہم صحیح بخاری اور فتح الباری کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں دیکھئے صحیح بخاری میں ہے **باب** متى يقضى

باب رمضان کی قضا کب تک ہے

قضاء رمضان وقال ابن عباس لا بأس ان يفرق لقول الله
 اور ابن عباس نے کہا کہ اگر متفرق رکھے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اگر روزہ نما
 فعدة من ايام اخر وقال سعيد بن المسيب لم يفرق في صوم العشرة الا بعد
 نے فرمایا ہے کہ دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے۔ اور سعید بن مسیب نے کہا کہ عشرہ کا روزہ بچا ہے۔
 حتى يبدء بمضان وقال ابراهيم التيمي اذا فرط حتى جاء رمضان
 جب تک رمضان کا روزہ نہ کہے اور ابراہیم التیمی نے کہا کہ جب رمضان کے قضا رکھنے میں
 اخر الصومها ولم ير عليه طعاما وبذكر عن أبي هريرة مرسل
 اتنی تاخیر کیا کہ دوسرا رمضان آگیا تو دونوں کے لئے روزہ ہی رکھنا چاہیے اور اوسے کھانا دینا لازم نہیں اور
 وابن عباس انه يطعم ولم يذكر الله الا طعاما قال فعدة
 ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما کہ اور ابن عباس سے مذکور ہے کہ کھانا دیں لیکن اللہ تعالیٰ کھانا کا کچھ ذکر نہیں کیا ہے اور
 من امام اخر۔
 تو یہی فرمایا ہے کہ دوسرے دنوں کو اس کی قضا کے لئے مقرر رکھے۔

بخاری کے اسی ترجمہ باب کے شرح میں علامہ ابن حجر نے فتح الباری
 میں وہ عبارت لکھی ہے جسکو ڈپٹی صاحب نے بحد عبارت سابق
 ولاحق تحریر فرمایا ہے جو بوجہ چند مخدوش ہے۔

ابن بالغ کا لفظ خود کہہ رہا ہے کہ یہ حکم عام اور عند العلماء عمومًا عام
 پسند نہیں ہے۔

ثانیا اسی فتح الباری میں یہی نیچی ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے

قال الطحاوی تفرد ابن عمر بذلك۔
 طحاوی نے کہا کہ ابن عمر اس معمول میں تنہا ہیں۔

قوله استدلال بالآية على ان المسافر والمرضى يفديان
 عموم لفظ كوليكراس يتبعه دليل على ان المسافر والمرضى فدية دين اور قضاء كسرين
 ولا يقضيان اخذا من عموم اللفظ تفسير اكليل للسيوطي

اقول دُپٹی صاحبے تفسیر اکیل سے اس عبارت کے نقل کرنے اور
 اس سے اپنا مطلب کاٹھنے میں بڑی بددیانتی کی ہے کیونکہ علامہ سیوطی

نے اس عبارت کے بعد یہ بھی لکھا ہے و مرد لان قوله تعالى او لاني
 یعنی مردوں کے لئے کہ جو مرد اور عورت کا قول آئے حق ہیں
 حقهما فعدة من ايام اخر مبع دلاله وعلى الذين يطيقونه عليهما
 فدية من ايام دلاله اسکو منع کرتا ہے اور علی الذین یطیقونہ بھی

لان ما عطف على الشيء غيره لاحالة انتهى پس جو عبارت کسی
 کیونکہ عطف معطوف میں ضرور منافی ہوتی ہے
 مستدل مجبول کے استدلال فاسد کے تردید کے لئے لکھی گئی ہو اسکو

چھوڑ دینا اور عبارت مردودہ کو لکھ کر اس سے اپنا مطالب نکالنا

اور اسکی نسبت ایک عالم و کتاب معتبر کے طرف کرنا علما منصفین و فضلا

متدینین کے نزدیک سیسہ کبریٰ اور حربیہ عظمیٰ نہیں ہے تو اور کیا ہے

استغفر الله

قوله فية البلاء بين قضا ومرضی کے بحث میں لکھا ہے و من

قَالَ بِالْأَطْعَامِ ابن عمر لکنہ بالغ فی ذلک فقال بطعم ولا یصوم
 یعنی کہ اگر کوئی روزہ نہیں پکڑتا تو اسے روزہ نہیں پکڑنا چاہیے اور اگر کھاتا ہے تو روزہ نہ پکڑے

اقول اس میں بھی دُپٹی صاحبے بددیانتی کی ہے چنانچہ اسکے ثبوت

اور اوسی میں یہ بھی ہے لما نزلت وعلى الذين يطيقونه فذيقوهما
 جب آیت وعلى الذين يطيقونه انزلت ہوئی
 مسکین کان من ارا دان یفطر افطروا فقدی حتی نزلت الایة التی بعد
 تو جب کارادہ افطار کرنے کا ہوتا تھا وہ افطار کرتا تھا اور فدیہ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ کو قایت اور تری جواس کے بعد
 فسختھا۔
 پیرا و سوا سکو منوع کر دیا

اور اوسی میں یہ بھی ہے قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدينة
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ من تشریف لاء اور یہاں تک لوگ روزہ رکھنے کا عادی
 ولا عهد لهم بالصیام فكانوا یصومون ثلاثہ ايام من کل شهر حتی
 پس یہ لوگ ہر تیسے میں تین روزہ روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ آیت شہر رمضان نازل ہوئی
 نزل شهر رمضان فاستلکوا ذاک و شق علیہم فكان من اطعم
 تو اس کو اس وقت بہت سمجھا اور اوپر کران گذرا پس حج ہر روز ایک مسکین کو کھلا دیتا تھا باوجود
 مسکینا کل یوم تراء الصیام فمن یطيقه وخص لهم فی ذاک نشر
 طاقت کے بھی روزہ چھوڑ دیتا تھا اور اس کے اوٹکو سخت تھی پھر اس کو آیت وان تصوموا خیرکم من منوع کر دیا
 نسخہ وان تصوموا خیرکم فامروا بالصیام۔
 پس لوگ روزہ ہی رکھنے کا حکم سے نکلے۔

اور اوسی میں یہ بھی ہے واتفقت هذه الاخبار علی ان قوله وعلى الذين
 اور یہ خبریں اس پر متفق ہیں کہ وعلى الذين يطيقونه
 بطریقونہ فذیقوہ منسوخ وخالف فی ذاک ابن عباس وذهبت لہ انہا
 تشیع ہے اور ابن عباس کے مخالف ہیں وہ اس کے حکم ہونے کے طرف ہیں لیکن وہ اسی کو دیر سے
 محلة لکنها خصوصۃ الشیخ الکبیر و نسخہ۔
 وغیرہ کے لئے خاص رکھتے ہیں۔

رابعاً ابن عمر کا یہ قول اس حالت کی واسطے ہے جبکہ رمضان کے
 روزے قضا ہو گئے ہوں اب اسکی قضا روزہ سے کیجائے یا اطعام سے تو یہ
 علماء کی تو یہ تحقیق ہے کہ بدیل فعدق من ايام اخر روزہ ہی سے چاہیے
 لیکن ابن عمر البتہ اس قول میں فردہین کہ اطعام ہی سے یہ قضا ادا

کے رہنمائی میں جمع بلا دلیل پر کیونکر عمل کیا جاسکے۔

ثالثاً یہ سب اقوال ڈپٹی صاحب کے نزدیک بھی مآخوذ نہ ہونگے ضرور نہیں
سے دہری ایک قول پسندیدہ ہوگا پس جو پسندیدہ ہوگا اسکا منافع بھی

اس میں موجود ہے پس ڈپٹی صاحب کو اس جگہ قاعدہ اصول ذاتی اعتباراً

تساقطاً یاد کر کے چپ رہنا چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب

اقوال بنا بر ذکر مذکور ہیں و اقوال و خیالات علماء حکماً بیان کی گئی ہیں

نہ کہ سب اخذ و عمل کر نیکی لئے مذکور ہیں اس لئے کہ مآخوذ و مقبول ضرور

وہی قول راجح ہوگا جسکا بیان مع الحجج والبرہان اوپر گزرا ۵

بے ہرجا بود مہر آشکارا	سہارا جز نہان بودن چہ یارا
------------------------	----------------------------

قولہ ابو مسلم اصفہانی اور اصم جو بڑے مفسرین ہیں حکم تحمیل کو بحق مفسر

اور مسافرین بحال رکھتے ہیں اور منسوخ ہونیکو خلاف لیسر بلکہ موجب

بتلاتے ہیں مکافئ الکبیر الی قولہ امام ابو مسلم اصفہانی اور اصم جو تحمیل

بحق مسافر و مرخص کو بحال رکھتے ہیں اور منسوخ ہونیکو موجب عسر بتلاتے

ہیں ان کا مسلک بھی ہمارے مطابق معلوم ہوتا ہے۔

۲ قول ڈپٹی صاحب کا اصم اور ابو مسلم کے قول کو مسلم رکھنا اور اسکے لئے

موجاگی چنانچہ بخاری کا باب کو بعنوان متى يقضى قضاء رمضان منقطع
کرنا اسکا شاہد عادل ہے پس یہ مانع فیہ سے خارج ہے کاش ڈیٹی صاحب
اسکو کسی قابل مولوی یا لائق طالب العلم ہی سے تحقیق کرائی جوتی تو اچھا ہو
ورنہ اب کیا ہوتا ہے گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قولہ فی البیامین ہے عن ابن عباس لسننا حججہ نہ قال لام ولد
ابن عباس کہتے نہ سمجھتے یہ جوت کر دے ہوا ہے ایجابیہ حاملہ اور وہ
لہ حاملہ اور مرضعہ انت منزلة الذین لا یطیعون الصوم علیہا الطحا
پانی پوڈی ہے کہا تو وہیں ہے بکھور روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تھیں نہ کھا نہ پیا ہے تجھ پر قضا نہیں
لا قضاء علیہا۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے ومما یلتحق بهذا المعنی الحامل والمرضع
اور اس معنی میں حاملہ اور رودہ مکملہ والی شامل ہے جب یہ دونوں اسے
اذ اخافتا علی انفسہما او ولدیہما ففیہما خلاف کثیر بین العلماء فہم
عاجز یہ اپنے بچے پر خوف کر رہی ہیں اس میں علماء مؤمن کہ و میاں میں بہت خلاف ہے بعض نے تو کہا کہ
من قال یفطران ویفدیان ویقضیان وقیل یفدیان فقط ولا قضاء و
یہ دونوں افطار کر رہی اور فدیہ دینا اور قضا کر رہی ہیں اور بعض نے کہا فدیہ دینا اور بعض نے کہا قضا
قیل یجب القضاء بلا فدیہ وقیل یفطران ولا فدیہ ولا قضاء
بلا فدیہ واجب ہے اور بعض نے کہا یہ دونوں افطار کر رہی ہیں اور فدیہ دینا اور بعض نے کہا فدیہ دینا اور بعض نے کہا قضا
اقول اولایہ سب اقوال اس آیت کے محکم و مسخ ہونے پر مستغرق ہیں اور

ڈیٹی صاحب کو یہ مسلم نہیں تو پھر وہ اس سے مستدل کیونکر ہو سکتے ہیں۔

ثانیاً معلوم ہے کہ یہ سب اقوال بیان بلا دلیل مذکور ہیں اور جو قول
مع الدلیل ہے اسکا بیان بالامزید علیہ او پر گزرا پس قول راجح مع الدلیل

ہذا من ثم نسخ ذلك وأوجب الصوم عليه مضيقاً معينا والقول الثالث
 کیا تھا اسکے بعد اس کو منوع کر دیا اور روزہ ہی کو معین کر دیا
 اور تیسرا یہ کہ یہ آیت بڑی مجہولہ
 انه نزلت هذه الآية في حق الشيخ الهرم واكثر المفسرين والفقهاء على القول
 کے لئے نازل ہوئی ہے
 اور اکثر مفسرین اور فقہاء دوسرے قول پر ہیں اور شافعی نے
 الثاني واختاره الشافعي -
 اس کو اختیار کیا ہے۔

پس اس سے بخوبی ثابت ہے کہ گونذہب اصم از روے طرق استدلال
 وقواعد عربیت جذرا صم ہی ہو لیکن باعتبار مسلک ومختارات المفسرين
 المحققين بلاشک شاذ باشد شذوذ سے پھر امام رازی تفسیر کبیر میں اسکے
 بعد فمن شهد منكم الشهر فليصمه کے تفسیر میں لکھتے ہیں المسئلة السادسة
 چھٹا مسئلہ

القائلون بان الآية المتقدمة تدل على ان المقيم الصحيح فخر بين ان يصوم
 جو یہ کہنے والے ہیں کہ پہلے آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیوم صحیح فخر بین ان يصوم
 وبين ان يفطر مع الفدية قالوا هذه الآية ناسخة لها وأبو مسلم
 بخیر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس کی ناسخ ہے
 اور ابو مسلم اصفہانی اور اصم
 ااصفہانی والا صم یتکوان ذلك وقد تقدم شرح هذه المسئلة
 دون اسکے منکرین اور اس مسئلہ کی شرح ابو یوسف کی
 ثم بتقدير صحة القول بهذا النسخة فهذا يدل على ان نسخ الاخذ
 یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے
 بالاثقل جائز لان ايجاب الصوم على المتعين اثقل من ايجابه
 ہے کہ جو کہ بالمتعين روزہ کا واجب کرنا بیشک بہار ہے
 اس سے کہ وہ روزہ اور
 على التحديد بينه وبين الفدية انتهى
 فدیہ کے درمیان تمیز ہو کر واجب ہو۔

اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ ڈپٹی صاحب نے ابو مسلم کی قول کو مسلم رکھا ہے
 حالانکہ یہ شخص سرے سے اسلام میں ناسخ منوع ہی کا قائل نہیں ہے

تفسیر کبیر کا حوالہ کرنا اور پھر اس پر اپنے مسلک کو قائم کرنا بالکل بددیانتی
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ ان کے اقوال و احتجاج کو امام رازی نے
تفسیر کبیر میں احتجاجاً واستدلالاً نہیں لکھا ہے بلکہ رد و ابطالاً تحریر

فرمایا ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے **واحتج القاضی رحمہ علیہ فساد**
امم کے قول کے فساد پر قاضی رحمہ نے یہ حجت قائم کی کہ

قول الاھم فقال ان قوله وعلى الذين يطبقونه معطوف
ہے کہ وعلی الذین بطبقونہ مسافر اور مریض پر معطوف ہے اور حق معطوف سے یہ ہے کہ غیر معطوف، علیہ ہو

والمریض ومن حق المعطوف ان يكون غير المعطوف عليه فبطل
پس اھم کا قول

قول الاھم اگر کوئی صاحب فرماوین کہ تفسیر کبیر میں اس کا یہ جواب بھی لکھا
اطل ہو گیا

ہو اسے اذنبنا ان المراد من المسافرين والمریض المذكورین فی الایۃ
یعنی ان کو دیا ہے کہ اس آیت میں جو مسافر اور مریض مذکور ہیں ان سے وہ مراد ہیں

ھما اللذان لا يمكنهما الصلۃ البتۃ والمراد من قوله وعلى الذين
جیسے روزہ رکھنا ممکن نہ ہو اور علی الذین بطبقونہ سے وہ مسافر اور مریض

یطبقونہ المسافر والمریض اللذان يمكنهما الصوم فكانت المغایرۃ
روزہ میں جیسے روزہ ممکن ہو پس بغیرت حاصل ہو پس مار و بیان کتابت ہو کہ جس قول کو امام نے اختیار کیا ہے

حاصلة فثبت بما بیننا ان القول الذی اختاره الاھم لیس بضعیف
ضعیف نہیں ہے

تو ہا جا گیا کہ اس کے نیچے تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ قول خلاف

جمہور ہے چنانچہ اس کی عبارت ہے **اما اذا وافقنا الجمہور**
لیکن جب ہم جمہور کی موافقت کریں اور

مسلکنا فسادہ نفی القولان الاخران وهو قول اکثر المفسرین ان المراد
خدا کو مان بین تو دوسرے قول باقی رہ گئے اور یہی قول اکثر مفسرین کا ہے کہ وعلی الذین بطبقونہ سے

من قوله وعلى الذين يطبقونه المقیم الصیغۃ فحیرۃ اللہ تعالیٰ اولاً بین
مقیم صحیح مراد ہیں پس پہلے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں ترجیح

ویسے ہی اسمین بھی یاد تودیدہ و دانستہ یہ جبرت و مہیا کی فرمائی ہے یا اصل بات

نہ جاننے کے سبب یہ تحریر کی گئی ہے وکلاہما لکھا تری

اور یہ دونوں مہیا تم دیکھتے ہو بہرین
۱۲ وکلاہما دیکھی کہ امام رازی جن سے ڈپٹی صاحب اکثر استدلال کیا کرتے ہیں

اور اس مسئلہ فدیہ میں بھی اونے مسئلہ میں تفسیر کبیر میں اس مرجع کو رد

کرتے ہیں بہت قال فان قيل لہ لا يجوز ان يكون الضمير عايد الى الفدية
چنانچہ کہ یہ رد ازیں کہ اس ضمیر کا فدیہ کے تعلق پر نہ کیوں نہیں جائز ہے تو ہم کہتے ہیں
قلنا وجہین احدهما ان الفدية غير مذكورة من قبل فكيف يرجع اليها
کہ دو وجہ سے۔ اول تو اس وجہ سے کہ فدیہ پہلے مذکور نہیں پس ضمیر اور دوسرے مذکور نہیں۔
الیه والثاني ان الضمير مذکور والفدية مؤنثة۔
اور دوسری ضمیر مذکور ہے اور فدیہ مؤنث ہے۔

ثانیا باعتبار عربیت کے اگر یہ تاویل علی بلا قال وقیل صحیح بھی مانی جا

تو اکثر علماء مفسرین و فقہا معتبرین کے خلاف ہو کہ یہ قول مرجوح و شاذ ہی

ہوگا و ہونگا تزی علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں

ان لاكثر على ان الضمير في قوله يطيقونه للصيام اور امام رازی

اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ یطيقونه میں ضمیر روزہ کے ساتھ ہے پھر ہی ہے
بھی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں الضمير في قوله وعلى الذين يطيقونه
یطيقونه میں ضمیر روزہ کے ساتھ ہے۔

عايد الى الصوم۔

ثالثا مولانا شاہ ولی احمد رحمۃ اللہ کے طرف اس مرجع کے جواز کی نسبت

کرنا نہایت ہی نامعقول وغیرہ پسندیدہ امر ہے کیونکہ مولانا موصوف کبھی

مونوی فیض الحسن سہارنپوری تعلیقات الجلالین میں لکھتے ہیں قولہ نزل النسخا

ہذا ما علیہ الجہو خلاف اہلانی مسلم کہ اخصر ہائی حدث بزعم ان کہ اس نسخہ میں نسخا
نخلات ابوسلم سفائی نے چنانچہ وہ یہ بیخیال کرتا ہو کہ ہماری ترتیب میں نسخہ کے نسخے ہیں
اور تفسیر نجری میں ہے ابو سلم صرف ایک شخص ہے جو خلافت جمہور مفسرین ہمارے

رای سے متفق ہے اسکا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن میں نسخ واقع نہیں ہوا
پس جو شخص کلیتہ نسخ کا قائل ہی نہیں وہ ایک سند خاص میں کیونکر نسخ کا قائل
ہو گا اور پھر عموماً مسلمان اپنے جمہور کے اقوال مدللہ کے مقابل میں ایسے ایک
شخص کو کیونکر قبول کر کے مسلم الثبوت کہیں گے۔

۵

چچہا ہو جہاں عنادل کا ایک پدی کو پوچھتا ہے کون

قولہ ایک بات ہے جسکا نہ آپ کے خط میں مذکور کیا اور نہ سوالات میں لکھی

کیف یجوز ارجاع الضمیر المذکور المنسوب فی (بطریقونہ) الی لفدیہ
بطریقونین ضمیر مذکور منسوب کا فدیہ کے طعن پھر نہ کیونکر جائز ہے باوجودیکہ وہ موخر اور موث ہے
مع انہ موخر و موث ہے آجہ انہ ملکا کان طعام مسکین مد لا من فدیہ
تو اسکا یہ جواب ہے کہ جبکہ طعام مسکین فدیہ سے بدل ملتا ہے۔

و لفظ مد لا کو وہ مقدم دنتہ لکونہ مبتدأ لا ایمان آجہ ابراہیم ارجاع الضمیر
اور نہ لفظ مذکور اور مبتدأ موع کے سبب سے ترتیب مقدم ہے و ابراہیم ضمیر مذکور کا موث لفظی متاخر کے طرف
المذکور الی المونث اللفظی المتاخر وقد ذهب الیہ المولوی شاہ ولی اللہ
پیر نے کا اعتراف ہے اور مولوی شاہ ولی اللہ دہلوی بھی اس آیت کے فائدہ میں اس طرف
الدهلوی ایضاً فی فائدتہ علی ہذہ الایۃ

آقول جیسے اور امور میں ڈپٹی صاحب نے بددیانتی اور تحریف کی ہے

در صوم و فدیہ و این معنی منسوخ است بآتی که متصل می آید صحت جم گوید شاید
 که معنی این چنین باشد و واجب است بر آنانکه می توانند داد فدیہ را دادن فدیہ
 که عبارت از طعام یک درویش است مراد صدقه الفطر است و سنت از مقدار
 کرده است بیک صاع یا نیم صاع اگر ندیم پس آیت محکم باشد نه منسوخ و شاید
 که معنی چنین باشد واجب است بر آنانکه می توانند قضا کردن یعنی قضا نکردند
 تا آنکه رمضان دیگر آمد و الله اعلم۔

فدیہ دادن که عبارت از طعام یک مسکین است و آن مقدار است بیک
 صاع مدو این حکم منقول است از قاسم و سعید بن جبیر و همین است مذهب شافعی
 و در این صورت نیز حکم است غیر منسوخ انتہی۔

اور مصفا ترجمه موطائین تحریر فرماتے ہیں اسی مسلمانان فرض کرده شد
 بر شماروزه داشتن چنانکہ فرض کرده شدہ بود بر آنانکہ پیش از شام بودند
 یعنی اہل کتاب تا بود کہ شام پر ہنر کاری کنند۔

فرض کرده شد بر شماروزه داشتن در روز ہا شمارہ شدہ یعنی روز ہاے
 اندک نہ بسیار پس ہر کہ باشد از شام یا ریام سفر و افطار کرد پس واجب است
 بروے عدد روز ہا کہ فطار کردہ است از روز ہاے دیگر و بر آنانکہ نمی توانند

اس فدیہ ڈپٹیہ یا نیچریہ کے معاذ اللہ قائل نہیں وہ ایک دوسری ہی تحقیق
 لکھتے ہیں جبکہ مغز کو شاید ڈپٹی صاحب نے سمجھا بھی نہ ہوگا اسلئے میں
 اونکی عبارت حضرات علماء کے سامنے اس غرض سے پیش کرتا ہوں کہ
 صاحبان علم و انصاف مجنباً عن التعصب و الاهتساف پہلے اسکو ^{حفظ}
 کریں اور اسکے بعد فرما دیں کہ ڈپٹی صاحب نے یہ تحقیق حق کی ہے یا
 تفسیر القرآن برایہ فرما کر ایک مشہور مسلم الثبوت عالم کی سزا حق کی تہمت
 تھوپی ہے۔ حضرات اب آپ مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی عبارت
 جو او نہوں نے فتح الرحمن ترجمہ قرآن میں لکھی ہے ملاحظہ فرمائیں آیا مامعذ
 فمن كان منكم مريضاً او على سفر فعدة من ايام اخر وعلى الذنوب يطيقون
 فدية طعام مسكين فمن قطع عخي فهو اخير له وان تصوموا خيرا لكم
 ان كنتم تعلمون هـ روزه داشتن در روز خیر شمار شدہ پس ہر کہ با
 از شما بیمار یا مسافر پس لازم است شمار آن از روز ہار دیگر و لازم است بر
 آنانکہ می توانند روزه داشتن یعنی ونمی دارند فدیہ کہ عبارت از خوراک
 یک درویش است پس ہر کہ بجا آرذنیکی این بہتر است اوراوانکہ روزه دار
 بہتر است شمارا اگر میدانید۔ مہر تحجیم گوید مضمون این آیت تخییر است

مسکین است یعنی فرخو یک مسکین یا اہل او باشد بر آنا تک طاقت دادن
 آن فدیہ دارند پس مراد صدقۃ الفطر است کہ در ہر سال یکبار در روز
 فطر از خود و ولد و مملوک خود می باید داد و تسمیہ و بفریہ بجهت آنست
 کہ ابقائے آدمی تا یک سال نعمتی است عظیم عوض آن شباع یک مسکین
 است با عیال او پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقدیر فرمودہ اند آنرا
 بیک صاع از قوت بد یا نیم صاع از گندم و یک صاع از خرما و جو و شمار
 قبل از ذکر بجهت آنست کہ مرجع مقدم است مرتبہ چنانکہ فی دار فزید
 و ضرب غلام عمر و و تذکیر ضمیر بجهت آنست کہ میل بمعنی کردہ اند زیرا کہ فترۃ
 بہان طعام مسکین است کما قال اللہ تعالی و ان لکم فی الانعام العبر
 نسفیکم مما فی بطونہ۔

اور سی جناب شاہ ولی اللہ صاحب مسوی شرح موطا میں فرماتے
 بہین قلت اختلف السلف فی قوله تعالی و علی الذین یطیعونہ
 خداوند تعالی کے قول و علی الذین یطیعونہ میں سلف دو قول ہیں مختلف ہو بہین
 علی قولین۔

احد ہما انہ کان برخصۃ فی اول الاسلام ان من شاء صام ومن شاء
 پہلے یہ کہ ابتدا اسلام میں اسکی رخصت تھی کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے فطر کرے اور صدقہ دے پھر یہ حکم
 افطر و تصدق تم لسنہ۔
 منسوخ ہو گیا۔

روزه داشتن فدیة است که عبارت از طعام یک مسکین است و این ترجمه بنا بر
آنست که لامقدر باشد یعنی لایطیقونه یا ویرانانکه میتواند روزه داشته
و روزه نمی دارند فدیة است که عبارت از طعام یک مسکین است و این ترجمه
بنا بر آنست که لامقدر نباشد پس بر وجه اول آیت در شیخ فانی که طاعت
روزه ندارند نازل شده است و محکم است و بر وجه ثانی منسوخ است در اول
اسلام اختیار بود در روزه داشتن و فدیة دادن بعد از آن منسوخ شد بآیت
فمن شهد منكم الشهر فمترحمم گوید همین دو توجیه از سلف منقول است
و قلق خاطر از هر دو نمیرود زیرا که حذف لام جایز در آن جا است که معنی مشتبه
نشود و اینجا معنی مشتبه میشود و لهذا جمیع عظیم از سلف قائل شده اند بوجه
ثانی و فرمود آوردن آیت باین معنی با وجود ابار لفظ گویا بر هم کردن تفسیر است
است و این از معانی قرآن بر میخیزد و آنانکه قائل به نسخ شده اند زیاده
از مقبول آیت و عمل متهم مسلمین شاهد ایشان نیست و وجوب قول به نسخ درین
صورت اگر چه از صحابی منقول شود محل نظر است زیرا که امر اجتهاد است پس
و چه دیگر بخاطر این فقیر نخندد که قلق از آن برخاست و الله اعلم یعنی
و واجب است فدیة نفس خود یا نفس ولد و مملوک خود و آن فدیة طعام یک

يجب على الولي ان يخرج من تركه المديت بسبب شغل ذمة المديت
 تركه من تركه سے اور سکو گائے بسبب مشغول ہونے ذمہ نیت کے
 بالصوم وهذه وجوه صحيحة قد ذهب إلى مدلول كل واحد منها
 روزہ کے ساتھ اور یہ سب وجہیں صحیح ہیں اور ہر ایک کے مدلول کے طعن سلف میں سے لوگ نہیں ہیں
 ۲ السلف والظاهر انهم أخذوا من محتملات الآية والله أعلم بالصواب
 اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں لوگوں نے آیت کے محتملات سے اخذ کیا ہے۔
 المحاصل روزہ جو ارکان خمسہ سلامیہ میں سے ایک رکن اعظم اور نبض
 صریحہ قرآنیہ فرض ہے اور کسی مسلمان سے بجز ان حالات ثلاثہ مفصل
 ذیل کے کسی حالت میں بروقت معاف نہیں۔

۱ اولاً عورتوں کو حالت حیض میں۔

ثانياً زن ومرد مریض کے لئے۔

ثالثاً زن ومرد مسافر کے لئے۔

اور ان حالات ثلاثہ کے لئے یہی حکم ہے کہ دو سہ ایام میں اسکے قضا
 کرے ہاں اگر کوئی ایسا بیمار ہو کہ پھر اسکے اچھے ہونیکے امید نہ ہو تو
 اسکے لئے اجازت ہے کہ وہ فدیہ یعنی ہر روزہ کے پہلے ایک مسکین
 کو کھانا کھلاوے سلف سے خلف تک یہ ایسا اتفاقی مسئلہ ہے کہ اسمین
 کسیکو کچھ اختلاف نہیں لیکن آجکل کے بعض شمس العلماء لوگوں کی یہ تحقیق
 ہے کہ جسکو فدیہ دینے کی قدرت ہو وہ فدیہ دیدے اور روزہ سے

وَتَانِيَهُمَا انِ الْمَعْنَى عَلَى الَّذِينَ لَا يَطِيقُونَهُ أَوْ عَلَى الَّذِينَ يَطِيقُونَهُ
اور دوسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ جو حال قوت میں روزہ کی طاقت رکھتے تھے اور اب عاجز ہو گئے۔
فِي حَالِ قُوَّتِهِمْ ثُمَّ عَجَزَ عَنْ الصَّوْمِ وَالْمُرَادُ هُوَ الشَّيْخُ الْقَافِي
اور مراد اس سے بڑا توڑ مار ہے۔

وَعِنْدِي لَهُ وَجِدٌ ثَالِثٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ الْمَعْنَى بِحِجَابِ طَعَامِ مُسْكِينٍ
اور میرے نزدیک پہلی ایک تیسری وجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو طاقت رکھتے تھے وہ صدقہ فطر ادا کر رہے
عَلَى الَّذِينَ يَطِيقُونَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ فَاضْمِرْ قَبْلَ الذِّكْرِ لِأَنَّهُ مُقَدَّمُ رِبَّةٍ
پس ضماری قبل ذکر کے رتبہ مقدم ہو چکے ہیں۔ اور ضمیر کا مفعول لانا
وَذَكَرَ الضَّمِيرَ مِيلًا إِلَى الْمَعْنَى لِأَنَّ الْقَدِيهَ أَمَّا هِيَ الطَّعَامُ وَوُجُوبُ الْقَطْرِ
معنی کے خیال سے ہے۔ کیونکہ قریہ وہی کھانا دینا ہے اور صدقہ فطر کا واجب ہونا
عَنْ هَذِهِ جَمِيعِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَاسْتَنْبَطَتْ مِنْ كَلَامِ الْقَاسِمِ وَسَعِيدِ بْنِ
صالح اہل علم کا مذہب ہے۔ اور اسکو مینے قاسم اور سعید بن جبیر کے کلام سے استنباط کیا ہے
حَمِيدٌ عَلَى مَا سَبَقَ۔

وَجِهًا رَابِعًا وَهُوَ أَنَّ الْمَعْنَى عَلَى الَّذِينَ يَطِيقُونَ الْقِضَاءَ فِي أَيَّامٍ
اور چوتھے یہ وجہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو لوگ دوسرے ایام میں قضا کی طاقت رکھتے ہیں
آخَرُ وَلَا يَقْضُونَ فَرِيَّةَ طَعَامِ مُسْكِينٍ وَالْأَيَّامُ الْآخِرُ الْمُرَادُ بِهَا مَا
اور قضا نہیں کرتے اور نہ فدیہ مسکین کو کھانا دیتا ہے اور دوسرے ایام سے رمضان کے بعد کے ایام
بَعْدَ الرِّمَازِ الْفَاتِ إِلَى رَمَضَانَ آخِرُ فَتَنَ أَنْ أَرِيدَ بِهَا عَدَمَ الْقِضَاءِ
دوسرے رمضان تک مراد ہیں کیونکہ اگر اس سے مطلقاً عدم قضا مراد لیتا ہے تو یہ اس کے مرنے کے بعد
مَطْلَقًا يَثْبُتُ ذَلِكَ الْأَبْعَدُ مَوْتَهُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ لَا يَكُونُ حَيًّا
ثابت ہو گا اور موت کے بعد کے ایام کسی چیز کے وجوب کے محل نہیں ہیں
لَوْ جُوبَ شَيْءٌ فَلَا يَكُونُ إِلَّا لِمَعْنَى وَاسْتَنْبَطَتْ مِنْ حَدِيثِ
تو آیت کے کچھ معنی ہیں اور یہ مینے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ جو مر گیا او
مِنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ شَعْرٌ فَلْيَطْعَمْهُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُسْكِينًا۔
اور یہ مہینوں کے روزہ ہیں تو وہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے
وَجِهًا خَامِسًا وَهُوَ أَنَّ الْمَعْنَى عَلَى الَّذِينَ يَطِيقُونَهُ الْقِضَاءَ وَلَا
اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو قضا کی طاقت نہیں رکھتے اور قضا بھی نہ کئے یہاں تک
لَقِضُوا حَتَّى يَمُوتُوا طَعَامِ مُسْكِينٍ بِكُلِّ صَوْمٍ وَمَعْنَى عَلَى الَّذِينَ أَنْ
کہ رتے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دینا ہے۔ اور معنی علی الذین کے یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے۔

الشعور فما مكنه تخصیص انزاله برمضان۔

پس رمضان میں اس کے نازل ہونے کی تخصیص کی گئی تھی

والجواب بوجہ ہین۔ الاول ان القرآن انزل فی لیلة القدر

اس کے دو جواب ہین پہلا یہ کہ بالکل قرآن پہلے لیلة القدر میں

جمله السماء الدنیاء نزل الی الارض نجوما۔

آسمان دنیا میں نازل ہوا پھر وہاں سے شعور اٹھوڑا دنیا میں اوترا۔

والجواب الثاني ان المراد منه انه ابتدی انزاله لیلة القدر

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ لیلة القدر میں رمضان کے معنی میں اسکا اوترا شروع ہوا

من شهر رمضان وهو قول محمد بن اسحق انه علی۔

اور یہی قول محمد بن اسحاق کا ہے۔

اور ڈپٹی صاحب کو جو چسپان معلوم ہوتا ہے اسکا ماخذ تفسیر کبیر میں

کچھ نہیں ہے بجز اس کے کہ دو تین شخصوں کا نام البتہ لکھا ہوا ہے

اور یہی ماخذ نہیں اور بصورت تسلیم جمہور کے مقابل میں فقط تین

شخصوں کا قول بلا دلیل کیونکر مقبول ہو سکتا ہے۔

پس اگر انصاف دیکھا جائے تو تفسیر بالرای اسکو کہتے ہین کہ قول جمہور

مدلل بالادلة تو نہ قبول کیا جائے اور دو تین شخصوں کا قول فقط

اسی بنا پر کہ جمکو چسپان معلوم ہوتا ہے اختیار کر لیا جائے

استغفر الله ولا حول ولا قوة الا بالله۔

قولہ ہن لباس لکم وانتم لباس لهن وہ تمہارے دامن کے

جگہ ہین اور تم اونکی چولی کے جگہ ف ایک چیز ایک چیز کو ایسی

اپنے کو معاف سمجھے وہو کما تری

قول ۱۰ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (روزوں کا)

مہینہ رمضان کا ہے جس کے (روزوں کے) بارے میں خدا کے

طرف سے قرآن (میں حکم) نازل ہوا ہے اکثر مفسرین نے انزل

فیہ القرآن کے یہ معنی کئے ہیں کہ ماہ رمضان میں قرآن کا اترنا

شروع ہوا جیسا کہ پارہ اخیر کے سورہ قدر میں مذکور ہے مگر جو معنی

ہم نے اختیار کئے ہیں تفسیر کبیر میں انکا مانع موجود ہے اور ہم کو

یہی چسپان معلوم ہوئی۔ حاشیہ سورہ بقرہ رکوع ۲۳

اقول ڈپٹی صاحب جس معنی کو اکثر مفسرین کے طرف منسوب

کرتے ہیں وہ قول جمہور ہے جیسا کہ تفسیر کبیر ہی میں لکھا ہے

وہو اختیار الجمہور ان اللہ تعالیٰ انزل القرآن فی رمضان

یہ اختیار جمہور ہے کہ بیک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو رمضان شریف میں نازل فرمایا۔

اور ہم لکھا ہے

السؤال الاول ان القرآن ما نزل علی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

بلکہ یہ کہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ہی دفعہ نہیں نازل ہوا۔

دفعۃ واحدة واما نزل علیہ فی مدۃ ثلاث وعشرین سنة

بلکہ تیس برس میں تہوداً تہوداً کر کے نازل ہوا ہے

منہما بعضا وکما نزل بعضہ فی رمضان نزل بعضہ فی سائر

اور جیسے بعض قرآن رمضان میں اویڑا ویسے بعض اور مہینوں میں بھی نازل ہوا ہے۔

اپنے تفسیر میں اختیار کیا ہے۔ یہ پورے دس ہوئے۔

قولہ ویخرون من الدین امنوا اور مسلمانوں کے ساتھ محمول کر

ہیں سورہ بقرہ رکوع ۲۶

۲ قول جیسے یہاں یخرون کا ترجمہ محمول کیا گیا ہے ویسے ہی سورہ مؤمن

میں یضیکون کا ترجمہ بھی محمول لکھا گیا ہے لیکن چونکہ محمول کا لفظ ہندوستان

کے ہر اطراف میں مستعمل نہیں اسلئے یہ ترجمہ عموماً عام فہم نہیں ہے اسلئے

مقابل میں ہندی یا ٹیٹھیا کا لفظ جیسا کہ ترجمہ قادریہ اور رفیعہ وغیرہ میں

ہے یا نسخہ میں کا لفظ بیکار۔ یہ قول میں بلا تردید مستعمل ہے۔

قولہ یسئلونک ماذا ینفقون اے پیغمبر تم سے لوگ پوچھتے ہیں:

کہ خدا کے راہ میں کیا خرچ کریں تو انکو سمجھا دو کہ خیر خیرات کے طور پر جو

کچھ بھی خرچ کرو تو وہ تمہارے مان باپ کا حق ہے سورہ بقرہ رکوع ۲۷

۲ قول مطابق تفاسیر خصوصاً تفسیر کبیر کے مطابق یہاں پر ماذا کا مطلب

خیر ترجمہ کس پر چاہی ڈیڑھی صاحب کے سید نے اسکے قریب قریب لکھا

یہ ترجمہ کیا ہے کس طرح اپنا مال خرچ کریں۔

اور ڈیڑھی صاحب نے خیر کا ترجمہ اپنے محاورہ کے جھونک میں خیر خیرات لکھا

لازم ہو کہ دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں تو کپڑے کے ضلع میں اوس
 لزوم کو ہمارے ہاں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ دونوں میں چولی دامن کا
 ساتھ ہے اسی محاورہ کے لحاظ سے لباس کا ترجمہ چولی دامن کا
 کیا گیا ہے۔ حاشیہ ترجمہ سورہ بقرہ رکوع ۲۳۔

۲ قول قرآن ایسے متبرک و ضروری کتاب کے مترجم کو چاہیے کہ سید
 سادے طور پر اوسکے مطلب کو ایسے واضح طور پر ادا کر دے کہ عام فہم
 ہو جائے نہ یہ کہ کسی خاص شہر کے ایسے مختص محاورہ میں اوسکو مقید
 کرے کہ اسکے لئے بھی اسکو ایک حاشیہ لکھ کر اسکے توضیح و تشریح کی
 ضرورت پڑے۔ پس بنا علیہ ڈپٹی صاحب کو لازم تھا کہ ضلع جگت کو
 چھوڑ کر صاف طور پر مطلب قرآنی ادا فرمادیتے جیسا کہ مولانا شاہ
 عبدالقادر صاحب نے ترجمہ کیا ہے وہ پوشاک میں تمہاری اور تم
 پوشاک ہو، نکلی۔ اور ترجمہ رفیعہ میں ہے وہ پردہ میں واسطے
 تمہارے اور تم پردہ ہو واسطے اونگے۔

قولہ ثلاث عشرة کاملۃ یہ پورا دہا ہوا۔ سورہ بقرہ رکوع ۲۴۔
 ۲ قول اس سے ظاہر اور فصیح وہ ترجمہ ہے جو سید احمد خان نے

سورہ بقرہ رکوع ۲۸

۲ قول کپڑا آنا۔ کپڑوں سے ہونا۔ کپڑا میلنا ہونا۔ میلے سر سے ہونا
ناپاک ہونا۔ بے نمازی ہونا۔ پھول آنا۔ معمولی بیماری ہونا۔ جھینے والی
بیماری۔ وغیرہ مختلف جملے ہندوستان کی مختلف حصوں میں جیس کے لئے
اگرچہ متصل ہیں لیکن جیس خود ایسا صریح و عام لفظ ہے کہ ہندوستان کے
ہر شہر و دیہات میں یہ لفظ عام فہم ہو رہا ہے۔

پس عام فہم لفظ کو چھوڑ کر خواہ مخواہ ایک ایسے محاورہ و اصطلاح کے لفظ
کو استعمال کرنا کہ جسکو فقط ایک جگہ کے خاص لوگوں کے سوا اور کوئی
نہیں سمجھتا کیا ضرورت تھا۔

۲ قولہ افرغ علینا صبرا ہمپر صبر کی یکھا لین اونڈیل دے

سورہ بقرہ رکوع ۳۳

۲ قول پچھال کو ہر جگہ کے لوگ نہیں جانتے اس لئے اس سے زیادہ
باجا و رہ اور عام فہم وہ ترجمہ ہے جو آپ کے سید نے اپنی تفسیر
اختیار کیا ہے۔ ہمارے دلون میں صبر ڈال۔

۲ قولہ فترکہ صلا ۲ اسکو سپاٹ کر کے سورہ بقرہ رکوع ۳۶

ہے حالیکہ اسکا ترجمہ بیان پر مال چاہے جیسا کہ آپ کے سنی نے بھی
 لکھا ہے اور تفسیر کبیر وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے اور خود قرآن شریف
 میں بھی خیر بمعنی مال وارد ہوا ہے کقولہ تعالیٰ

ان تراء خیرا ای مالا کما فی عامۃ التفاسیر۔

اگر چھوڑا یہی مال ایسا ہی ہے بہت سی تفسیروں میں۔
قولہ مصارف خیرات کی تو صراحت فرمادی اور مقدار کے نسبت لوگوں کے
ہمت پر چھوڑ دیا کہ جتنا گڑا لوگے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ حاشیہ آیت

قل ما انفقتم من خیر الی سورہ بقرہ رکوع ۲۶

۲ اقول عموماً ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کے تھوڑے ہی بعد وسیع لونک
ماذا ینفقون قل العفو ہے اور اسکا ترجمہ خود آپ یہ تحریر فرماتے
ہیں اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کتنا خرچ کریں تو انکو
سمجھا دو کہ جتنا تمہاری حاجت سے زیادہ ہو پس گڑ بھی اندازہ ہی کا
اچھا ہوتا ہے۔

چاہے حد سے زیادہ نہ بشر حل نکلے	چلے چال ایسے کہ کچھ کام ظفر حل نکلے
---------------------------------	-------------------------------------

قولہ والمطلقات یتوبصن بانفسھن ثلاثہ قروء اور جن عورتوں کو طلاق دے گی ہو وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں کے آنے تک دیکھیں

قولہ فطل ہلکی پیو ار سورہ بقرہ رکوع ۳۶

۲ قول اولایہ لفظ پیو ار نہیں بلکہ پیو ہا رہے انشا کہتا ہے ۵

پیو ہا رہنے کی خوش آئیدہ ہے اسوقت	شرعیہ کا موقع اسی پیو ہا رہنے ہے
-----------------------------------	----------------------------------

ثانیاً پیو ہا کے معنی خود چھوٹی چھوٹی بوندیوں کے ہے خواجہ فیصلی
مصطلحات اردو میں لکھتے ہیں پیو ہا نہی نہی بوندیاں تب اس کے
لئے ہلکی چھ معنی وارد۔

ثالثاً ط کا ترجمہ پیو ہا نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ بنم یا اوس چاہے
چنانچہ ترجمہ رفعیہ اور قادریہ میں یہی لکھا ہے اور تفسیر نیر خیر یہ میں شبنم
لکھا ہے پس ۵

خدا علیم ہے ہر شخص کے بناوٹ کا	اگر ہو نماز یوسجدہ کئے کہ سر ٹپکا
--------------------------------	-----------------------------------

قولہ سلام کے عملداری میں حسن نظام کا چاندنا تھا حاشیہ آیت
توبہ اللیل الخ سورہ ال عمران رکوع ۳۔

۲ قول چاندنی کے جگہ چاندنا ایک عجیب یا خاص محاورہ ہے۔

قولہ و انتہا نبتا احسن اور اوس کو خوب اچھا اوٹھایا سورہ
ال عمران رکوع ۳۔

۲ قول سپاٹ کا لفظ اکثر سیدھے کے تاکید و صفت کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور یہاں پر سیدھے کا موقع نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ جس چٹان پر تھوڑی سی مٹی جم گئی تھی جب اوپر زور کا پانی آیا تو مٹی بہ گئی اور وہ پتھر صاف سخت رہ گیا جو قابل زراعت نہیں۔ چنانچہ ترجمہ رفیعہ میں ہے پس چھوڑ دے او کو صاف۔ اور ترجمہ قادریہ میں ہے تو او کو کر رکھا سخت۔ اس لئے صلا کا ترجمہ سپاٹ ہرگز مناسب نہیں کیونکہ صلا کے معنی سخت و شفاف کے ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے الصلا الاملس الیابسی نقال ^{صلہ کے معنی صاف خشک کے ہیں} حجر صلا اذا کان براقا املس وارض صلاۃ ای کثرت عجب کہ بن حجر صلا جبکہ وہ براق صاف ہوتا ہے اور کہتے ہیں ارض صلاۃ جب اوسین کوئی چیز شیا کا حجر الصلا و صلا الزند اذا لم یور ناراً۔ نہیں جتنی جیسے حجر صلا یعنی صاف پتھر اور کہتے ہیں صلا الزنجب بقاء کے پتھر سے نہیں بنتی پس باعتبار نعت کے اس کا ترجمہ سخت و شفاف یا صاف چاہیے اور اچھے سید کے محاورہ میں صفا چٹ چنانچہ تفسیر نچری میں ہی لکھا ہے

دل فقیری سے صفا لاس کیا حال اگر | تو نے داری کو بربایا یا صفا چٹ کیا

الحاصل اس کا ترجمہ سپاٹ کسی طرح درست نہیں لیکن۔ ۵

ہوتا ہی اچا انداز سے مطلب معلوم | ورنہ کہنے میں کلمات تو کچھ ہی ہیں

بھی نہ کچائے حاشیہ آیت قال رب اجعل لی آیتہ سورہ آل عمران رکوع ۴۔

۲ قول روزہ میں دنیا کی لغو باتیں کرنی تو اس شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی منع ہے لیکن یہاں پر رمضان سے روزہ مراد لینا اور پھر اسپر یہ حکم سکوت جاری کرنے میں کلام ہے اور یہ ثابت نہیں پس ثابت ہو گیا کہ یہ بنا فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ اس سے تفسیر کبیر میں لکھا ہے **اختلفوا فی المراد بالرمز** ہنا علی اقول **آحادہا** انہ عبارتہ عن الاستنادۃ کیف کانت بالیہ **أو الراس** الخ **أو العین** أو الشفۃ۔

والثانی انہ عبارتہ عن تحریک الشفتین باللفظ امر غیر نطق **و صوت قالو** او حمل الرمز علی **هذا المعنی** اولی انسہی۔

قوله ما کان ابراہیم یہودی ولا نصرانیاً و لکن کان حنیفاً **ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہمارے ایک سرکار کے بندہ و مہربان تھے** سورہ آل عمران رکوع ۷۔

۲ قول کہین توڑ پی صاحب محاورہ کے ایسے شیفتہ ہوتے ہیں کہ

۱۲ قول اسکا مطلب خیر یہ ترجمہ ہے اور اسکو اچھی طرح پال پوس کر
 بڑا کیا۔ پالا پوسا کا لفظ ڈپٹی صاحب نے بھی سورہ احزاب کے حاشیہ
 میں زید بن ثابت رض کے شان میں استعمال کیا ہے۔

قوله ۱۲ آیت ان لا تکلم الناس ثلاثہ ایام الا رمزا فرمایا
 نشان جو تم مانگتے ہو یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرو گے
 مگر اشارہ یعنی روزے رکھنا سورہ آل عمران رکوع ۴

۱۲ قول اشارہ کے معنی روزے رکھنا لکھنا قرآن کی تفسیر برائے کرنا
 ہے کیونکہ کسی نے یہ معنا اختیار نہیں کیا ہے حتیٰ کہ آپ کے سید کو
 بھی یہ معنی نہ سوجھے وہ بھی یہ لکھتے ہیں خدا نے کہا کہ تیرے لئے
 نشانی یعنی حکم یہ ہے کہ تین دن تک کسی آدمی سے بجز اشاروں کے
 بات نہ کرو تفسیر کبیر میں ابو مسلم کا قول لکھا ہے کہ لا تکلمو الناس کا مطلب
 یہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نہ کرے اسی لئے ہمنے
 اسکا ترجمہ بمعنی نہیں کیا سو قول مذکور یہ ہے ۱۲ المعنی آیت ان لا تکلم
 آیت کے یہ معنی ہے کہ تم اس پر مامور
 تصدیق مامور ایان لا تکلمو ثلاثہ ایام استعفی۔

قوله ۱۲ کے شریعت میں یہ بھی تھا کہ روزہ میں دنیا کی بات چیت
 ہو کہ تین روزہ تک بات نہ کرو

اقول اگر آپ نے ایسا سمجھا ہے تو اس حدیث صحیح کے برخلاف کیا ہے
 عن ابی بن لعب في قوله عرجل واذا اخذ ربك من بني ادم من ظهورهم
 ذرئتهم قال جمعهم فجاءهم ازواجهم عورهم فاستنطقهم فتكلموا
 فخذ عليهم العهد والميثاق واشتددهم على انفسهم الست برسم
 قاله ابی قال فاني اشهد عليكم السموات السبع والارضين السبع
 واشهد عليكم اباكم ادم ان تَقُولُوا يوم القيامة امر غلم بهذا
 اعلوا انه لا اله الا هو غيري ولا رب غيري ولا تَمُوتُوا ابدا شيئا
 اني سادسل اليكم رسلي يذكرونكم عهدكم وميثاقي وانزل عليكم كُتُبِي
 قالوا شهدنا يا نبي ربنا والهنا لا رب لنا غيرك ولا اله الا انت يا نبي ربنا
 بذلك ورفع عليهم ادم عليه السلام ينظر اليهم فرأى الغنى والفقير
 وحسن الصورة ودون ذلك فقال رب لو اني كنت من عبادك لودع
 اني احببت ان اشكر وراي الانبياء فيهم مثل السرج عليهم النور
 خصوصا بميثاق اخرف الرسالة والنبوة وهو قوله تبارك وتعالى و
 اذا اخذنا من النبيين ميثاقهم اني قوله عيسى بن مريم كان في ذلك
 الارواح فارسله الى مريم عليها السلام فحدث عن ابی انه دخل مرفها

لئے مفہوم قرآنی کے متغیر ہو جانے کی بھی کچھ پروا نہ نہیں کرتے اور کہیں
لفظی سن مانی معانی کے ایسے پیچھے پڑتے ہیں کہ عام فہم عمرہ محاورہ
کے الفاظ بھی چھوڑ دیتے ہیں مثلاً حنیف کے ترجمہ میں پکایا چھوٹا مسلمان
حبیب سید احمد خان نے لکھا ہے اُمت تو کیا اچھا اور عام فہم بھی
ہو جاتا لیکن ہاں ڈپٹی صاحب کے نئی انجی اور تائیدیت کا اظہار نہ ہوتا ہے
موتے ہیں یا ہمال گلی تازہ نو بہا | کس سے اور ائی تو نے یہ فقار کی طرح

قولہ ۱۸۱ انفسہم مگر انہی ہی تین سورہ آل عمران رکوع ۷ سے
اقول تین کا لفظ آجکل غیر فصیح ہے انشاء اللہ زبان دریا لطافت میں
ہیں بجا میرے تین تیر تین و ہار تین و تمہا تین و او سکی تین و انکی تین و
اونکی تین و اچکی تین کہ زبان اردو بہت و فصیحان بجا ہے آن تجھے
و تجھے و ہمیں و تمہیں و اسے و او کو و انہیں و انکو گوئی نہ انتہی۔
قولہ ۱۸۲ ہنہ تو ایسا سمجھا ہے کہ جیسے تمام نبی آدم کے ۱۸۲ الست بنیم
۱۸۲ پیغمبروں کا عہد و پیمان کیونکہ دین حق ہمیشہ ایک رہا ہے شریعت
میں مصالح عباد کے لحاظ سے کچھ کچھ اختلاف ہوا کیا ہے۔ حاشیہ آیت
واذ اخذ اللہ منہن اذین سورہ آل عمران رکوع ۹۔

ہے کہ وہ خود بخود جگہ سے ہل نہیں سکتا اور پر کو پھینکا جائے تو آخر کار زمین پر گر پڑتا ہے پانی نشیب کے طرف کو بہتا ہے ایک خاص بلندی سے زیادہ اونچا چڑھ نہیں سکتا ایک قاعدہ مرغی کے انڈے بچے دینے کا ہے ایک قاعدہ آدمی کے توالد و تناسل کا ہے یہی قاعدے فطرت کہلاتے ہیں انسان کے فطرت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے اور اوسکو ایک ہی مانتا ہے اور یہی دین اسلام ہے فطرۃ اللہ الی فطرۃ الناس علیہا لا تبدل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولكن اکثر الناس لا یعلمون جس طرح کوئی چیز اپنے فطرت سے خارج نہیں ہو سکتی اور یہی بنائی گئی ہے اس سستی کو چھوڑ کر دوسرے طرح کے ہستی اختیار نہیں کر سکتی انسان بھی از روئے فطرت خداے واحد کا منکر نہیں ہو سکتا یعنی ہنسنا ہونا اور خداے واحد کا قائل ہونا لازمہ خلقت بشری ہے ہاں غلط فہمیان واقع ہو جاتی ہیں جبکہ اصلاح کے لئے پیغمبر آتے اور کتابیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ حاشیہ آیت اغفر دین اللہ یغفر سورہ آل عمران رکوع۔ ۹۔

۲ قول اس حاشیہ غاشیہ فائدہ بیفائدہ میں گواہی ہے نیکو یا پتھری

رواہ احمد ہذا فی مشکوٰۃ فی باب الایمان بالقدر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیعۃ اللغات شرح مشکوٰۃ
 میں خصوصاً میناق اخذ کے شرح میں لکھتے ہیں مخصوص گروانیدہ شدہ
 پیغمبران بعہد و پیمان دیگر زیادہ برعہد الوہیت و ربوبیت و رسالت
 و نبوت تاحق آنها ادا کنند و از عمدہ آن برآیند و احکام شریع و احکام
 الہی بخلق می رسانند ازینجا معلوم شد کہ در میان نبوت و رسالت فرقے
 است چنانکہ در کتب کلامیہ مذکور است و هو قولہ و این عہد رسالت
 و نبوت مذکور است در حق تبارک و تعالیٰ و اذ اخذنا من النبین میناق
 و چون گرفتیم کہ پروردگار جہاں نیا نیم از پیغمبران پیمان ایشانرا در رسالت
 و نبوت الی قولہ تا قول وے تعالیٰ عیسیٰ بن مریم و تام این آیت انچنین
 شد و اذ اخذنا من النبین میناق ہم و منك و من نوح و ابراہیم و موسیٰ
 و عیسیٰ بن مریم و انت علی۔

اقتضای تلامذہ طلب یہ ہے کہ تمام کارخانہ عالم خدا کا بنایا اور پیدا کیا
 ہوا ہے اور جس قاعدے پر اس کارخانے کو چلانا خدا تعالیٰ کو منظور تھا
 اوسے قاعدے پر چل رہا ہے اور قیامت تک چلا جائیگا نتیجہ کو ایسا بنایا

ناخلف اولاد نہیں ہیں جو نیچری نہوں نیچر ہمارے خدا کا ہمارے باپ دادا کا تمغہ ہے ہم نیچری ہمارا خدا نیچری ہمارے باپ دادا نیچری انتہی بلفظ اس پر آپ سے استفسار ہے کہ جب آپ اور آپ کے سید کے نزدیک نیچر میں کسی قسم کی تبدیلی ہو ہی نہیں سکتی تو او کا یہ لکھنا کہ جبنا تو گون نے بگاڑا تو ناپیغمبروں نے سنوارا اور آپ کا یہ تحریر فرمانا بان غلط فہمیان واقع ہو جاتے ہیں جنکے اصلاح کے لئے پیغمبر آتے اور کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں اسکے کیا معنی کیونکہ مغیر اور مخرب نے اپنی ہستی اولیٰ چھوڑی اور دوسرے ہستی کے طرف انتقال و حرکت کی یا نہیں اگر کی تو تبدیل نیچر لازم آئی و ہو خلاف مفروضہ کہم اور اگر نہ کیا تو یہ صلاح الانبیاء چہ معنی دارد۔

ثانیاً آپ کے اس فائدہ مفیادہ سے ثابت ہے کہ فقط خداے واحد کا قایل ہونا یہی دین اسلام ہے اور رو یا صادقہ میں بھی آپ لکھتے ہیں صر قال لا اله الا الله کے سوا اسکے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ اصل دین خدا کا جانا ہے اور اتنا جاننا خاشکے لئے بس ہے۔

پس بموجب قرآن آپ کے فطرہ یعنی اصل توحید تو کبھی بگڑتی ہی نہیں اور

کا لفظ اطلاق نہیں فرمایا لیکن بموجب ولت عرفہم فی الحق القول
 کے آپ کی اس تقریر میں نیچر کے اصول و فروع کا بالکل فوٹو اتر آیا۔
 چنانچہ پیر نیچر کے ایک تقریر میں ہے جعفر حنین دیکھائی دیتی ہیں
 یا جاتی گئی ہیں یہاں تک کہ انسان کے کام اور انسان کے خیالات اور اس کے
 اعتقادات سب کے سب نیچر کے قوانین کے زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں پس
 جو ہمارے خدا کا مذہب وہی ہمارا مذہب ہے خدا نہ ہندو ہے نہ عفری مسلمان
 نہ مقلد نہ لائبرٹ نہ یہودی نہ عیسائی وہ تو پکا جھٹسا ہوا نیچر ہی ہے
 وہ خود اپنے کو نیچر ہی کہتا ہے پھر اگر ہم بھی نیچر ہی ہیں تو اس سے زیادہ
 ہم کو کیا فکر ہے لاہتبدیل الخلق اللہ کے تقسیمین قاضی بیضاوی نے لکھا ہے
 لا یقدر احد ان یغیرہ یعنی کسی کا مقدر نہیں ہے کہ اس کو بدل دے
 پس یہ خدا کا دین ضرور پھیلے گا نہ میرے روکنے سے روکے نہ تمہارے
 روکنے سے موسیٰ پر کیا موقوف ہے جتنے پیغمبر گذرے سب نیچر ہی تھے
 خدا خود نیچر ہی ہے جب لوگوں نے نیچر کے قوانین کو چھوڑا تب ہی اس نے
 پیغمبر بھیجا جو پیغمبر آیا اس نے کیا کیا پھر لوگوں کو نیچر کا رستہ بتایا اور جتنا
 انکار اٹھا اتنے کو پھر سنوارا جب ہمارا دادا ابراہیم نیچر ہی تھا تو ہم اس کے

۱ کے حالت میں مر گئے ان میں کوئی شخص کرہ زمین کے گول بھر بھی سوا سمٹا
 میں دینا چاہے تو ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔ بڑے مشکے کو اردو میں
 گول کہتے ہیں۔ حاشیہ آیت ان الذین کفروا اللہ سورہ ال عمران رکوع ۹
 ۲ قول معلوم نہیں کہ کہاں کی اردو میں بڑے مشکے کو گول کہتے ہیں اور
 آپ کس کے محاورہ میں یہ ترجمہ لکھتے ہیں ذفائس اللغات وغیرہ کتب
 لغت اردو میں کہیں اسکا پتہ نہیں اور پھر یہاں پر گول مشکے کی ضرورت
 ہی کیا ہے کیونکہ ملء الارض کے معنی مطلق زمین بھر ہے چنانچہ مولانا
 شاہ عبدالقادر درہ نے یہی لکھا ہے اور آپ کے سید نے بھی سیکو
 اختیار کیا ہے پس ناحق آپ کو اس گول مشکے میں گرنایا ضرورت تھا۔
 قولہ فینقلبوا خائبین نے نیل مرام واپس چلے جائیں سورہ
 ال عمران رکوع ۱۳

۲ قول نیل مرام عربی لفظ عام فہم نہیں ہے اس سے اچھا اور واضح
 ترجمہ آپ کے سید نے لکھا ہے نامراد ہو کر لٹے پھر جاویں۔
 قولہ لعلکم تفلحون عجب نہیں (آخرت میں) تم فلاح پاؤ سورہ
 آل عمران رکوع ۱۴۔

خداے واحد کا منکر بحت کہی کوئی پایا ہی نہ گیا اور نجات کا مدار فقط اسی توحید ہی پر ہے تو پھر ارسال رسل و انزال کتب کے کون ضرورت داعی مہوئی اور انبیاء و رسل نے کیا اصلاح کی۔

ثالثاً آپ رویہ صادقہ میں لکھتے ہیں۔ فطرت کے اعتبار سے آدمی آدمی سب یکساں مگر نری فطرت ہی فطرت ہوتی تو کچھ جھگڑا نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ انسان ایک طرف مغلوب گونا گون خواہشوں کا مغلوب ہے تعلیم و تربیت کا مغلوب سوسائٹی کا مغلوب رسم و عادت کا چوپای تو ہوا چل رہی ہے ہر طرف سے تھپیڑے پر تھپیڑے پڑے لگ رہے ہیں کنکواسیدھا اوڑھے کیا خاک

درمیان قعر دریا تختہ بزمِ کردہ | باز میگویی کہ دامنِ مکن برشیا باثر
پس اس سے ثابت ہے کہ آپ کے یہ تحقیق فطرت بھی مناقضہ و ظلمت سے خالی نہیں۔

اگرچہ بڑھ گئے تھے استخوان و پوست لے | لگایا ایسا کہ تسمہ بھی پھر لگانہ رہا

قوله ان الذين كفروا وما تواوا هم كفار قلن يقبل من احدكم
ملء الارض ذهباً ولو اقمنا دي به جولوگ منکر ہوئے اور انکار ہی

لوگوں میں ہے جو کم سے کم ایامی و محسنات کے گرد انبی اور مرۃ العروس و نبات النعش کے دیکھنے بھانسنے کی لیاقت رکھتے ہیں اور جو بیچارے تنہا غلامیٰ و راہ نجات والے ہیں ان کے دلون کو تو ضرور اس سے بے چینی ہوگی۔ پس قرآن ایسے متبرک و ضروری کتاب کے ترجمہ میں ایسا خاص محاورہ اختیار کرنا تسہیل و تیسر (جسکے ڈپٹی صاحب مدعی ہیں) کے ضرور خلاف ہے ہاں یہ ترجمہ البتہ با محاورہ ہے جسکو آپ کے سید نے اختیار کیا ہے تاکہ امتحان کرے اللہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اور کوئی پرکسے جو کچھ کہ تمہارے دلون میں ہے اور اوضح وہ ترجمہ ہے جو مولانا عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے۔ اور اس کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نغمہ راز جو کچھ تمہارے دلمین ہے

قولہ۔ احد کی لڑائی بگڑی تو مسلمان ایک جھکولا لکھا کر پھر سانوٹے ہوگی۔ حاشیہ آیت اعنا ذلک الشیطان الخ سورہ آل عمران رکوع ۱۸
 ۲ قول سانوٹے کو ڈپٹی صاحب نے اس جگہ کے سوا سورہ طہ اور سورہ فتح کے ترجمہ میں بھی اختیار کیا ہے لیکن شاید یہ خاص پنجابی لفظ ہے اسلئے ہم ہندوستانی اس سے عموماً مستفی نہ ہیں ہو سکتے

۲ قول لعل کا ترجمہ عجیب اور پھر آخرت کی قید یہ دونوں ہی وقوع ہیں
اس سے کہیں بہتر وہ ترجمہ ہے جو آپ کے سید نے مطلق اختیار کیا
ہے۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قولہ المصاحف ہم اپنے پچھڑنے کی جگہ سورہ آل عمران رکوع ۱۶
۲ قول پچھڑنے کی جگہ مصرع و مصارع کا ترجمہ ہے نہ مضامع کا کیونکہ کہ
افغنی معنی ہے خواب گاہ سونپنی جگہ اور با محاورہ مطلب خیز وہ ترجمہ ہے
جو ہمارے مولانا عبد القادر رحمہ نے لکھا ہے اپنے پڑاؤ پر اور وضع
وہ ترجمہ ہے جو آپ کے سید نے لکھا ہے اپنے قتل ہونے کی جگہ بہر صورت
ڈپٹی صاحب کا ترجمہ نہ تو لفظاً ہی صحیح ہے اور نہ محاورہ فصیح کمالاً بخفی۔
قولہ ولیتبلی اللہ ما فی صدورکم ولیبش ما فی قلوبکم خدا کو منظور
تھا کہ تمہارے ما فی الضمیر کو آزمائے اور تمہارے دلی خیالات کو دیکھو
سے میل کجیل سے صاف کرے سورہ آل عمران رکوع ۱۶

۲ قول ما فی الضمیر ما فی القلوب کا ترجمہ نہوا اگر حواریان ڈپٹی صاحب
فرماویں کہ اردو میں یہ مستعمل و مفہوم ہے تو کہا جائیگا کہ پھر ترجمہ کے
ضرورت ہی کیا تھی اوسیکور بنے دیتے اور پھر اگر مستعمل ہے تو او نہیں

عنہما ان اللہ کان نوابا رحیما اور مسلمانو تمہارے عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو انکی بد فعلی پر اپنے لوگوں میں سے چار کی گواہی لو پس اگر گواہ انکی بدکاری کی تصدیق کریں تو سزا کے طور پر ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت انکا کام تمام کر دے یا اللہ انکے لئے کوئی اور راستہ نکالے اور جو دو شخص تم لوگوں میں سے بدکاری کے مرتکب ہوں تو انکو مارو پیٹو پھیرا کر توبہ کریں اور اپنی حالت کی اصلاح کریں تو ان سے اور زیادہ تعرض نہ کرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

پہلی آیت میں صرف عورت کی خفیف سے سزا یعنی گھر میں بند رکھنے کا مذکور تھا اور اس میں مرد و عورت دونوں کے مار پیٹ اور یہ دونوں حکم بھی مذکور تھے اسکے بعد تنویرے اور سنگسار کرنا حکم اخیر نازل ہوا۔ سورہ نسا رکوع ۲۱ قول اس سے ثابت ہے کہ ڈٹپی صاحب کے نزدیک دونوں آتین ایک ہی حکم یعنی زنا ہی سے متعلق ہیں حالانکہ تفسیر الممنثور میں ہے ^{خلا} اخرج

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاہد
عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے
واللذان یا نبی انہما منکم قال الرجلان الفاعلان اور مولانا شاہ عبد
کہ واللذان یا نبی انہما منکم سے دو مرد لو اوطت کرنے والے مرد ہیں

ہندیان را اصطلاح دیگر است

سندیان را اصطلاح دیگر است

قوله سورة النساء مدنية و مع مائة وسبع وسبعون آية و اربع
سورة نسا مدینے میں نازل ہوئی اور اس کے ایک سو ستھتر آیتیں ہیں۔
وعشرون ركوعاً

اقول اس میں اخیر کے جملہ و اربع وعشرون ركوعاً کا ترجمہ بالکل
چھوڑ دیا گیا ہے جس کے معنی ہے اس میں چوبیس رکوع ہیں۔

قوله و اذ حضر القسمة اولو القربى و اليتامى و المساكين فادروهم
اور جب تقسیم کر کے وقت درو کے رشتہ دار اور یتیم بچے اور مساکین آمو جو
ہوں سورة نسا ركوع ۱۔

اقول درو کے رشتہ دار ایک جگہ محبوب یا محروم رشتہ دار چاہے چنانچہ
مولانا عبد القادر صاحب فادہ میں افادہ فرماتے ہیں جس وقت
میراث تقسیم ہوا اور برادری کے لوگ جمع ہوں تو جب کو حصہ نہیں پہنچتا
اور قرابتی ہیں یا یتیم یا محتاج ہیں تو کچھ کھلا کر رخصت کرو۔

قوله و التي ياتين الفلحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن اربعة
منكم فان شهدوا فامسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت و يجعل
لهن سبيلاً و الله ان ياتينها منكم فاذوهما فان تابا واصلحا فاعزوا

۲ اقول گیلٹر لڑکیاں عموماً عام فہم نہیں اور آپ نے جو حاشیہ میں اولاً لکھا وہ لڑکا لڑکی دونوں کو شامل ہے پس اسکا ترجمہ حوا یہ ترجمہ تھا۔
تمہارے جو رونا کی لڑکیاں جو دوسرے شوہروں سے ہوں۔

قولہ ولا تفتلوا انفسکم اور اپنے ہاتھوں اپنے پاتوں پر کھڑی نہ مارو۔ لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ اپنے جانوں کو ہلاک نہ کرو اور سے بعض نے خودکشی مراد لی ہے۔ بعض نے خون ریزی اور بعض نے مشقت جکا تحمل نہ ہو سکے اور بعض نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں جو ہنر ترجمہ میں اختیار کئے ہیں حقوق عباد کا تلف کرنا مواخذہ عباد اور باہمی اعتبار کے لحاظ سے اپنے ہاتھوں اپنے پاتوں پر کھڑی مارنا ہے۔ سورہ نسا رکوع ۵۔

۲ اقول اگرچہ بزم خود اپنے اردو کا ایک محاورہ یہاں ترجمہ میں لکھا دیا لیکن متن میں جو زور و قوت ہے وہ اس سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ قتل نفس ایک نہایت ہی سخت و غلیظ و ایسا محدود داء ہے کہ مافوق اس کے کوئی عقوبت متصور نہیں بخلاف کھڑی مارنے کے کہ ادنیٰ تکلیف و ایذا نقصان پر بھی اسکا اطلاق ہو سکتا ہے اور اگر

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکے فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں اگر دو مرد فعل
بدکرین اور آپ کے سید لکھتے ہیں اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں
تو اونکو ایذا دو۔ پس ان سب ثابت ہے کہ پہلی آیت زنا سے علاقہ رکھتی
ہے اور دوسری آیت لواطت کے متعلق ہے لیکن معلوم نہیں کس وجہ و
مصلحت سے ڈیٹی صاحب نے اپنے قرآن سے یہ حکم اوڑا دیا معاذ اللہ
رموز مصلحت خویش خود رجمان اند۔

قولہ ۱۲۱ ثبت الا ان اے رب میری توبہ سورہ نسا رکوع ۳
۱۲ قول گو یہ دہلی کے کسی محلہ کا محاورہ ہو لیکن نہ یہ لفظی ترجمہ ہے اور
نہ عموماً ہندوستان چہ معنی دہلی کا بھی محاورہ نہیں ہے کیونکہ مولانا عبد
صاحب بہ پابندی الفاظ یہ ترجمہ کرتے ہیں میں نے توبہ کی اب۔ اور آپ کے
سید دہلی کے عام محاورہ میں لکھتے ہیں میں نے اب توبہ کی۔ پس آپ اس ترجمہ
میں ۱۲۱ الی ہولاء ولا الی ہولاء ہیں

پچنس گئے ہم عجیب محمصہ میں	ہم ایدھر کے نہ اب اور دھر کے ہو
----------------------------	---------------------------------

قولہ ۱۲۱ و ربانیو گیدڑ کیان ۱۲ پہلی شوہر کی ولاد جو عورت ساتھ لاتی ہے
سورہ نسا رکوع ۴

بینکوں بالباطل اور کلا تفتلوا انفسکم دونوں جملوں سے ایک ہی
 مطلب ثابت ہوتا ہے ہاں ایک دوسرے کا موید اور موکد البتہ معلوم
 ہوتا ہے چنانچہ اسکے تائید کے لئے خود بدولت یہ تشریح فرماتے ہیں کہ
 حقوق عباد کا تلف کرنا مواخذہ عاقبت اور باہمی بے اعتباری کے لحاظ
 سے اپنے ہاتھوں اپنے پائوں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ حالانکہ ان دونوں
 سے دوام و حکم مقصود ہے علامہ ابوالسعود اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں
 وقد جمع في التوضیة بین حفظ النفس وحفظ المال لما ان
 جان و مال دونوں کے حفاظت میں ایک ہی جگہ اس لئے تاکید کی کہ مال جان کا ساتھی ہے اس
 ستقیقہ ہمارے حدیث آتہ سبب لقوامہا و تحصیل کمالہا
 سبب کر مال نفس کے باقی رکھنے اور اس کے کمالات کے حاصل کرنے اور اس کے فتنائے کے پورا کرنے
 واستیفاء فضائلہا و تقدیر النہی عن التضرع لہ لکثرة
 سبب اور نفس کے تعرض کی نہی کو اس کے بکثرت واقع ہونے کے سبب مقدم کیا۔
 وقوعہ انتھی۔

قوله ومن يفعل ذلك عدوانا وظلما اور جوز و زور و ظلم سے
 ایسا کام کرے کہ یعنی پرایا مال کہا جائیگا۔ سورہ نسا رکوع ۵۔

اقول ڈیٹی صاحب نے ذلک کا اشاریہ فقط پرایا مال کہنا ہی تجویز
 کیا ہے حالانکہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے اختلفوا فی ان قوله ومن
 ذلک الی ما ذاب یعود علی وجہ الاول قال عطاء انہ خاص ہے
 پہلے عطاء نے کہا کہ اسکا اشاریہ خاص نفس مجرمہ کا
 اختلاف کیا ہے۔

غلیظ بھی ہو تو عموماً مادون القتل ہی پر اطلاق ہوتا ہے پس ایسا
محاورہ اختیار کرنا جس سے متن کے قوت میں ضعف آجائے
یا مفہوم ہی بدل جائے مترجم کی بددیانتی یا نالیافتی کی دلیل ہے
اور پھر اسکی تائید کے لئے جو اپنے حاشیہ چڑھایا اور اوسمین خود کشی
و خون ریزی وغیرہ بیان کر کے یہ فرمایا ہے کہ بعض نے یہ معنی بھی
بیان کئے ہیں جو مجھے ترجمہ میں اختیار کرنے ہیں تو اسی سے ثابت ہے
کہ یہ مذہب بعض (غیر معلوم وغیر مشہور) اپنے اختیار کیا ہے
جمہور یا اکثر کا متفق علیہ مسلک کچھ اور ہی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں

لکھا ہے اتفقوا علی ان هذا انھي ان يقتل بعضهم بعضا وانما
اتفاق کیا ہے علماء نے اس پر کہ یہ نہیں آپس کے باخود قتل کرنے سے ہے اور
قال انفسكم لقوله عليه السلام المومنون كنفس واحد ولا العز
انفسكم اسلئے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سب مسلمان ایک کان کے مانند ہیں اور اسلئے کہ
يقولون قتلنا ورب الكعبة اذ قتل بعضهم بعضا لان قتل
عرب جب ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے قتل کیا اسلئے کہ بعض کا قتل کرنا سب کے
بعضہم یعنی مجھری قتلہم پس اس سے ظاہر ہے کہ وہی صاحب
قتل کے قائل تھا ہے
آیت کے محال حیو اور اس کے تفسیر میں جو روایات صریحہ وارد ہوئی
ہیں انکو تو جانتی ہے نہیں اس کے سوا محاورہ عرب عبار سے بھی واقف
ہیں اور ڈیٹی صاحب کے ترجمہ اور حاشیہ سے لانا کلو اموالکم

۲ قول۔ چھڑے کا لفظ ڈپٹی صاحب نے کئے مقام پر استعمال کیا ہے اور
 چھٹے پارہ میں لفظ سبیل کا ترجمہ بھی آپ نے چھڑا ہی لکھا ہے اور
 پر ایک مختصر سا یہ حاشیہ بھی چڑھایا ہے کہ ٹھینٹھ ہندی میں چھڑا الزام
 کو کہتے ہیں۔ پس میں کہتا ہوں کہ یہ ایسی ٹھینٹھ ہندی ہے کہ ہر طرف
 کے ہندوستانیوں کے لئے اس سے الزام ہی بہتر ہے کیونکہ گودہی طرا
 دہلی میں یہ لفظ مستعمل ہو لیکن اور اطراف کے لوگ اس لفظ سے عموماً
 نہیں اسی وجہ سے مولانا عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ الزام
 ہی لکھا ہے پس ایک فصیح و مشہور لفظ کو چھوڑ کر ناحق ایک ایسے
 غیر مانوس لفظ کو جسے ہر طرف کے لوگ نہ سمجھتے ہوں قرآن ایسے
 متبرک و ضروری کتاب کے ترجمہ میں اختیار کرنا کیا ضرور ہے۔
 قولہ ولا یظلمون قتلاً اور ظلم تو کسی پر ایک تس برابر بھی
 نہ ہو گا سورہ نسا رکوع۔ ۷۔

۲ قول تس کا لفظ عام فہم نہیں اس لئے اسکے حاشیہ میں جو شہ
 کا لفظ لکھا گیا ہے اگر وہی نقش ترجمہ میں لکھا گیا ہوتا تو حاشیہ
 نویسی کی زحمت نہ اوٹھانی پڑتی اور ترجمہ عام فہم ہو جاتا اور اگر

قتل النفس المحرمة لأن الضمیر يجب عوده إلى اقرب المذكورات
قتل کرنا ہے کیونکہ واجب ہے کہ ضمیر اخیر معنوں میں سے قریب کے مرجع کے طرف پھرے۔
الثانی قال الزجاج أنه عائد إلى قتل النفس وأكل المال
دوسرے زجاج نے کہا کہ یہ نفس کے قتل کرنے اور حرام مال کھانے کے طرف پھرتی ہے اسلئے کہ یہی
بالباطل لأنهما مذکوران في آية واحدة

دونوں ایک آیت میں مذکور ہیں۔
والثالث قال ابن عباس أنه عائد إلى كل ما نهى الله عنه
تیسرے ابن عباس نے کہا کہ ابتداء سورہ سے یہاں تک جتنے منہیات ہیں سب کے طرف
من أول السورة إلى هذا الموضع۔

یہ ضمیر پھرتی ہے۔
پس حسب مطلق قرآنی مطلق جو کر گیا یہ ترجمہ کرنا تھا جیسا کہ مولانا
عبد القادر صاحب نے کیا ہے اور اگر اقوال مفسرین بھی بیان کرنا
تھا تو تمامی اقوال کو بیان کرتے والا یہ ترجمہ بلا مرجع کیوں ۵

سب ہی ہیں عجز سے درگاہ میں تیر جائے	اسرو آزاد ہے کچھ خادم درگاہ نہیں
-------------------------------------	----------------------------------

قوله الرجال قوامون على النساء مرد عورتوں کے سردھرے ہیں
سورہ نسا رکوع ۴۔

۲ قول سردھرے کا لفظ عام فہم نہیں اسلئے واضح و عام فہم وہی
ترجمہ ہے جو مولانا عبد القادر رحمہ نے لکھا ہے مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔
قوله تبغوا علیہن سبیلاً تو تم بھی ان پر ناحق کے چہرے
رکھنے کے پہلو نہ ڈنڈھتے پھر سورہ نسا رکوع ۴۔

اسم سامی و نام نامی لکھ دیا ہے ویسہی یہاں بھی لکھ دیتے تاکہ آپ
پر تزلزل سے لیس کا الزام نہ عاید ہوتا اور بڑے بول (جتنے تل کا ترجمہ اختیار
کر لیا ہے) سے خود پسندی کا دھبہ نہ لگتا۔ پس جب آپ نے یہ نہ کیا تو اس
صورت میں یا تو آپ کو ذرہ لکھنا مناسب تھا کیونکہ اس سے کوئی
چھوٹی چیز نہیں یا بمناست لفظ وہ لکھتے جو ترجمہ رفیعہ میں ہے کچھ
کے شکاف برابر اور اگر اس کو نہ لکھتے تو یہ تو ضرور تحریر فرماتے جو آپ کے
سیر نے اختیار کیا ہے۔ کچھ کے گٹھلی کے ڈرار برابر بھی۔

قولہ ۴۴ یحسدون الناس علی ما اتاہم اللہ من فضل۔ یا خدا
جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت قرآن عطا فرمائی ہے اور پرہیز کرتے
ہیں سورہ نسا رکوع ۸۔

اقول قرآن میں تو فضل اللہ عام ہے پھر اس کو ایک نعمت قرآن
ہی سے خاص کرنا کیا ضرور ہے کہ حجرت واسعا اور گونہ
کے اقوال کے طرف آئے تو مفسرین نے جیسے فضل قرآن کو لکھا۔
ویسہی یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو نو بیبیاں دی تھیں اسی پر یہود ناہیہ بود وغیرہ جملے مرتے

مولانا عبد القادر نے جو لکھا ہے۔ اور اوپر ظلم نہ ہو گا تا کی
برابر لکھا جاتا تو بیشک عموماً عام فہم ہوتا کمالا یغنی۔

قولہ لا یوتون الناس فقیراً تو گون کوتل برابر بھی دینا
نہیں چاہتی تھی۔ اصل میں فقر کہتے ہیں اوس نہی سے گڑھے
کو جو چھو ہمارے کی گٹھلی میں ہوتا ہے عرب میں چھو ہارون کی
کثرت ہے اس لئے اونکی بولی میں حد درجہ کی کمی کے لئے چھو ہمارے
کے اوس نہی سے گڑھے کی تمثیل دی جاتی ہے جیسے ہمارے بان
رتی۔ تل۔ رائی۔ ذرہ۔ وغیرہ انہیں سے بچنے تل کا ترجمہ اختیار کر لیا
ہے۔ سورہ نسا رکوع - ۸۔

اقول جبکہ اس لفظ سے غایت درجہ کی قلت ہی مراد تھی تو وہ تل
اور۔ رائی۔ کے اعتبار سے ذرہ ہی میں زیادہ پائی جاتی تھی پس اس
مطلب کو اپنے اسی سے کیون نہ ادا کیا اگر فرمائیے کہ میں یہ مولانا
عبد القادر صاحب کے ترجمہ سے اوڑا لیا ہے تو کہا جائیگا کہ مولانا
کا ترجمہ آپ کے نزدیک مسلم ہی کتب اور اگر یہی تھا تو جیسے آپ نے باغ و خضر
خاص کہیں کہیں مولانا کے بعض فائدوں سے فائدہ اوٹھا کر اونکا

اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والرسول ان
کنتم تو منون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا
مسلمانوں اسد کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب
حکومت ہیں (ان کا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم (اور حاکم وقت) آپس
میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اگر
امر میں اسد اور رسول (کے حکم) کے طرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمہارا حق) میں
بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے۔ سورہ
نسا رکوع ۸۔

اقول فقط حاکم وقت کی قید بیان پر مبوق ہے **مُلاً اَھْمَیْنِ**
صاحب نور الانوار اوساد مالگیر بادشاہ تفسیر احمد میں لکھتے
ہیں والحق ان المراد کل اولی الامر اما مکان او امیر اسلطان
حق یہ ہے کہ مراد اس سے ہر حکم والے ہیں امام ہو یا امیر یا بادشاہ ہو
کان او حاکماً او مالکاً او مجتہداً او قاضیاً کان او مفتیاً علی حسب
یا حاکم ہو عالم ہو یا مجتہد قاضی ہو یا مفتی بحسب مراتب و ترتیب
مراتب التاجع والمتبوع لان النص مطلق فلا یقید من غیر لیل لخصہ
انتہی اس لئے مولانا عبد القادر رحمہ فائدہ میں افادہ فرماتے
ہیں اختیار و اے بادشاہ اور قاضی اور جو کسی کام پر مقرر ہوا اس کے

تھے چنانچہ تفسیر درمنثور میں لکھا ہے عن ابن عباسؓ قال قال
 ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کہ اہل کتاب
 اہل کتاب زعم محمدؐ انہ اوتی ما اوتی فی تواضع ولہ
 کہ کہ محمدؐ خیال کرتے ہیں کہ جبکہ بہت تواضع دیکھی ہے حالانکہ انکی نو بیسیاں ہیں اور انکی بہت
 تسع نسوہ و لیس حمہ لا النکاح فای ملک افضل من ہذا
 ہر شے نکاح ہی میں رچی ہے پس اس سے بڑھ کر کون سلطنت ہوگی تب اللہ تعالیٰ اس آیت کو اوتارا
 فانزل اللہ ہذہ الایۃ ام یحسدون الناس علی ما اتاہم اللہ
 بلکہ حسد کرتے ہیں لوگ اس پر کہ یہ اللہ نے اپنے فضل سے پس بیشک دیا ہے آل ابراہیم کو
 من فضلہ فقد اتینا ال ابراہیم الكتاب والحکمة ولایتنا
 کتاب اور حکمت اور دیا ہے انکو بڑا عظیم
 ملک عظیم -

لیکن چونکہ ڈپٹی صاحب تعداد زواج سے کانپتے ہیں اسلئے شاید آپ
 اس فضل کو اسی میں محدود کر دیا ہے مگر ظاہر ہے کہ عام خاص نہیں ہو
 اور دریا کو زہ میں نہیں ماسکتا -

قولہ ومنہم من صدعہ اور کوئی اوس سے ٹھٹک رہا سورہ
 نسا رکوع - ۸ -

اقول ٹھٹک ایک نہایت ہی گریہ لفظ ہے اسکے بدلے یہ البتہ
 واضح و فصیح ہے یا زہا جیسا کہ ترجمہ رفیعہ میں ہے اور آپ کے
 سیرۃ نے لکھا ہے رک گئے -

قولہ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و

بنی و صدیق و شہید ان رواۃ ابوداؤد

اس یہ کہان ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے
 احد پر تشریف رکھتے تھے اور یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی وہاں آپ
 کے ساتھ موجود تھے کہ ہونچال آیا بلکہ یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اوسپر عود فرمایا اور ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے پیروی
 کی پس انکی عظمت کے سبب احد کانپ اوٹھتا ہے اپنے اپنے قدم
 مبارک سے اوسکو مارا اور یہ فرمایا کہ اے احد ثابت رہ تجھ پر نبی اور
 صدیق اور دوشہید ہیں۔ پس اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 و صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو ایک عظمت غیر متعاد جسکو معجزہ و کرامت کہتے
 ہیں ثابت ہوتی تھی وہ ڈپٹی صاحب کے عنوان تلخیص و ترجمہ حدیث
 سے بالکل اوڑگئی کیونکہ اس سے قوی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات
 اوسپر تھے اور اتفاقیہ اویسوقت ہونچال ہی آگیا جیسا کہ وقتاً فوقتاً
 ہوا ہی کرتا ہے۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا بجا۔

علامہ فتنی جمع البحار میں لکھتے ہیں احتراز العرش موت
 سعد کے موت سے عرش الگ گیا
 سعد الہزلغۃ الحریکۃ والاضطرار فضیلۃ لہ لما کان رجلاً
 ہز کے معنی لغت میں حرکت اور اضطرار کے ہے یہ اونکے فضیلت کے تھے نقاب سے احد پہاڑ

حکم پر چلنا ضرور ہے جب تک وہ خلاف خدا اور رسول حکم نہ کرے
اگر صریح خلاف کرے تو وہ حکم نہ مانے اگر دو مسلمان جھگڑتے ہیں ایک نے
کہا چل شرع میں رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع نہیں سمجھتا یا مجھے
شرع سے کام نہیں وہ بیشک کافر ہوا۔

قولہ حدیث میں آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار
کوہ احد پر تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان
رضی اللہ عنہم ساتھ تھے اتنے میں بہو نچال آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے احد ٹھہر جا
کہ اس وقت تجھ پر نبی (یعنی میں) اور صدیق (یعنی حضرت ابوبکر) اور شہید
(یعنی حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) اس حدیث نے نبی اور صدیق اور
شہید کی تفسیر کر دے الخ حاشیہ آیت ومن یطع اللہ الخ سورہ
نسا رکوع - ۹۔

اقول ڈپٹی صاحب نے جس حدیث کا یہ ترجمہ لکھا ہے اس کے یہ الفاظ
ہیں عن قتادۃ عن ان انس بن مالک حدثہم ان بنی اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بعد احد اختبعا ابوبکر وعمر وعثمان فرجع بہم
فضر بہ بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برجلہ وقال اثبت احد

قانون سے دعا کا انواع و اقسام پر ہونا اور سلام کا کمی بیشی الفاظ کے ساتھ
ایک طریقہ خاص پر ہونا ثابت ہے جو مسلمانوں کا سلام مسنون ہے لیکن
ڈپٹی صاحب تو کسی طرح سلام کیا جائے لکھ کر گوڑ موزنگ گوڑائیو
گوڑ بانی گورنش و بندگی مجر اور ام رام و ستی رام و منس کار و جی جی وغیرہ
وغیرہ ہر ملت و مذہب کے ہر روش و الفاظ سلام کو معاذ اللہ قرآن سے ثابت
کیا جاتے ہیں اور اسکی شرح و تائید اپنے ایک قصیدہ میں جو رپورٹ
سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی سال یازدہم مطبوعہ ۱۳۱۵ھ میں چھپا ہے یوں
تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارا مذہب صلح سب سے ہو کوئی ہندو کوئی مسلمان
سلام اسکو اگر کیا ہے تو اس سے ہی رام رام کر دے

پس صاحبان دین و علماء مسلمین انصاف فرماوین کہ اس ترجمہ میں قرآن
سے کیسے نامعقول و گندے مضمون کے اثبات کی کوشش کی گئی ہے
نغزوہ باللہ منہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیا، دون

ایں خیالست و محالست و جنون
قوله و اذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة

جیل احد فضیلہ لمن کان علیہ وهو النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 اُن نوگوں کی فضیلت جسے نبیؐ مل گیا جو لوگ اُس پر بیٹھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 واصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعی۔
 اور آپؐ کے اصحاب رضوان اللہ عنہم تھے۔

قوله واذا حیت بنخبة فحيوا باحسن منها اور ودھا۔

اور جب تک کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم اُس کے جواب میں اوست
 بہتر طور پر سلام کرو یا کم سے کم ویسا ہی جواب دو۔ سورہ نسا رکوع ۱۱۔

۲ قول آپؐ کے سید اس آیت کا یہ ترجمہ لکھتے ہیں۔ اور جب تم کو

دعا دیجائے سلامتی کی دعا دو یا اسی دعا کو الٹ کر کہو اور مولانا

عبد القادرؒ فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں مثلاً کوئی کہے

السلام علیکم تو واجب اُس کا جواب اگر برابر چاہے تو علیکم السلام

اور اگر زیادہ ثواب چاہے تو ورحمۃ اللہ ہی اور اگر اُس نے یون

کہا تو آپؐ کے ویرکات انتہی۔

اور سورہ نور کی آیت فسلموا کے فائدہ میں افادہ فرماتے

ہیں اور تنقید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں اس سے بہتر

دعا نہیں جو لوگ اسکو چھوڑ کر اور لفظ ٹھہراتے ہیں اللہ کے

تجزیہ سے اُنکی تجویز بہتر نہیں۔ اب ان دونوں ترجموں اور دونوں

یہ دونوں آئین صلوٰۃ الخوف ہی سے متعلق ہیں اور صلوٰۃ القصر کا بیجا
 قرآن میں نہیں ہے بلکہ حدیثوں ہی سے ثابت ہے لیکن مولانا شاہ
 عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پہلی آیت کے فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں۔ سفر
 جو تین منزل کا ہو اوس میں چار رکعت فرض میں سے دو ہی پڑھنی جائیں
 اور کافروں کے سانیکا ڈراو سوقت تھا جب یہ حکم آیا اس تقریب سے معافی
 ملی ہر وقت کو اور پوری نہ پڑھے کہ اس صاحب کے بخشش سے بی پروائی ہو
 ہے اور سنت کا تقید سفر میں نہیں رہتا انتہی اور دوسری آیت کے فائدہ میں
 لکھتے ہیں۔ یہ نماز خوف فرمائی کہ اگر وقت مقابلہ کا ہو تو فوج و حصہ
 ہو جاوے ہر جماعت آدمی نماز میں امام کے شریک اور آدمی جدی پڑے
 جب تک دوسری جماعت دشمن کے مقابل رہے اور اوس وقت نماز میں آمد
 و رفت معاف ہے اور تہیار اور زرہ یا سپر ساتھ رکھیں اور اگر تقدیر بھی فر
 نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں پیادہ اور سوار باشارہ اگر
 یہ بھی فرصت نہ ملے تو قصدا کریں انتہی پس ان دونوں فوائد کا درجہ
 سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الخوف اور صلوٰۃ القصر دونوں قرآن سے ثابت
 ہیں اور صلاۃ الجمل جیون تفسیر احمدی میں پہلی آیت کے تفسیر میں لکھتے

ان خفتم ان یفتکم الذین کفروا مسلماً نوجب تم جہاد کے لئے کہہ میں کو
جاؤ اور تم کو خوف ہو کہ ناز پڑ رہے ہیں کہہ میں کافر تم سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے لگیں
تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ناز میں کچھ گھٹا دیا کرو۔

کچھ گھٹا دینے سے چار رکعت کا دو رکعت کر دینا مراد ہے اور اتنا بھی
موقع نہ ملے تو ایک ہی پر کفایت کرے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے
اور اسکا بھی موقع نہ ملے تو قضا کرے جیسا کہ پیغمبر خدا اور حضرت عمرؓ
سے غزوہ خندق میں عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی تو مغرب کے ساتھ ادا کی
یہ آیت مجاہدین کے صلوٰۃ الخوف کے متعلق ہے اور عام مسافروں کا قصر
صلوٰۃ احادیث سے ثابت ہوا ہے۔ سورہ نسا رکوع - ۱۵۔

اقول اولاً ضربتم فی الارض کا ترجمہ جب تم جہاد کے لئے کہیں جاؤ
مقید بقید زاید ہے کیونکہ اسکا ترجمہ یہی ہے کہ جب تم زمین پر چلو یا کہیں
کو جاؤ یا جب تم سفر کرو۔ افسوس ہے کہ ڈپٹی صاحب نے اپنی تحقیق و من مانی
معنے کے جھونک میں مشعب ہی نہ یاد رکھا کہ اس میں بھی مطلق ہی لکھا ہے
الضرب رفتن بر روی زمین۔

ثانیاً ڈپٹی صاحب کے ترجمہ و حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک

قوله والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا
 من الله والله عزيز حكيم اور مرد چوری کرے تو اور عورت چوری کرے
 تو انکے (اس) کرتوت کے بدلے میں (بلا امتیاز) دونوں (دہنے)
 ہاتھ کاٹ ڈالو (یہ) تعزیر ان کے حق میں خدا کے طرف سے قرار پائی ہے
 اور اللہ زبردست اور انتظامی مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔ سورہ مائدہ
 رکوع ۶۔

۲ قول لفظ کرتوت کو ڈپٹی صاحب نے کئی مقام پر استعمال کیا ہے حالانکہ
 کرنی کرتوت خاص عورتوں کا محاورہ ہے۔ رنگین ۵

بولی پہچان کر وہ اسے رنگین	ہیں نظر میں مرے تیرے کرتوت
----------------------------	----------------------------

دوسرے نکال کا ترجمہ تعزیر وہ بھی حد کے مقام پر محض بیوقیع ہے۔
 تیسرے عزیز حکیم اللہ کے صفات عامہ میں سے ہیں پس اس کو انتظامی مصلحتوں
 ہی کے واقفیت سے محدود کرنا تحدید بغیر حدہ ہے۔

پس بوجہ مذکورہ بالا وہی ترجمہ صاف و صحیح ہے جو مولانا شاہ عبدالقادر
 صاحب نے لکھا ہے اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت تو کاٹ ڈالو انکو ہاتھ
 سزاؤ انکی کمائی کے تنبیہ اللہ کے طرف سے اور اسد زور آور ہے حکمت والا

ہیں ہذا ہی آیۃ الیٰ استدل بها علی ان قصر الصلوة للسافر
 یہ اس آیت سے اس بات پر دلیل قلیہ کی گئی ہے کہ نازق کرنا مسافر کے لئے رخصت ہے
 رخصۃ اور دوسری آیت کے تفسیر میں لکھتے ہیں ہذا ہی آیۃ استدل
 اس آیت سے خوف کی ناز

بها علی صلوۃ الخوف بالجماعۃ واما نزول فی الکلیۃ فقد الخوف لان
 کو جماعت سے پڑھنے پر دلیل قلیہ کی گئی ہے اور آیت میں خوف کی قید اس لئے مقرر ہوئی کہ جبکہ یہ آیت
 ہذا آیۃ لما كانت متصلة بالآیۃ الیٰ ذکر فیہا
 اوس آیت سے متصل ہے جس میں لفظ خوف ہے تو وہی کفایت سمجھی گئی۔

قوله سورة المائدة نزلت بالمدينة غیر آیۃ الیوم املتکم ثم
 التوبة وھی مائة وعشرون آیه۔ سورہ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور
 اسکے ایک سو میں آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جتنی عبارت پر میں نے خط کھینچ دیا ہے معلوم نہیں اوسکا
 ترجمہ کیوں چھوڑ دیا گیا ہے پس اسکی پوری عبارت کا یہ ترجمہ ہے کہ سورہ
 مائدہ پنجمین نازل ہوئی سو آیت الیوم املتکم کے اسکے بعد سورہ توبہ
 نازل ہوئی اور اسکی ایک سو بیس آیتیں ہیں۔

قوله ان الله سميع الحساب خدا بہت سنی بہر میں حساب لے گا سورہ مائدہ
 رکوع۔ ۱۱

اقول بسکی کا لفظ فصیح اور عام فہم بھی نہیں ہے اسلئے اسکا واضح وہی
 ترجمہ ہے جو آپ کے سید نے لکھا ہے اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

ایسی ہی عنوان بیان میں یہ عبارت ترک کر دیا ہے ۱۴۱ و ما قدر و اللہ
 آیات الثلاث جیسا کہ تفسیر جلالین میں موجود ہے جیسے پہلی تین آیتیں
 مکی ہونے سے مستثنیٰ ہیں ویسی ہی یہ تین آیتیں و ما قدر و اللہ آخر تک
 اس سے مستثنیٰ ہیں۔

قولہ و هو الفاعل فوق عبادة اور اپنے بندوں پر ضابطہ و ف
 ضابط سے یہ مراد ہے کہ سب بندہ اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اس کے
 آگے عاجز ہیں۔

۱۴۲ قول کیا ضرورت تھا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ لکھا جائے کہ جسکی شرح و تفسیر کرنیکی
 ضرورت پڑے اس سے ڈھنگ میں کیوں نہ ترجمہ کیا گیا جسکو مولانا شاہ
 عبدالقادر صاحب نے اختیار کیا ہے۔ اوسیکار زور پہنچتا ہے
 اپنے بندوں پر۔

قولہ و فی اذانہم و قرآنہ کا نون میں ٹینٹ سورہ انعام نوح
 ۱۴۳ قول الہ آباد سے پورب کے لوگ ٹینٹ دھوتی کے نیچے کو کہتے ہیں چنانچہ
 کل ایک شخص ساکن ضلع اعظم گڑھ کے سامنے جو یہ لفظ تلفظ کیا گیا تو فوراً
 اوسنے کمر پر ہاتھ رکھا الغرض یہ لفظ بھی عموماً عام فہم نہیں ہے اسلئے ڈپٹی

قوله سمعون للکذب سمعون لقوم اخرين لم ياتوك كمنويان لتو
 پھرتے ہیں (اور) کمنویان (بھی) لیتے پھرتے ہیں (تو) دوسرے (دوسرے)
 لوگوں کی واسطے جو (ہنوز) تمہارے پاس (تک) نہیں آئے (کسی بات
 کی ٹوہ لگانا اور اوسکے درپی ہونا کہ فلان جگہ کیا تذکرہ تھا اسی کو اردو میں
 کمنویان لینا کہتے ہیں۔ سورہ مائدہ رکوع - ۶۔

اقول اولاً ثوہ اور دوسرے کمنویان یہ دونوں لفظ عام اردو نہیں
 ہیں اسلئے اسکا صاف اور عام فہم وہی ترجمہ ہے جو مولانا عبد القادر
 نے لکھا ہے جاسوسی کرتے ہیں جھوٹے بولنے کو اور جاسوس ہیں دوسری جا

قوله سورة الانعام نزلت بملكة الاقل فقالوا الى اخر ثلاث ايات
 بین مکة والمدینہ وہی مائتہ و خمس و ست وستون آية سورة الانعام
 مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ایک سو پینسٹھ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جتنی عبارت پر میں نے خط کشینی پر یا ہے اسکا ترجمہ چھوڑ دیا گیا
 ہے پس پورا ترجمہ یہ ہے کہ سورہ انعام مکہ میں نازل ہوئی مگر قل قالو
 تین آیت تک مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی اور اسمین ایک
 سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیتیں ہیں اور جیسے ڈپٹی صاحب نے یہ ترجمہ چھوڑ دیا ہے

قوله وهو الذي خلق السموات والارض بالحق اوروہی (قادر مطلق
ہے) جسے کسی مصلحت (خاص) سے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ سورہ انعام
رکوع - ۹۔

اقول مولانا عبدالقادر صاحب اسکا یہ ترجمہ لکھتے ہیں۔ اوروہی
ہے جسے ٹھیک بنائے آسمان وزمین۔ پس معلوم نہیں کہ ڈپٹی صاحب
بالحق کا ترجمہ (کسی مصلحت خاص) کس مصلحت خاص سے لکھتے ہیں سبکی
تحقیق کے لئے جو عین تفسیر کبیر جس سے یہ حضرت اکثر مضامین نقل کیا کرتے

ہیں (کھولا تو اوسمین یہ نکلا۔ واما انه تلخا خلقهما بالحق فهو نظیر
اور لیکن اسد القم فی ان دونہ کو ساتھ حق کے پیدا کیا تو یہ اسد القم کے اوس قول
لقلہ نعم فسورة ال عمران ربنا ما خلقت هذا باطلا وقوله وما
کے مانند ہے جو سورہ ال عمران میں ہے اے ہمارے پروردگار تو نے کچھ بلا میں نہیں بنایا اور قول ورکا اور نہ پیدا کیا ہے
خالقنا السماء والارض وما بينهما لا عبادین ما خلقتناها الا بالحق وقوله
آسمان اور زمین اور اُن کے درمیانی چیزوں کو ہمیں نیچے بیفائدہ نہ پیدا کیا میں نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق کے اور سمین
قولان

اقول وهو قول اهل السنة انه تعالى مالک لجميع المخلوقات
پہلا اور یہی اہل سنت کا قول ہے کہ اسد القم نامی محدثات اور مخلوقات کا مالک ہے
مالک المكنات وتصرف المالك في ملكه حسن و صواب علی الاطلاق
اور مالک اپنے ملک میں تصرف کرنا مطلقاً بہتر و حق ہے
وحقاً علی الاطلاق

والثانی وهو قول المعتزلة ان معنی کونہ حقاً انه واقف علی وفق
اور دوسرا اور یہ قول معتزلہ کا ہے کہ حق ہونے کے یہ معنی ہے کہ یہ ملکفین کے مصلحتوں کے موافق

۲۔ اقول جسکو ڈیڑھی صاحب نے یہاں کو یا لکھا ہے اسی مفہوم کو سورہ فتح
 میں اخراج شطائے کے ترجمہ میں سوئی سے ادا کیا ہے پس گودہلی اور اطر
 دہلی میں کو یا اور سوئی مستعمل ہو لیکن الہ آباد سے پوربہرہ دونوں لفظین
 اس معنی میں کہیں مستعمل نہیں آید ہر اسکو انکھوا اور صوبہ بہار میں بھی
 کہتے ہیں پس ایسے محدود لفظ میں قرآن ایسے عام حاجت کی کتاب کا ترجمہ
 کرنا مناسب نہیں مولانا عبدالقادر وغیرہ نے جیسے عام فہم لفظ میں شرح
 مطلب خیر نہیہ ترجمہ کیا ہے اسی پر ایہ میں اگر کیا جاتا تو کیا نقصان تھا۔
 پھر نکلے ہننے اوس سے اوگنے والی ہر چیز پھر اوس میں سے نکالنا جس سے
 نکالتے ہیں الخ

قولہ ان شریرون کا ایک دوسرے کو اغوا کرنا۔

۲۔ اقول چونکہ قرآن کا ترجمہ محض اردو خوان کو کون کے لئے تیار کیا گیا ہے
 اسلئے اگر اغوا کا ترجمہ بہکانا وغیرہ لکھا گیا ہوتا اور علیٰ ہذا القیاس جملہ
 بیشعرون کے تحت میں جو لغوی لفظ لکھا گیا ہے اوسکی جگہ پر بھی وجہ
 وغیرہ کوئی عام فہم لفظ لکھا گیا ہوتا تو بہتر تھا۔

قولہ يجعل صدره ضيقا حرجا اوسکے سینہ کو تنگ (اور بچا)

مصلحہ المکلفین مطابق لمنافعہم انتہی۔

اور اچھے منافع کے مطابق ہے۔
پس اس سے ثابت ہوا کہ اسمین یہی مصلحت خاص تھی کہ اہلسنت کا قول
چھوڑا جائے اور معتزلہ کا قول (جبکو نیچری اور فری تہنکر) ازاد نش لوگ
ایک دانشمند فرقہ سمجھتے ہیں، اختیار کیا جائے ورنہ دیدہ و دانستہ
اسکے اختیار کرنے کی اور کونسی وجہ وجہ ہو سکتی ہے ۵

تمہیں تفسیر اوس بت کی یہ پیامیری خطا لگتی	مسلمانوں ذرا انصاف کہو خدا لگتی
---	---------------------------------

جانتا چاہیے کہ قرآن شریف میں جہان جہان یہ عبارت ہے تمام ڈیڑھ صا
نے یہی کارستانی کی ہے پس ہمارے رسالہ کے پڑھنے والے اون سبقات
کے لئے ہمارے اس تحقیق کو یاد رکھیں۔ ۵

بھلا دے دل سے ظفر اور ریز کر سارے	وہ یاد رکھو کہ جوہین اس کے یاد کی بات
-----------------------------------	---------------------------------------

قوله فاخرجنا به نبات كل شيء فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا
متراكبا۔ ہم ہی نے اس سے ہر قسم کی روئیدگی کے کوئی خالے و
دانے سے جو چیز سب سے پہلے چھوٹی ہے اسی کو کو یا کہتے ہیں پھر کو یوں سے
ہم ہی نے ہری ہری ٹھنیاں خال کھڑی کیں کہ اون سے ہم گتے ہوئے دانے
خالتے ہیں سورہ انعام رکوع ۱۳۔

جنس والفرس جنس اخر و قیل الجن منهم اخیار ومنهم اشرار والشیطان
اور گھومے دوسرے جنس ہیں اور بعض نے کہا کہ جن میں اچھے اور برے بھی ہوتے ہیں اور شیطان
اسم لا شوار الجن انتھی
جبرے جنوں کا نام ہے۔

پہر انکی حقیقت کے بیان میں کہتے ہیں فلم لا یجوز ان یقال انه جوہی
پہر کیون نہیں جائز ہے کہ کہا جائے کہ یہ جوہر نیست

مجرد عن الجسمیة واعلم ان القائلین بهذا القول فرق الاولی الذین
سے مجرد ہیں اور جان کہ اس قول کے کہنے والے کسے فرماتے ہیں۔ پہلے وہ ہیں جنہوں نے

قالوا النفوس الناطقة البشریة المفارقة للابدان قد یکون خیرة
کہا کہ نفوس ناطقہ بشریہ جو بدن سے الگ ہیں کبھی اچھے اور کبھی برے

وقد یکون شریة فان كانت خیرة فهي الملائكة الارضیة وان كانت
ہوتے ہیں پس اگر اچھے ہیں تو وہ زمین کے فرشتے ہیں اور اگر شریر ہیں تو
شریة فهي الشیاطین الارضیة۔

وهو زمین کے شیطان ہیں۔
الفريق الثاني الذین قالوا الجن والشیاطین جواهر مجردة

اور دوسرے فریق وہ ہیں جنہوں نے کہا کہ جن اور شیاطین جواہر
عن الجسمیة وعلاقیہما جنسهما عاقل النفس الناطقة البشریة
جسمیت سے الگ ہیں اور انکے علاق اور جنس نفوس ناطقہ بشریہ کے جنس سے مخالف ہیں۔

نعم ان ذلك الجنس یندرج فیہ انواع ایضا فان كانت طاهرة نورانیة
پھر اس جنس میں ہی بہت سے نفع مندرج ہیں پس اگر طابہرہ نورانیہ ہیں

فهي الملائكة الارضیة وهم المستنون بصالحی الجن وان كانت حبشیة شریة
تو یہ زمین کے فرشتے ہیں اور انہیں کا نام ہے اچھے جن اور اگر حبشیہ شریہ ہیں تو یہی الجان

فهي الشیاطین المودیة انتھی اور لبستان الجن ترجمہ اکام المرجان فی احکام
موزی شیطان ہیں۔

مولفہ علامہ ابوبکر شبلی رحمہ میں ہے شیاطین اگرچہ درحقیقت جن ہستند لیکن
درخبث وشرارت وفساد انگیزی ممتاز از حجاب انسین خود شدہ مغائر اسمی

ووصفی پیدا کردہ اند چنانچہ در زبان عرب شیطان ودر فارسی دیو ودر

ہوا کر دیتا ہے سورہ انعام — رکوع ۱۵۔

اقول ڈیڑھی صاحب نے ہچا کا لفظ بیان اور سورہ توبہ میں یقبضون کے

ترجمہ میں بھی استعمال کیا ہے حالانکہ یہ لفظ عام فہم نہیں ہے مولانا

رفیع الدین صاحب کہتے ہیں تنگ و بند پس یہ البتہ عام فہم ہے

اوضیق کے بعد حرج کا لفظ یا تو اسکی تاکید کے لئے ہے یا ضیق کے معنی

مطلق تنگ کے ہے اور حرج کے معنی نہایت ہی تنگ کے ہے چنانچہ تفسیر

کبیر میں لکھا ہے قال الرجاء الحرج في اللغة اضيق الضيق ومعناه

زجاج نے کہا کہ حرج کے معنی سخت میں بہت ہی تنگ کے ہے۔
انه ضيق جدًّا انتهى۔

قوله دنیا میں آدمی اور جنات یعنی شیاطین دو قسم کی مخلوق ہیں

حاشیہ آیت یا معشر الجن الخ۔ سورہ انعام رکوع ۱۵۔

اقول جنات کے معنی عموماً شیاطین بیان کرنا صحیح نہیں کیونکہ جنات میں

اچھے برے دونوں ہوتے ہیں جو برے ہیں وہی شیاطین ہیں نہ کہ سب جنات

شیاطین ہیں امام رازی تفسیر کبیر میں کہتے ہیں اعلم ان طوائف المکلفین

چارہ الملائکۃ والانس والجن والشیاطین واخلقوا فی الجن

فرشتے اور انسان اور جن اور شیاطین اور جن اور شیاطین میں تو کوئی اختلاف

والشیاطین فقیل الشیاطین جنس والجن جنس اخر كما ان الانسان

کیا ہے پس جنوں نے کہا کہ شیاطین ایک جنس ہیں اور جن دوسرے جنس ہیں جیسے انسان ایک جنس ہیں

تفسیری جملہ بھی لکھنا ضروری تھا تو دنیا کے ساتھ دین کی بھی قید لگنا دیتے
تاکہ آپ کے دنیا میں دین بھی شامل ہو جاتا والا یہ شبہ پیدا ہوتا ہے
کہ قرآن شریف فقط دنیا میں رہنے ہی کے طریقہ سمجھانے کے لئے نازل
ہوا ہے اور دین و آخرت سے اسکو کچھ تعلق نہیں معاذ اللہ و حاشا للہ
ہم مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے تمامی امور دینی و مہمات
دنیاوی کے لئے بھی قرآن ہی کافی ہے حسب کتاب اللہ۔

قولہ سورة الاحراف نزلت بمكة ۱۷ واسئلہم عن القرية
خمس آیات ثم الجن وھی ملتان وست آیات سورة اعراف مکہ میں
نازل ہوئی اور اسکی دو سو چھ آیتیں ہیں۔

۲ **اقول** جتنی عبارت پر مبنی خط کھینچ دیا ہے اور اسکا ترجمہ نہیں ہے۔
پس پورا ترجمہ یہ ہے کہ سورہ اعراف مکہ میں نازل ہوئی مگر واسئلہم
عن القرية پانچ آیت تک مکہ میں نہیں اوتری اور اس کے بعد سورہ جن
نازل ہوئی اور اسکی دو سو چھ آیتیں ہیں۔

قولہ نزل استوی علی العرش عرش پر جابر ارجا سورہ اعراف رکوع ۱۔
۲ **اقول** سورہ طہ اور سورہ فرقان میں بھی آپ نے اس جملہ کا یہی ترجمہ

ہندی دیت گونید وکسانیکہ ورثارت وخبثت باین پانیرسیدہ اندر
 لغت عرب جن ودر فارسی پری ودر ہندی دیونہ گونیدانتی۔

قولہ ومن الانعام حمولة وفشاچار پايون مين بعض بلند قامت
 بوجہ اوٹھانے والے پیدا کئے اور بعض زمین سے لگے ہوئے جو نہین لادی
 جاتے ۱۔ جیسے مثلاً اونٹ و ۲۔ جیسے مثلاً بھیڑ بکری۔ سورہ انعام رکوع ۱
۲۔ اقول فرشتہ کی تفسیر میں ڈٹھی صاحب لکھتے ہیں جو نہین لادے جاتے
 پس اسکی تفسیر میں اگر یوں لکھتے کہ جن پر نہین لاداجاتا تو صحیح واضح ہوتا
 اور اسکے فائدہ نمبر ۱۔ اور ۲۔ میں جو یہ تحریر فرماتے ہیں جیسے مثلاً تو
 اگر ایک ہے حرف تشبیہ یعنی جسے ہی پر بس کرتے یا فقط مثلاً ہی لکھتے تو
 بیشک اصح ہوتا والا یہ تکرار بیشک عند الفصحاح لائق رد و قابل انکار ہے
قولہ لعلکم تعقلون تاکہ تم (دنیا میں رہنے کا طریقہ) سمجھو سورہ
 انعام رکوع ۱۹۔

۲۔ اقول ڈٹھی صاحب کا یہ تفسیری جملہ محض بقاعدہ تفسیر القرآن برایہ ہے
 کیونکہ الفاظ متن کے مطابق اگر آپ ترجمہ کرتے تو فقط تاکہ تم سمجھو ترجمہ کرنا مناسب
 تھا تاکہ عموماً سب کو شامل ہو جاتا اور اگر خواہ مخواہ بخلاف اپنے قرار داد کے

بنا کر محل کھڑے کرتے ہو سورہ اعراف رکوع - ۱۰۔

۲ قول سہول کے معنی زمین نرم ہے نہ میدان محض اور پولی مٹی عام فہم نہیں ہے اطراف اگر وہ گوالیار وغیرہ میں البتہ یہ لفظ بمعنی بھینگلی یا تریاسنی ہوئی مٹی کے مستعمل ہے مگر ایدہ اطراف پوب و بہار میں اس لفظ سے کوئی آشنا نہیں۔

مزا جب ہو کہ سارا میکہ خندان ہو زانہا | صراحی کی فقط اک قمیض سے کچھ نہیں ہوتا

قوله فتولى عنهم وقال يا قوم لقد ابلغتكم رسالة ربى ونصحت
لكم ولكن لا تتخبون الناصحين (جب تمود پر عذاب نازل ہو چکا)
توصالح ان کے پاس سے ٹل گئے اور (چلتے وقت ان سے مخاطب ہو کر)
کہا کہ بھائیو میں نے اپنے پروردگار کے احکام تم کو پہنچا دیے تھے اور تمہاری
خیر خواہی کی تھی مگر تم میری کچھ ایسی شامت سوار تھی کہ تم خیر خواہوں کو بھی
اپنا دوست نہیں سمجھتے تھے ف قوم کے ہلاک ہوئے پیچھے حضرت صالح
کا ان سے خطاب کرنا طبیعت بشری کا تقاضا ہے کہ انکو زندہ فرض کر کے الزام
دیا کہ اگر میری بات مان لیتے تو کیوں اس نوبت کو پہنچتے بعینہ اسی طرح
ایک واقعہ ہمارے پیغمبر صاحب کو بھی پیش آیا کہ جب بدر میں جبشتر کہیں

بلکہ عرش برین پر جابر اجالکھا ہے لیکن یہ عربی و فارسی و بھاکھا زبان
کا بیچ میل ترجمہ ایسا ہی ہے جیسے کنواری مین ٹاٹ کا پیوند یا ٹاٹ پر موج
کی بچہ۔

زندہ ہیں تجھے نام مسیح و کلیم کے

دیکھا نہیں بشر کہیں اس بوجھال کا

قولہ ۱۱۱۱۱۱ الخلق و الامر سن رکھو کہ خدا ہی کے خلق ہے اور خدای
کا حکم ہے فلا خدا کے طرف سے یہ ایک منادی ہے اور کلمہ ۱۱۱۱۱۱ اسیر دلت
کر رہا ہے جیسا کہ ہمارے ہندوستان میں غدر شاہ سے پہلے جو منادی
کیجاتی تھی اسکے الفاظ یہ ہوتے تھے۔ خَلْقِ خدای۔ مُلک بادشاہ کا۔ حکم
کمپنی بہادر کا منادی کرنے والا جس طرح منادی کرتا تھا اسی کے لحاظ
سے حرکات لگائے گئیں۔ سورہ اعراف رکوع۔ ۷۔

قولہ ۱۱۱۱۱۱ اس جملہ کے نقل سے ڈپٹی صاحب کی یہ غرض یہی ہے کہ اس
منادی کے الفاظ بھی قرآن سے ماخوذ تھے بس اسیر وہی مثل صادق آتی ہے

چہ خوش گفتہ بہت سعدی دزلیخا

الایا ایہا الساقی ادرکاسا وناولہا

قولہ ۱۱۱۱۱۱ تنہ ذون من سہو لہا قصور اسیدان میں تو محل کھڑے
کرتے ف۔ ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پولی مٹی سے گارا اور اینٹیں

احدها انہ قال لهم یا قوم والاموات لا یوصفون بالقوم لان
 ایک یہ کہ انہوں نے کہا یا قوم اور مردے لفظ قوم سے موصوف نہیں ہوتے کیونکہ لفظ قوم کا
 اشتقاق لفظ القوم من الاستقلال بالقیام وذلك في حق ملئیت مفقود
 استقلال بالقیام سے ہے اور یہ میت کے حق میں مفقود ہے
والثانی ان هذه الكلمات خطاب مع اولئک وخطاب ملئیت
 اور دوسرے یہ کہ یہ کلمات اولیہوں کے ساتھ خطاب ہے اور میت کا خطاب جائز نہیں
 لا یجوز۔

والثالث انہ قال ولكن لا یحبون اننا صحین فیجب ان یكونوا محبت
 اور تیسرے یہ کہ انہوں نے کہا کہ تم سب نصیحت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے پس واجب ہے کہ وہ
 بصح حصول المحبة فہم وذلك بعد الموت معدوم
 اس حقیقت میں ہوں کہ انہیں حصول محبت صحیح ہوا اور یہ موت کے بعد معدوم ہے۔
 اسے بعد تکلف کر کے امام رازی نے اسکا جواب لکھا ہے اور سکا پنجوڑ
 رُپی صاحب نے اپنے حاشیہ کے قالب میں ڈھالا ہے چنانچہ انکی یہ عبارت
 ہے۔

ويمكن ان یحان عنه فیقول قد یقول الرجل لصاحبه وهو میت
 اور ممکن ہے کہ اسکا جواب دیا جائے پس کہے کہ کبھی آدمی اپنے اوس مردہ دوست کو کہتا ہے۔
 وكان قد نصحہ فلم تقبل تلك النصیحة حتی التی نفسه في النار
 جسکو وہ نصیحت کے ہوتا ہے اور اسکی نصیحت کو نہیں قبول کیا یہاں تک کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالا
 لخی منذ کم نصحتك فلم تقبل وکم منعك فلم تمتنع فکذا همنا والعاذ
 ای بہائی میں نے تجکو بہت نصیحت کی مگر تو نے نہ قبول کیا اور بہت منع کیا مگر تو نے نہ مانا۔ پس ایسی ہی بات ہے
 في ذكر هذا الكلام اما ان یسمعه بعض الاحیاء فیعتبر به ویترجى
 اور اس کلام کے ذکر میں یہ فائدہ ہے کہ زندہ اسکو سنکر عبرت پکڑیں اور ایسے طریقوں سے باز رہیں
 عن مثل تلك الطريقة واما لاجل انه احترق قلبه بسبب الواقعة
 اور یہ اسلئے کہ اس واقعہ سے اوٹ نکل کر دل جل گیا تھا۔

فاذا ذكر ذلك الكلام فترجت تلك القضية عن قلبه وقيل یخف علیہ
 پس جب اس کلام کو ذکر کیا تو اس قضیہ سے اونکی دل کو کچھ ٹھنڈک رہا ہوئے اور نہ لایا ہے کہ اس صیت کا اثر

کو شکست ہوئی اور بہت سے مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے تو آپ نے
مقتولین کے لاشوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اھل وجدتم ما وعدہ ربکم
حقاً۔ سورہ اعراف رکوع ۱۰۔

اقول یہ ترجمہ وحاشیہ اسی صورت میں ٹھیک و درست و بجای
خود مفید ہوگا جبکہ توی بعد المہلک یعنی حضرت صالح کا قوم کے ہلاک
ہونیکے بعد پھر ناسلیم کیا جائے اور اگر بوقت معاینہ عذاب جیسا کہ بہت
سے مفسرین کی تحقیق ہے قرار دیا جائے تو یہ ترجمہ وحاشیہ دونوں مہل
و بیفائدہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں فتویٰ عنہم وفیہ قولان۔
فتویٰ عنہم میں دو قول ہیں

الاول انه تولى عنهم بعد ان ماتوا والذليل عليه انه تعالى قال
پہلایہ کہ وہ اونے اونکے مرتبے کے بعد چلے اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
فاصبحوا فی دارہم جاثمین فتویٰ عنہم وانفاء تدل علی التعقیب
فاصبحوا الخ اور ف تعقیب پر دلالت کرتی ہے پس اس پر
علم انه حصل هذا التولی بعد جنومهم۔
دلالت کرتی ہے کہ یہ پہرا اونکے مرتبے کے بعد تھا۔

والثانی انه عليه السلام تولى عنهم قبل موتهم بدلیل انه خاطب القوم
اور دوسرا یہ کہ یہ علیہ السلام ان سے اونکے مرتبے کے پہلے ہی پھرے اس دلیل سے کہ انہوں نے قوم
وقال یا قوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولكن لا تعجبون الناصحین
کو خطاب کیا اور فرمایا کہ بیشک میں نے تمکو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور تمکو نصیحت کیا لیکن تم نے نصیحت
و ذلک بدل علی کونہم احياء من ثلاثہ اوجہ۔
کرنے والوں کو دوست نہ رکھا اور یہ تین وجہ سے اونکی نہ علی پر دلالت ہے۔

قوله قالوا یا موسیٰ اما ان تلقیٰ عباد وکرون نے موسیٰ سے کہا کہ ای
موسیٰ یا تو تم اپنی لاشیٰ سب کے سامنے لاؤ لو کہ اتر دیا بن جائے۔ سورہ اعراف
رکوع ۱۴۔

۲ قول قرآن شریف میں لاشیٰ ڈالنے اور پھر اس کے اتر دیا ہو جانیکا ذکر
نہیں ہے اور یہ نہ تو حضرت موسیٰ ہی کو پہلے سے معلوم تھا اور نہ عباد کو
ہے اس سے واقف خبر دار تھے ہاں اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ
کے معجزہ کے تصدیق کے لئے البتہ ایسا واقع عجیبہ اپنے قدرت کاملہ سے
ظاہر کر دیا پس واقع بعد الوقوع کو قبل از واقعہ بیان کرنا گویا الہام
ووحی کو لقمہ دینا ہے

۵

تجسسا کوئی زمانہ میں معجز بیان نہیں	آگے تری مسیح کے منہ میں زبان نہیں
-------------------------------------	-----------------------------------

قوله فاعلموا انک و انقلبوا صاغرين پس فرعون اور اس کے لوگ

اوس اکھاڑے میں ہارے اور ذلیل و خوار ہو گئے۔ سورہ اعراف رکوع ۴۰

۲ قول متن میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جسکا ترجمہ اکھاڑا لکھا جائے

پس یہ لفظ اپنے طرف سے زیادہ کیا گیا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ لفظ

تفسیر لکھا گیا ہے تو کہا جائیگا کہ ڈپٹی صاحب اپنے ترجمہ کو تفسیر ہونے

ان ثلاث المصیبة وذئروا جوابا اخر وهو ان صالحا علیہ السلام خاطبهم
 بلکما اور کم ہو گیا اور لوگوں نے ایک اور دو سراجواب ہی ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صالح علیہ السلام نے او
 بعد کونہم جاتین کما ان نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام خاطب قتلی بدر فقیل
 منیک بعد اوستے یہ ظاہر کیا جیسا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتولین بدر سے خطاب کیا تو کیسے
 تنقلو مع هؤلاء الجحیف فقال ما انتم باسمع منهم ولكنهم لا یقتدرون
 کہ کہ آپ ان بدو لا شون سے کلام کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تم سے برا کہہ سکتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے
 علما الجواب انتھی۔

پس دیدہ و دانستہ منطوق قرآنی کو جو مطلق ہے چھوڑنا اور بیہرہ تحقیق
 مفسرین وجود محتلمہ میں سے ایک ہی وجہ پر قصر و بس کر کے اور وجہ سے
 اعراض بحت و اغماض محض کرنا نہ ور قلق و شکایت کی بات ہے ۵

ملاتی بجز این نیست تنہایان را	کہ شنای و بیگانہ وار میگذری
-------------------------------	-----------------------------

قوله وما وجدنا الاكثرهم من عهد عهده من عهد فطری ط
 استارہ ہے کہ ہر ایک آدمی فطری سمجھ کے رو سے خدا کو مانتا ہے اور پھر
 اس عہد پر قائم نہیں رہتا اور احکام الہی کے بجالانے میں بے پروائی
 کرتا ہے حاشیہ آیت ہذا۔ سورہ اعراف۔ رکوع۔ ۱۳

اقول فیات جبکہ و سزا نام نیچر ہے وہ آپ لوگوں کے نزدیک ایک امر غیر
 منغیر ہے پس اس کے رو سے خدا کو ماننا اور پھر اس عہد پر قائم نہ ہونا
 معنی وارو۔

واضح ترجمہ جسکو ہر ملک کے اردو دان لوگ سمجھیں یہ ہے میرے ماکے بیٹے
قولہ اوتاتیتھم حیثانہم یوم سبتہم شرعاً جب اونکے سبت کا دن
 ہوتا تو مچھلیاں سینہ سپر انکے سامنے آجمع ہوتیں سورہ اعراف رکوع ۲۱
اقول شرعاً کے معنی ہے پانی کے اوپر آجانا چنانچہ مولانا عبد القادر صاحب
 لکھتے ہیں جب آنے لگیں اون پاس مچھلیاں ہفتے کے دن پانی کے
 اوپر بس مچھلیوں کا سینہ سپر آنا خاص ڈپٹی صاحب کا محاورہ ہے
 لیکن۔

بنائیں بات ہزار آ کے حضرت صبح	پرانگی باتیں نہیں اعتماد کی باتیں
-------------------------------	-----------------------------------

قولہ ان تحمل علیہ یامت اوتننکر یامت اگر اسکو کہید و
 رگید و تو زبان باہر لٹکے رہے اور اگر اسکو اسی حال پر چھوڑے
 رکھو تو بھی زبان باہر لٹکے رہے سورہ اعراف رکوع ۲۲۔

اقول اولاکہید و رگید و بمعنی ہانکد و یا خالد و نہایت ہی کریمہ دہان
 کی زبان ہے۔

ثانیاً اسکا یہ موقع بھی نہیں چنانچہ ترجمہ قادریہ میں لکھا ہے اسپر تولاد
 تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے اور ترجمہ رفیعہ میں ہے اگر بوجہ رکھے تو

انگار ہی نہیں کرتے بلکہ اس سے متحاشی ہوتے ہیں اور پھر اگر تفسیری جملہ ہوتا تو بحسب قرار داد و معمول ڈپٹی صاحب کے یہ دو خط ہلالی کے درمیان میں لکھا جاتا واذلیس فلیس اور پھر یہ جملہ خود ایسا صاف و واضح ہے کہ اسکے لئے کسی تفسیری لفظ و جملہ کی ضرورت ہی نہیں ہے چنانچہ مولانا عبدالقادر صاحب رہے اس اکھاڑے کے کیا صاف ترجمہ لکھتے ہیں تب ہارے اوس جگہ اور پھر ذیل ہو کر۔

قوله ان هذا المکر مکرمه في المدينه ہونہو یہ تمہا اور مری کا فریب کہ باہم اتفاق کر کے تم نے اس شہر میں اگر یہ پاکند مچایا ہی سورہ اعراف رکوع - ۱۴۔

اقول بیان اور سورہ یونس میں بھی ان حروف تحقیق کا ترجمہ ہونہو حرف شک و تردد کے ساتھ کرنا ڈپٹی صاحب کا محاورہ اور پھر مکر کے بدلے پاکند بھا کہے کا لفظ لکھنا آپ کے ادب و فصاحت کا نمونہ ہے

صورت کو یہ نام تصویر دیکھ کر	کان اپنے بس مصور حسن کے کپڑے
------------------------------	------------------------------

قوله قال ابن ام کہا اے میرے ماجانی بھائی سورہ اعراف رکوع **اقول** مان جانی بھائی کو ہر طرف کے لوگ نہیں جانتے اس لئے اسکا ایسا

۲ قول اسکا واضح و مطلب خیر یہ ترجمہ ہے۔ اگر شیطان کے طرف سے لکھو کوئی
 وسوسہ ہو۔ ورنہ نزع کے معنی گد گدانے یا گد گدی کے نہیں ہے بلکہ اسکے
 معنی کو بچنے اور کو بچ مارنے کے ہے اور گد گدانے کے عربی و غریغ ہے
 جیسا مولوی **اوحی الدین** بلگرامی نفاس اللغات میں لکھتے ہیں
قوله سورة الانفال مدینة وھی خمس و سبعون آية و عشر د کو عا

سورہ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی پچھتر آیتیں ہیں۔
 ۲ قول اسمین اخیر جملہ کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے جسکے معنی اس کے دس
 رکوع ہیں۔

قوله و قد دون ان غیر ذات الشوكة تا کون لکم اور تم چاہتے تھے
 کہ جسمیں لڑنے کا بوتہ نہیں وہ تمہارے ہاتھ آجائے سورہ انفال
 رکوع - ۱۔

۲ قول اس لفظ کو اسی املا سے ڈپٹی صاحب نے کئے جبکہ استعمال
 کیا ہے حالانکہ یہ ہوتا ہے نہ بوتہ مولوی **اوحی الدین** بلگرامی نفاس اللغات
 میں لکھتے ہیں بوتہ بر وزن طوبی بمعنی طاقت بہت یعنی آن راقوت
 و بفارسی زور و توانائی و نیرو گویند اور پھر یہ خاص عورتوں کا محاورہ

اوپر اوسکے زبان لٹکادے یا چھوڑ دے اسکو زبان لٹکادے اور مولانا
شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں اگر شقت اندازی بروی زبان از دہن
بیرون افکند و اگر معطل بگذاری اور انیر۔ بیرون افکند۔
پس ظاہر ہے کہ فقط کہید و رکید و سے یہ مفہوم صحیح و مطلب صریح ظاہر
و ادانہین ہو سکتا۔
۵

غلطیہای مضامین مت پوچہ	لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں
------------------------	-----------------------------

قولہ یسألونک عن الساعة ایان مرساھا ای پیغمبر لوگ تم سے
قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کہین اوسکا تہل پڑا ہے۔ سورہ
اعراف رکوع۔ ۲۳۔

۲ قول یہ اصطلاحی لفظ عموماً عام فہم نہیں ہے اسلئے اسکا عام فہم یہ
ترجمہ تھا کہین اسکا ٹھکانا ہی ہے اور مولانا عبدالقادر صاحب بمناسبت
لفظی یہ لکھتے ہیں کہ سوقت ہے اوسکا ٹھراؤ۔

قولہ واما یزغناک من الشیطان نزع اور اگر شیطان کے
گردنہ سے انتقام وغیرہ کی گردگی تمہارے دلمین پیدا ہو سورہ اعراف
رکوع۔ ۲۳۔

یہ ترجمہ ہے۔ سواروان کے گردنوں پر اور ماروان کے پورون پر۔
قوله یا ایہا الذین امنوا اذ القیتم الذین کفروا ذحفا فلا تلو
 ہم الا بار مسلما نوجب کافرون سے تمہارے لشکر کی مٹھہ بھر ہو جاو
 تو انکو پیٹھ نہ دینا سورہ انفال رکوع ۲۔

۲ **اقول** اس میں ذحفا کا ترجمہ ڈپٹی صاحب نے چھوڑ دیا ہے یا چھوٹ
 گیا ہے بشق اول اگر کوئی کہے کہ مٹھہ بھیر سی میں اسکا مفہوم بھی ادا ہو
 تو کہا جائیگا کہ ہرگز نہیں کیونکہ بغیر ذحفا کے یہی فقط لقیتم کا ترجمہ مٹھہ
 بھیر ہو سکتا ہے لیکن جس مفہوم خاص و اہتمام مختص کے لئے یہ لفظ زیادہ
 کیا گیا ہے وہ ہے اسکے ترجمہ کے حاصل نہیں ہو سکتا یعنی غرض
 کہ اگر کفار تم پر ریل پیل کر چڑھ آویں اور انبوء و ازدحام کہہ کر تم پر
 اور تم سے وہ کہیں زیادہ بھی ہوں تب بھی تم اون سے نہ بھاگو اور نہ
 حالت سخت میں قرار ہی کو فرار پر مقدم سمجھو اور میدان جنگ میں
 ہوے یہی کہتے رہو **ع** آن نہ من باشم کہ رز زنگ بنی ہاشم
 چنانچہ **مَوَلاکَ اَشَہَدُ اَنَّکَ اَشَہَدُ** کہ صاحب لکھتے ہیں۔ اسی سے
 چون ہم آئید با کافران انبوء کردہ پس مگر دانید سوے ایشان پست

ہے دیکھو اسکی ثبوت کے لئے دیوان جان وغیرہ پس یہ ترجمہ
لفظاً صحیح و فصیح نہیں مولانا عبد القادر نے اسکی لفظی معنی
وہ دونوں مناسب کے ساتھ یہ کیا اچھا ترجمہ لکھا ہے۔ اور تم چاہتے ہو کہ
جسمین کا ٹٹا نہ لگے وہ مکمل سے سچ ہے۔

جو ہر جام جم از طینت کان دیگر است | تو توقع ز گل کوزہ گران میداری
قولہ حاضر بوا فوق الاضناق و اضربوا منہم کل بنان اچھا
تو کہے ان کافروں کے گردنوں پر اور لگے ان کے پور پور پر اردو کا خا
محاورہ ہے لگے انکے گردنوں پر یہ وہ حکم ہے جو عین وقت پر ان لفظ
سے دیا جاتا ہے اور یہ بہترین ترجمہ ہے جو حاضر بوا کا ہو سکتا ہی
سورہ انفال رکوع ۲۔

اقول لیکن یہ محاورہ وہیں کہیں گاہان آمر و امور و مقتول سب
ایک ہی جگہ موجود ہونگے چنانچہ ڈپٹی صاحب بھی فرماتے ہیں یہ وہ حکم ہے
جو عین وقت پر ان الفاظ سے دیا جاتا ہے۔ پس جب اس حالت مجموعی
کے سوا اسکے اطلاق کی ضرورت پڑ گئی تو وہاں یہ محاورہ مستقیم نہوگا
لہذا اسکا ہر وقت و ہر حالت کے لئے عام طور پر مطلب خیر و صاف

طور پر سورہ انفال رکوع - ۲ -

۲ قول اگر کوئی ڈپٹی صاحب پوچھے کہ آپ باوجود اقرار خود قول راجع کے رہتے ہوئے مرجوح کو جو فقط بعض ہے تفسیر و نمین مذکور ہے کیون اختیار کیا تو آپ کے پاس بجز اسکے اور کیا جواب ہوگا۔ ۵

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں اور نہ کیا بات کر نہیں آتی

قولہ دارالندوہ کہ میں ایسی جگہ تھی جیسے ہمارے بڑے شہر وں میں مینوسپل کمیٹی کا ہال اور ہر طرح کی پنچائتیں وہیں ہوا کرتی تھیں حاشیہ آیت واذیمکربک سورہ انفال رکوع - ۳ -

۲ قول گو آجکل انگریزی الفاظ عالمگیر ہو رہی ہیں لیکن پھر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کہتے ہیں شتار شتار کیا کہلاتا ہے اور یہ کنہاجورے کیا رنگ رہے ہیں دیکھئے بات المغش وعرۃ العروس پس اسلئے ڈپٹی صاحب کو لازم تھا کہ دارالندوہ کے تفسیر جو آپ مینوسپل کمیٹی کے ہال سے کی ہے اسکے بدلے مطلق کچھری یا پنچایت گہریا بیٹھک خانہ وغیرہ تفسیر فرماتے ورنہ اکثر لوگوں کے نزدیک مفسر مفسر یعنی دارالندوہ و مینوسپل کمیٹی ہال دونوں کا ایک ہی حال ہے۔

را اور علامہ ابوالسعود کہتے ہیں والمعنی اذا التقیوہم للقتال و ہم
 کثیر جہم وانتم قليل فلا تقولوا ادبارکم فضلا عن الفرار بل قالو
 وقتالوہم مع قلتکم فضلا عن الفرار بل قالوہم وقتالوہم مع
 قلتکم فضلا عن ان تدانوہم فی العدد او تساوہم انتھی۔

پس مطابق اسکے اسکا شرحوں مطلب خیر یہ ترجمہ ہوگا کہ ای مسلمانو
 جب کافر ریل پل کر تم پر چڑھاؤین اور تمہارے اونکی مٹھ بھیراں حال
 میں ہو جاے کہ وہ تم سے زیادہ بھی ہوں تو بھی تم اون سے نہ بھاگنا۔

قولہ وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی اور ای پیغمبر جتنے

تیر چلاے تو تم نے تیر نہیں چلاے بلکہ اللہ نے تیر چلاے۔ رمی عربی کا

ایک لفظ مشترک ہے تیر چلانے کو بھی کہتے ہیں اور کنکر پھینکے کو بھی کہتے

ہیں چونکہ پیغمبر صاحب تیر کا چلانا اور کافروں کے طرف مٹی کا پھینکنا

دونوں باتیں ثابت ہیں مہنے تیر کا چلانا ترجمہ کیا ہے کہ معمولی کو چھوڑ کر

غیر معمولی پر کیوں دوڑیں اور دوسرے لوگوں نے مٹی کنکر کا پھینکنا

بیشک وہ بھی ایک معجزہ تھا کہ سارے کافروں کے انکھوں میں خاک گئی

اور ہمارے ترجمہ کا ماخذ بھی بعض تفسیر وں میں موجود ہے اگرچہ مرجوح

ہے اور اگر اہلبیان مطبع کی کارستانی ہے تو یہ ڈپٹی صاحب کے تصور تصحیح و

قلت اہتمام مطبع کی نشانی ہے وکلاہما کما تری ^۵
 اور یہ دونوں مہیا تمام دیکھتے ہوئے ہیں
 خط نے قلعی کھول دی آئینہ خسار کی چشمہ خورشید میں کافی لگی رنگارنگی

قوله سورة التوبة اخرا نزل بالمدينة غير لقد جاءكم الايتين

وقيل ثمان النصوص هي مائة وتسع وعشرون آية سورة توبة مدینہ
 میں جو وحی وقتاً فوقتاً نازل ہوئی اسمین سے یہ سب آخری سورت ہے
 اور اسکی ایک سو انتیس آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین جتنی عبارت پر مینے خط کھینچ دیا ہے اسکا ترجمہ چھوڑ دیا
 گیا ہے پس متن کی عبارت کا پورا ترجمہ یہ ہے۔ لقد جاءكم کو دو آیت
 کے سوا سورہ توبہ مدینہ کے سورتوں میں سے سب سے پہلے نازل ہوئی
 اور بعض نے کہا کہ اسکے بعد سورہ نصر نازل ہوئی۔

قوله لوگون میں تو یوں مشہور ہے کہ جمعہ کے دن حج ہو تو وہ حج
 اکبر ہے مگر شرع میں اسکی کچھ اصل نہیں۔ حاشیہ آیت و اذان میں اللہ
 و رسولہ الم الناس یوم الحج اکبر سورہ توبہ رکوع - ۱ -

۲ قول یہ ڈپٹی صاحب کے نقصان علم و قلت تتبع کی دلیل ہے

قوله غالب لکم الیوم آج لوگون مین کوئی ایسا (سورہ) نہیں
جو تم پر غالب آسکے۔ سورہ انفال رکوع - ۹۔

۲ قول سورہ کے لفظ کو جس کے معنی پہلوان - شجاع - دلیر - جوانمرد وغیرہ
ہیں اس مقام کے سوا اور جگہ بھی ڈٹٹی صاحب نے استعمال کیا ہے
لیکن اولاً یہ لفظ عموماً عام فہم نہیں اور دوسرے یہاں سبکی کوئی
ضرورت نہیں دیکھی مَوْکَنَا عَبْدُ الْقَادِر صاحب کا ترجمہ یہ
اس لفظ کے کیسا صاف ہے۔ کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن۔

قوله یہ لوگ مسلمانوں کے رشتے ناطے کے تھے۔ حاشیہ آیت
۱۰ ان یریدوا خیانتک سورہ انفال رکوع - ۱۰۔

۲ قول بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مشہور لفظ کو ڈٹٹی صاحب نے
ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقاموں میں اسی املا سے بحرف ط لکھا ہے
حالانکہ یہ مشہور لفظ حرف ت سے ہے نفاس اللغات میں ہے ناسا
یعنی خوشی میان مردم بعربی قرابت گوئید۔ ناسے والے بہرہ دیارے
مجمول نزدیکیاں و خوشیاں کہ باہنا قرابت باشد انتہی پس اگر ڈٹٹی
صاحب نے خود ہی بار بار ایسا لکھا ہے تو اونکی بڑی ہی غفلت و نادانی

جس دن گرم کیا جائیگا۔

قولہ سوء اعمالہم انکی بدکردیاں سورہ توبہ رکوع - ۵۔

۲ قول معلوم نہیں بدکرداری کیجگہ بدکردی کہان کا محاورہ ہے اسکا صاف ترجمہ ہے۔ انکے برے کام۔

قولہ انا قلتم الی الارض زمین پر ڈھیر ہوے جاتے ہیں سورہ توبہ رکوع - ۶۔

۲ قول ڈھیر زیادہ کو بھی کہتے ہیں جو بیان مقصود نہیں پس اسکا صاف مطلب خیر وہی ترجمہ ہے جو مولانا عبد القادر صاحب نے لکھا ہے ڈھے جاتے ہو۔

قولہ سخت غلطی فہمی ہے سورہ توبہ رکوع - ۶۔

۲ قول صحیح و فصیح سخت غلط فہمی ہے۔

قولہ ولكن كره الله انبعاثهم فشبھم مگر اللہ کو انکا جگہ سے

ہلنا ہی ناپسند ہوا تو اسنے انکو احدی بنادیا بادشاہی زمانہ میں کچھ

لوگ احدی ہوتے تھے کہ کوئی خدمت اونسے متعلق نہ ہوتی اور وہ

گھر بیٹے تنخواہ پاتے حیدرآباد میں منصب داروں کی حالت بھی قریب

ورنہ ملا علی قاری نے خاص اسی بارہ مین ایک رسالہ لکھا ہے
اوسکا نام ہے الخط الاوفیٰ للجامع الاکبر خیا نچہ اپنے مناسک

مین کہتے ہیں لوقفۃ الجمعة مزید علی غیہا اوسعین دحیۃ
جموعہ کے وقوف وفات کو اور وفات کے بعد ستر درجہ فضیلت اور میں اس مسئلہ میں
وقد الفت فی هذه المسئلة رسالۃ مستقلة سمیتها بالخط الاوفیٰ
ایک مستقل رسالہ جمع کیا ہے اوسکا نام الخط الاوفیٰ للجامع الاکبر رکھا ہے۔
فی الجامع الاکبر۔ اور کشف الطنون عن اسامی الکتاب والفتون

مین ہے الخط الاوفیٰ للجامع الاکبر للشیخ علی بن سلطان محمد
الخط الاوفیٰ للجامع الاکبر شیخ علی بن سلطان محمد
الحنفی الہروی القاری المتوفی سنۃ ست وعشرۃ و الف
حنفی ہروی قاری کا رسالہ ہے جنہوں نے سنہ ایک ہزار سورہ مین وفات کیا
قوله صلح کی بل مندر ہے چر ہے۔ حاشیہ آیت کیف وان ینظروا

سورہ توبہ رکوع - ۲ -

اقول مندر ہے چر ہنا بمعنی مراد ملنا تمنا برآنا وغیرہ ایسا غیر مشہور
اصطلاحی جملہ ہے کہ ہندوستان کے ہر اطراف کے لوگ خصوصاً عوام

کچھ نہیں سمجھتے

قوله یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم جبکہ اوس سونے چاندی

کو دوزخ کی آگ مین رکھ کر تپایا جائیگا۔ سورہ توبہ رکوع - ۵ -

اقول مولانا رفیع الدین صاحب نے اسکا کیا صاف ترجمہ لکھا ہے

اور علیٰ ہذا القیاس حیدر آباد کے اور منصبدار لوگ بھی اپنے ابا و اجداد
یا کسی اکابر و اعزہ کے خدایات عالیات کے صلہ میں تنخواہ و منپشن پکے
ہیں پس جس شرف سے ملازمان والا خود شرف ہیں او سکود و سرور
کے لئے موجب عار و ننگ سمجھنا موجب عار و ننگ ہے اور پھر ہر وقت
و بموقع جیسے جس زمانہ میں ملازمان عالی شاید ناظم حیدر آباد تھے کاش
او س وقت اگر یہ تحریروں و تحریک کی جاتی تو ممکن تھا کہ بعض منصبداروں
کے کچھ تنخواہ موقوف یا کم ہو کر داخل خزانہ عامہ سرکار آصفیہ ہوتی اور
اس میں شاید جناب والا کی ایک عمدہ خیر خواہی تصور کیجاتی لیکن اب
کہ می پرسد کہ در شمار می آید کا ان العزل موت -

ثانیاً قرآن شریف ایسے متبرک و ضروری کتاب کا ترجمہ ایسے و اہیات
قصہ طلب لفظ میں کرنا جسکو عموماً لوگ نے او سر کا قصہ سنے ہوئے
نہ جانتے ہوں کیا ضرور ہے خصوصاً جبکہ اسکے لئے اور بہت سے دوسرے
صاف لفظین موجود ہوں مثلاً خدا نے او سکوبو جہل کر دیا یا سست
و کاہل بنا دیا وغیرہ وغیرہ۔

آپ اگر کوئی صاحب یہ فرماوین کہ اگر یہ نہیں ہے تو تمام ہندوستان

قرب احدیوں کی ہے اب احدی کا ہل اور سسکے لئے بولا جاتا ہے
 حاشیہ آیت ۱ لیکن کراہۃ اللہ انبعاثہم الخ سورہ توبہ رکوع ۷
 ۲ قول اولایہ خلاف واقع وخلاف تحقیق ہے ڈنگن فارس لالائی
 اپنے لغت میں لکھتا ہے۔

احدی :- A-SPECIES, OF MILITARY, CORPES, IN INDIA.

یعنی احدی ہندوستان میں ایک قسم کی فوجی جماعت ہے اور غیاث اللغات
 میں لکھا ہے احدی بفتح تین منصب داری با شرا از انواع منصب داران
 و این از عبد اکبر بادشاہ است از چیراغ ہدایت و در بہار عجم نوشتہ کہ جماعت
 احدیان سہا منصب ذات دارند و سوار و پیادہ متعینہ سرکار با خود دارند
 تم کلامہ گویند کہ احدی از طرف بادشاہ برای اجرای حکمی بر امر مستلط
 میشود و بعض مردم کہ احدی بسکون جاگویند صحیح نیست انتہی اس سے
 ثابت کہ یہ احدی لوگ ایک ایک کام پر متعین ہوا کرتے تھے اور
 یوں ہی مہل گھر میں بیٹھے تنخواہ نہیں پاتے تھے اور اگر انہیں سے
 کسی کو گھر بیٹھے تنخواہ ملتی بھی ہوگی تو اسی حالت میں ملتی ہوگی کہ جس
 ملازمان عالی پاتے ہیں اور پیشتر اور وظیفہ خوار سرکار آصفیہ لکھی جاہن

ہو تو ہو کتاب ہے آئندہ العلم عند اللہ نعم
قولہ فاقعدوا مع الخالفین پھسڈیوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھے
 رہو سورہ توبہ رکوع - ۱۱ -

۱ **اقول** پھسڈیوں کو ہر جگہ کے لوگ نہیں جانتے اور فصحاء بھی اسکو سمجھا
 نہیں کرتے اسلئے یہ ترجمہ بالکل غیر فصیح ہے مولانا رفیع الدین صا
 اسکا کیا صاف ترجمہ کرتے ہیں۔ پس بیٹھے رہو ساتھ پیچھے رہی و اون کے۔
قولہ امن اسس بینانہ علی شفا جوف ہا دیا وہ جو پیسے
 کہو کھلے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے۔ سورہ توبہ
 رکوع - ۱۳ -

۲ **اقول** یہ ترجمہ نہایت ہی کریمہ و سمع خراش ہے اسکا فصیح لفظوں
 سے ملا ہوا مطلب خیز یہ ترجمہ ہے۔ یا وہ جو اپنے عمارت کی بنیاد
 کرنے والے کھائی کے کنارے پر رکھے۔

قولہ حریص علیکم انکو تمہارے بیہود کا ہو کا ہے سورہ توبہ رکوع
 ۱۶ **اقول** سورہ نخل کے ترجمہ میں بھی آپ نے ہو کا کا لفظ استعمال کیا
 ہے حالانکہ یہ لفظ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان

میں احمدی کاہل کے معنی میں کیوں مشہور ہو گیا۔

تو اولاً میں یہ عرض کروں گا کہ میں ہندوستان بہر کے محاورات کے شرح و وجوہ تسمیہ لکھنے کو تو بیٹھا نہیں کہ مجھے یہ سوال عاید ہو میرا موضوع تو فقط استفادہ ہے کہ قرآن ایسی عام حاجت و ضرورت کی کتاب کا ترجمہ محض سمیل یعنی سیدھے سادے لفظوں میں ہونا چاہیے پس اس حقیقت سے یہ سوال ما نحن فیہ سے خارج ہے۔

ثانیاً اُدباً و ارباب لغت کا یہ مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ تمامی اسما و خصوصاً اعلام کے لئے وجوہ تسمیہ ہونا کچھ ضرور نہیں۔

ثالثاً کہہ ہی تسمیہ خلاف وجوہ ثابتہ بھی ہو کر تا ہے جیسے قافلہ بجنے ذابہ یا عیاش بجنے بد معاش یا صوفی بجنے بیوقوف و زاہد و درویش بجنے محتاج چنانچہ اسی معنی میں یہ مثل مشہور ہے۔ برعکس نہت نام زنگی کا فور۔

رابعاً چونکہ یہ لوگ امر اور سرکشوں کے تادیب و تنبیہ کے لئے اوپر اطمینات ہو کرتے تھے اور نے اپنا کام انجام کئے ہوئے اوٹھتے ہی نہ تھے اسلئے ان کی تعلق و مناسبت کے سبب اگر یہ ان کا نام مشہور ہو گیا

اور اسکی ایکسو نو آتین ہیں

۲ قول جس عبارت پر مینے خط کھینچ دیا ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس اسکا پورا ترجمہ یہ ہے۔ فان كنت في شك و تين آتون كسوا كمين نازل
قوله فجعلناها حصيداً ثم حنن اسکا ایسا ستر او کر دیا الخ سورہ
یونس رکوع۔ ۳۔

۲ قول ستر او کا لفظ عام فہم نہیں ہے اسلئے اسکا صاف یہ ترجمہ
اوسکو کاٹ کر ڈھیر لگا دیا۔

قوله ولا يرهق وجوههم قتر ولا ذلہ اور گنہگاروں کی طرح
اونکے مونہوں پر نہ کلونس چھائی ہوگی

۲ قول کلونس کا لفظ غیر مانوس ہے اور پھر اکثر یہ لفظ سیاہی
یا کالے کے بعد کلوٹے کے مانند اسکی تاکید کے لئے استعمال کیا جاتا ہے
اسلئے عام فہم یہ ترجمہ ہے کہ اونکے مونہوں پر سیاہی اور ذلت نہ چڑیگی
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں نہ پوشہ روئے ایشان را
بہیج سیاہی و نہ ہیج خواری۔

مبارک میں نہایت ہی کرہیہ و مکروہ ہے اسکے لئے جبکہ خود قرآن میں
حرص اور طمع اور تمنا کا لفظ موجود ہے اور عرف میں آرزو وغیرہ
مشہور ہے تو پھر ایسے غریب و غیر مانوس و کرہیہ و مکروہ لفظ کو
استعمال کرنا کیا ضرورت تھا۔

اگر کوئی کہے کہ جو طمع و حرص کا مفہوم ہے وہی ہو کہا کا بھی مفہوم
ہے تو پھر جب یہ الفاظ قرآن ہی میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
طرف منسوب ہیں تو اگر ہو کہا بھی منسوب کیا گیا تو مضائقہ ہے۔

تو کہا جائیگا کہ مفہوم کے واحد ہونے سے الفاظ کی ثقالت نہیں جاتی
تناول کیجئے۔ اور نوش جان فرمائیے اور ٹھوس لیجئے اور ہو رلو۔

دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے لیکن ضرور ایک باعتبار دوسرے
کے ثقیل و گران ہے اور اہل قدر و المراتب کے لئے دوسرے کا استعمال
ضرور خلاف ادب ہے۔

ہر ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا؟ تمہیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

قولہ سورہ یونس نزلت بملکۃ الہ فان کنت فشاک ثلاث

اواثنین وحمایۃ وبتسع آیات سورہ یونس کے میں نازل ہوئی

عذاب سے ہلکو ڈراتا ہے اسکو ہمپر لاپچ۔ سورہ یونس رکوع - ۳۔

۱ قول یہ لاپچ خاص ڈپٹی صاحب کا محاورہ ہے ورنہ مولانا عبد القادر صاحب یہ صاف ترجمہ لکھتے ہیں اب لے آجو وعدہ دیتا ہے ہلکو اگر تو سچا ہے۔

۲ قولہ حتی اذ اجاء امرنا وفاداً للتور یہاں تک کہ جب ہمارا حکم عذاب آہو نچا اور غضب الہی کے تنور نے جوش مارا سورہ ہود رکوع - ۴۔
۲ قول کلام اللہ میں یہ عبارت دو مقام پر ہے ایک یہاں اور دوسرے سورہ مومنون میں یہاں تو ڈپٹی صاحب نے تنور کا ترجمہ غضب الہی کیا ہے اور سورہ مومنون میں تنور زمین یعنی بالکل روی زمین لکھا ہے اس سے انکی غرض یہ ہے کہ تنور اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی غضب الہی یا روی زمین میں مستعمل ہے لیکن مولانا شاہ عبد القادر صاحب اسی آیت کے فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں۔ تنور تھا حضرت نوح کے گھر میں طوفان کا نشان تیار کیا تھا کہ جب اس تنور سے پانی ایلے تب کشتی میں سوار ہو جاؤ انتہی۔

اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے قلنا الاصل حمل الکلام علی حقیقتہ کلام کو اپنے حقیقت پر حمل کرنا اصل ہے

قوله کاغذا غشیت وجوههم قطعاً من الليل مظلاً۔ گویا
شب تاریک (کی چادر کو پہاڑ کر اس کے ٹکڑے ان کے مونہوں پر ڈال
دیے ہیں سورہ یونس رکوع۔ ۳۔

اقول جبکہ بدون از تکاب مجاز کے دن و رات کے ٹکڑوں کا استعمال
ہوا کرتا ہے تو اس تفسیری جملہ سے چادر پہاڑنے کے کوئی حاجت نہ تھی
فقط یہی کافی تھا کہ گویا ان کے مونہ پر اندھیری رات کا ٹکڑا ڈال دیا گیا
ہے اور اگر ملخص شہ حوا رکھتے تو یہ تحریر فرماتے کہ گویا ان کا مونہ اندھیر
رات کے مانند کالا کر دیا گیا ہے۔

قوله سورہ ہود نزلت بکلمۃ غیر و اقم الصلوة طرفی للنہا وھی
مانۃ وثلث و عشرون آیۃ سورہ ہود مکہ میں نازل ہوئی اور اُسکی
ایک سو تیس آیتیں ہیں۔

اقول جتنی عبارت پر معنی خط کھینچ دیا ہے اس کا ترجمہ نہیں ہے
پس پورا ترجمہ یہ ہے آیت اقم الصلوة طرفی للنہا کے سوا سوا
ہود مکہ میں نازل ہوئی۔

قوله فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین اگر تو سچا ہے تو جس

پس اس سے ثابت ہے کہ تنور کے حقیقی ہی معنی مراد ہے اوس سے مجازی
 معنی غضب آہی وغیرہ جیسا کہ ڈپٹی صاحب نے لکھا ہے مراد لینا ہرگز درست
 نہیں اور پھر ڈپٹی صاحب اسکو کیونکر درست کر سکتے ہیں جبکہ وہ خود
 و مارمیت اذرمیت کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔ دعی عربی کا ایک لفظ
 مشترک ہے تیر چلانے کو بھی کہتے ہیں اور کنکر پھینکے کو بھی کہتے ہیں چونکہ
 پیغمبر صاحبؐ تیر کا چلانا اور کافرون کے طرف مٹھی خاک پھینکنا دونوں
 باتیں ثابت ہیں ہننے تیر چلانا ترجمہ کیا ہے کہ معمولی کو چھوڑ کر غیر معمولی
 پر کیوں دوڑیں۔ پس۔

ہر کس از دست غیر نالہ کند	سعدی از دست خوشتن فریاد
---------------------------	-------------------------

قولہ جس طرح تمام دنیا کے باپوں کو اپنے اولاد کی محبت ہوتی ہے اور
 باپ اولاد کی قصور کو ہمیشہ محبت کی وجہ سے ہلکا سمجھا کرتا ہے اوسکی
 خطاؤں سے چشم پوشی کرتا ہے یہی حال نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے
 کے ساتھ تھا کہ آخر تک اسکی نجات کی دعا کرتے رہے حاشیہ آیت
 قال یا نوح انه لیس من اهلک سورہ ہود رکوع ۴۔

اقول آخر میں نجات کی دعا کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ معاذ اللہ

ولفظ التنوير حقيقة في الموضع الذي ينفذ فيه فوجب حمل اللفظ
 اور لفظ تنوير حقیقت میں وہ موضع ہے جہاں کوئی بجائی جاتی ہے پس واجب ہے کہ یہ لفظ اوسى پر
 عليه ولا امتناع في العقل في ان يقال ان الماء ينبع اولاه من موضع معين
 محل کیا جائے اور عقلاً متنع نہیں ہے کہ کہا جائے کہ یہانی پہلے اس موضع معین سے نکلا
 وكان ذلك الموضع تنورا فان قيل ذكر التنوير بالالف واللام وهذا
 اور وہ موضع تنور تھا۔ پھر اگر کہا جائے کہ تنور الف لام کے ساتھ مذکور ہے اور اسکو
 انما يكون معهود سابق معين معلوم عند السامع وليس في الامر
 پہلے سے مقرر اور سامع کو معلوم ہونا چاہیے اور دنیا میں کوئی ایسا تنور نہیں
 تنور هذا شأنه فوجب ان يحتمل ذلك على ان المراد اذا رايت الماء
 جسکی پریشان ہو پس واجب ہے کہ یہاں پہلے کیا جائے کہ مراد یہ ہے کہ جب دیکھے تو کہہ پانی
 لشيء بنوعه والامر يقوى فاجب بنفسك وبمن معك قلنا لا يبعد ان
 ثابت ہی ہو گیا اور یہ امر بہت قوی ہوا تو اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو بجا ہم کہتے ہیں تبید نہیں کہ کہا
 يقال ان ذلك النور كان معلوماً ينبع عليه السلام وعرفه انك اذا
 جانے کہ یہ تنور نوح علیہ السلام کو معلوم تھا اور خدائے او کو یہ بتلادیا تھا کہ جب تم دیکھنا کہ پانی نے جوش
 رايت الماء بفور فاعلم ان الامر قد وقع وعلى هذا التقدير فلا حاجة
 مارا تو جان لینا کہ یہ امر واقع ہوا ایسے طوفان آیا اور بنا براسکے کلام کو ظاہر سے پیچھے لے کر کہی جائے
 الى صرف الكلام عن ظاهرة ومعنى فار - ينبع على قوة وشدة تشبهاً
 نہیں اور فار کے معنی دیک کے مانند جوش مارنے کے ہے واسطے
 بغلبان القدر عند قوة النار ولا تشبهة في ان نفس التنوير لا يفور
 تشبیہ جوش دیک کے وقت تیزی آگ کے اور اس میں غلبہ نہیں کہ خود تنور تو جوش مارتا ہے نہیں
 فالمراد فار الماء من التنور والذي روى ان فور التنور كان
 پس مراد یہ ہے کہ تنور سے پانی نے جوش مارا اور جو مروی ہے کہ تنور کا جوش مارنا قوم کے
 علامة بهلاك القوم لا متنع لان هذه واقعة عظيمة وقد
 ہلاک ہونے کی علامت تھی یہ متنع نہیں ہے کیونکہ یہ بڑا ہی واقعہ تھا
 وعد الله تعالى المؤمنين النجاة فلا بد وان يجعل لهم علامة
 اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نجات کا وعدہ دیا تھا پس ضرور تھا کہ اسکے لئے ایسے کوئی علامت مقرر
 بها يعرفون الوقت المعين فلا يبعد جعل هذه الحالة علامة
 کر دی جائے جس سے وہ لوگ وقت معین کو پہچان لیں پس اس حالت کا اس واقعہ کے حادث ہونے کے
 لحد وث هذه الواقعة اسحق
 مقرر ہونا کچھ بعید نہیں۔

لیکن - چہ نسبت خاک را با عالم پاک -

اور زمین تو تفسیر کبریٰ میں اگر ڈیٹی صاحب اسکی وجہ موجبہ کو ملاحظہ فرمائے ہوتے تو کبھی ان ڈنگوں کے قصہ کہانی سے قرآن شریف کے تفسیر کی جبرأت نہ فرماتے دیکھئے اسمین اسکی وجہ کس شرح و بسط کے

ساقۃ لکھی ہے فسبب خوفہ امر ان احدهما انہ کان یبذل فی طوف
پس بسبب خوف کا اونکے دو امر تھا۔ ایک یہ کہ وہ ملاکہ تو کون سے دو ایک

من الارض بعید امن الناس فلما امتنعوا من الاکل خاف ان یردوا
کنار زمین میں اور بے تھے اور جب کہانے سے اونہوں نے بات نہ کہنیا تو حضرت ابراہیم ڈرے کہ اسے توئی
بہ مکتروہا وتانیہا ان من لا یرف اذ احضر وقدم الیہ طعام
تخفیف نہ ہوئے اور دوسرے یہ کہ جس سے جان چھان ہو اور وہ آئے اور اسکی پائینے کھانا پیش کیا
فان اکل حصل الامن وان لم یاکل حصل الخوف امنھی -

پس اگر اوستے کھایا تو امن و امانیان ہو جاتا ہو اور اگر نہیں کھایا تو خوف و نہتھا لگا رہتا ہو
قوله وامطرنا علیہم حجارة من سجيل منضود او سپہ برساک

جسے ہوئے کھڑبجے کے پتھر سورہ ہود رکوع ۷

اقول سورہ حجر کے ترجمہ میں بھی کھڑبجے اطلاق کے گئے ہیں لیکن یہ
عام فہم نہیں ہیں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں و بارائیم
برآہنا سنگما از قسم سنگ گل تہ بہہ پس اردو میں اسکا واضح مطلب
خیز یہ ترجمہ ہے کہ ان پر پھینے پتھر کی تہ بہہ ٹھیکری برسایا

قوله سورہ یوسف نزلت بکلمۃ ثوالحجر وہی مانتہ واحد عشرۃ

ہمیشہ اپنے بیٹے کی گناہ کو ہلکا سمجھا کرتے تھے اور اس سے چشم پوشی کرتے رہے کیونکہ اگر وہ ایسا کئے ہوتے تو ضرور مداحین فی الدین ٹہرتے اور ہمت فی الدین عوام مسلمین سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ بنی معصوم سے ۵ خود سیدادشن جان ہو تو کیونکر ہو علاج

کون رہ تباہ اسکے جب خضر بٹکانے لگے
 قولہ ڈکھون کا دستور سنا جاتا ہے کہ جب کانک چکھہ لیتے ہیں اس کے
 ساتھ دغا نہیں کرتے اور جب کے ساتھ دغا کرنی ہوتی ہے اس کانک نہیں
 چکھتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ کھانکی وجہ سے فرشتوں کی نسبت
 اسی طرح کا خدشہ ہوا ہو گا سو فرشتوں نے حضرت ابراہیم کا اطمینان کر دیا
 کہ ہمارے نہ کھانیکا سبب یہ ہے کہ ہم فرشتے ہیں۔ حاشیہ آیت فلما ادا ی
 اید بہم کا متصل الیٰ سورہ ہود رکوع ۷۔

۲ قول چونکہ ڈپٹی صاحب نے ہمیشہ اپنے کو ناول نویسی و افسانہ خوانی
 میں مشغول رکھا ہے اسلئے آپ کے مخزن خیال و مدرکہ تحقیق میں وہی ہل
 افسانے و فرضی قصے بھرے ہیں اور اب معاذ اللہ آپ انہیں واہیتا
 سے قرآن پاک کی مطالب عالیات کی تفصیل و تفسیر بھی کیا جاتا ہے

کھیلنے لگے۔ لیکن ڈپٹی صاحب نے جا کر۔ اور لگے۔ دونوں ہتھمال کیا ہے پس یہ انکے قلع عربیت اور محاورہ کے ناواقفیت کے بہت ہی بڑی دلیل ہے۔

ثانیاً استباق کے جو لغوی معنی ڈپٹی صاحب نے بیان کئے ہیں وہ کبڈی میں نہیں پایا جاتا کیونکہ کبڈی کی شرح میں ڈنگن فارس لال ڈی اپنی ڈکشنری میں یہ بیان کرتا ہے۔ کہ کبڈی لڑکوں کا ایک کھیل ہے لڑکے اپنے کو دو جماعت میں تقسیم کرتے ہیں اوئیں سے ایک جماعت ایک لکیر کے جزمین پر کہینچی جاتی ہے ایک طرف رہتی ہے اور اوس لکیر کو پالا کہتے ہیں اور دوسرے فریق کے اوس لکیر کے دوسرے جانب کھڑے ہوتے ہیں ایک لڑکا کسی ایک فریق کا کبڈی چلاتا ہوا اوس خط سے گذرتا ہے اور دوسرے فریق کے کسی ایک شخص کو چھونے کی کوشش کرتا ہے پس اگر وہ کسی کو چھو کر اپنی جماعت میں چلا آیا تو وہ لڑکا جو چھو گیا خیال کیا جاتا ہے کہ مر گیا یعنی ہار گیا اور اگر وہ لڑکا جس نے حملہ کیا تھا خود ہی پکڑا گیا اور اپنی جماعت میں واپس نہ آسکا تو وہی مر گیا یعنی ہار گیا اسی طرح سے یکے بعد دیگرے ہر فریق سے دوسرے فریق پر حملہ

سورہ یوسف کے مین نازل ہوئی اور سہی ایک سو گیارہ آیتین ہین۔
اقول اسمین جملہ توالجج کا ترجمہ نہیں ہے جس کے معنے ہے اسکے
 بعد سورہ حجر نازل ہوئی۔

قوله ایک باپ سے کئی ماؤن کی اولاد آپس مین بے مات بھائی بہن
 کہلاتے ہین۔ حاشیہ آیت اذ قالوا لیوسف سورہ یوسف رکوع ۲۔
اقول دہلی وغیرہ مین یہ کہتے ہونگے لیکن اور اطراف خصوصاً الہ آباد
 کی پوربے لوگ سوتیلا بہن بھائی کہتے ہین نفائس اللغات مین ہے
 سوتیلا بھائی برادر یکہ از مادر دیگر باشد۔ انتہی
قوله اذا ذهبنا نستبق ہم تو جا کر ایک طرہ کی کبڑی کھیلنے لگے
 سورہ یوسف رکوع ۲۔

اقول انگریزی مین انگریزی و رب ٹوبی اور عربی مین طفق و اخذ وغیرہ
 کے مانند ذہبنا ایک دوسری فعل یعنی نستبق کے اعانت و مدد
 کے لئے ہے جبکا اظہار اردو مین لگے۔ کے لفظ ہوا کرتا ہے۔ مثلاً
 طفقا یخسفان چنے لگے و اخذ تکلم بولنے لگا و ایسی ہی بیان بھی ذہبنا
 نستبق کا ترجمہ ہوا ورنے لگے یا ڈٹٹی صاحب کے غلط ترجمہ کے مطابق کبڑی

ہو بھی تو اسکا اعتبار نہیں کیونکہ نہ اب وہ دہلی ہے اور نہ اوسکی وہ وقت
 اور نہ اوسکی وہ ٹکسالی زبان آپنے کلکتہ کے کانفرس کے لکچر میں خود یہ سب
 بیان کیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اب دہلی کا یہی فخر ہے کہ وہ صوبہ پنجاب
 کا ایک ضلع ہے و بس

لقد اقام علی الدہیلے ناعیہا | فلیبکھا بنجر اب الہ ہر باکیہا

قولہ فصیح جمیل خیر صبر و شکر ف ۲ جمیل کے لفظی معنی ہے چہا
 اور نیک اور محمود یعنی وہ صبر جو شرعاً محمود ہو اور جسمین رضا و تسلیم کے
 خلاف کوئی بات نہ ہو ہمارے محاورے میں اس مطلب کو صبر و شکر سے
 ادا کرتے ہیں اور جب صبر کے ساتھ شکر کا شمول ہو تو اس صبر کے محمود
 ہونے میں کیا کلام ہے سورہ یوسف رکوع ۲۔

اقول یہ ترجمہ اور اسکے لئے آنا بڑا حاشیہ محض بفیائدہ ہے کیونکہ
 اسکا صاف و بامحاورہ یہی ترجمہ ہے کہ اب صبر ہی بہتر ہے۔

قولہ ولقد ہمت بہ وہم بہالولہ ان راہی برہان ربہ اور وہ
 عورت تو یوسف کے ساتھ ارادہ بدر کر ہی چکی تھی اور یوسف کو اپنے
 پروردگار کے طرف کی دلیل (کہ وہ میرا آقا ہے) اسوقت نہ سوچہ گئے

ہوتا رہتا ہے اور وہ جماعت جیتی ہے جس میں کچھ لوگ ابھی باقی رہ جاتے ہیں جبکہ دوسرے فریق والے سب مر گئے انتہی۔ پس استباق کا ترجمہ کبڈی کیونکر درست ہوگا۔

اور پھر صراح میں لکھا ہے سبق درگذشتن یقال سابقہ فسبقتہ و استبقنا فی العدو ای تسابقنا و قیل فقولہ تعالیٰ ذہبنا نستبق ای ننقل انتقلی۔

پس مطابق اسکے اسکا ترجمہ ہوگا۔ ہم لوگ دوڑنے لگے۔ یا ہم لوگ گھوڑ دوڑ کرنے لگے۔ یا ہم لوگ تیر اندازی کرنے لگے۔

الحاصل استباق کا ترجمہ کبڈی کسی طرح جائز و درست نہیں۔

سخت افسوس و تعجب ہے کہ ڈپٹی صاحب اب تک نہ تو کبڈی کے معنے و حقیقت جانتے ہیں اور نہ محاورہ کے ماہیت اور ضرورت اور نہ اسکا موقع و محل سمجھتے ہیں اور باوجود اسکے جو ایسے بے تکے جملوں کو اپنا محاورہ کہتے ہیں تو ضرور اس سے خاص اپنا فرضی یا اصطلاحی محاورہ مراد لیتے ہیں ورنہ دہلی کا تو بیہ عام محاورہ نہیں کہ گھوڑ دوڑ کو کبڈی کہیں او۔۔۔ البتہ اسکے نستبق کا ترجمہ کبڈی لکھ ڈالیں۔ اور فرضاً اگر

با آنکہ چند دروازہ آن مکان بسان ہفت خانہ زلیخا مسدود و مقفل بود
 یعقوب و ارجناب سید المجاہدین رسیدہ بر کرسی کہ مقابل کرسی ایشان
 در در نہادہ بود انگشت بدہان نہشتند آن یوسف دوران چون تباہ نام
 و تفکر بالا کلام بخوبی گاہ کرد شناخت شیشہ و پیالہ و ساکنین را بر زمین
 زد و بجملات تسبیح و تہلیل و تغفار با کمال تضرع و زاری و لجاجت
 و خواری گریان و نالان برخاست انتہی۔

قولہ قلن حاش للہ اور کہنے لگین حاش للہ سورہ یوسف رکوع ۲
 ۲ قول ڈپٹی صاحب اسکا ترجمہ تو کچھ نہیں لکھا لیکن اس حاش پر
 یہ حاشیہ البتہ چڑھایا ہے حاش للہ عربی کے اعتبار سے تو سبحان اللہ
 کا ہم معنی ہے اور مواقع استعمال اردو میں جدا جدا ہیں حاش للہ میں ذرا
 زور زیادہ ہے اور دلی کی عورتیں اب ایسے موقع پر حاش للہ بولتی
 ہیں جس میں ایک شائبہ قسم کا بھی پایا جاتا ہے۔ پس ڈپٹی صاحب
 جیسے سورہ بقرہ میں تسبیح و تقدیس کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے ویسہی یہاں
 حاش للہ کے ترجمہ سے بھی اعراض فرمایا اور فقط دلی کی عورتوں کے
 محاورہ کی شرح لکھ ڈالا لیکن ظاہر ہے کہ خاص دلی کی عورتوں کا محاورہ

ہوتی تو وہ بھی اوس عورت کے ساتھ ارادہ بدرکزیٹھے ہوتے سورہ یوسف
 رکوع ۳۔

اقول برہان رب کی تفسیر ڈپٹی صاحب نے فقط اسی مضمون کو قرار دیا ہے
 کہ اوس وقت اونکو یہ بات سوچہ گئی کہ وہ میرا قاتل ہے حالانکہ یہ کوئی بڑی
 موثر و ہولناک چیز جسکی اوس وقت خاص میں ضرورت تھی نہیں ہے لفظ
 برہان سے خود بطور اشارۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی وائڈر فل
 یعنی نہایت ہی مخوف و ہولناک عجب چیز تھی چنانچہ اسکو مولانا عبد القادر
 صاحب نے یہ لکھا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت یعقوب کی صورت اونکو نظر آئی اونکی دانت میں۔
 یعنی اونکی دانت میں دیئے ہوئے کھڑے ہیں اسکو دیکھ کر وہ ہم گئے
 اور اپنے ارادہ سے باز رہے۔ یہ دونوں باپ بیٹے تو نبی ہی تھے اچے
 لئے ایسے تائید غیبی کا ہونا کیا محال تھا بالیکہ منشی۔ امین الدین
 ملتانوی کے قصہ زنا کے موقع پر جناب سیّد احمد صاحب شہید
 مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایسی ہی صورت مثالیہ کے حاضر ہونیکو صاحب
 مخزن احمد علیہ یون بیان کرتے ہیں۔

عبدالقاد صاحب لکھتے ہیں ای قافلے والو تم مقرر چور ہو اور
مولانا رفیع الدین صاحب بمناسبت لفظی لکھتے ہیں اے قافلے والو
تحقیق تم البتہ چور ہو۔

قوله قالوا ان يسرق فقد سرق اخاه من قبل جب بن یامین کے
شیتے سے کٹورہ برآمد ہوا تو لگے کہنے کہ اسنے چوری کی ہو تو تعجب کی
بات نہیں اس سے پہلے اسکا حقیقی بھائی یوسف بھی چوری کر چکا ہے
فایوسف علیہ السلام کی بھوپنی نے پرورش کیا تھا بڑے ہوے
تو حضرت یعقوب نے لینا چاہا مگر بھوپنی نے اپنا ایک ٹپکانکے کمر سے باندھ
دیا اور انپر چوری کا الزام لگایا اور اس حیلے سے اس وقت کے
شرعیات کی مطابق انکو اپنے پاس سے نہ جانے دیا بہائیون نے اسی
چوری کے طرف اشارہ کیا ہو تو تعجب نہیں۔ سورہ یوسف رکوع - 4
اقول اس عجب وبے سند قصہ کو اپنے یوسف زلیخا سے اوڑایا ہر
لیکن امام سراجی تفسیر کبیر میں اسکا یہ قصہ تحریر فرماتے ہیں

روی الطبری عن ابن عباس عن اخوة يوسف عليه السلام كانوا
كلمی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ برادران یوسف اوںکو اور انکو حقیقی بھائی یوسف زلیخا سے اوڑایا ہر
یوسف و یوسف واخاه بسبب ان جدھما ابا امھما كان یعیذ صنم
سب سے کہنے ثابت پرستی کرتے تھے اور یوسف کے مانے نوںکو حکم کیا کہ انکے باپ کا وہ ڈبا بیلا وہ جس میں بتے

ہر قطر کے اردو دانوں کے لئے خصوصاً قرآن ایسی ضروری اور عام حاجت
و نفع کی کتاب کے ترجمہ میں مفید نہیں اسکا حاصل عام فہم ترجمہ ہے خدا
پاک ہے یعنی یہ خدا تو نہیں ہے اور جو کہو سب ہو سکتا ہے ۵
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قوله ان هذا الالمك كرم ہونہو یہ ایک معزز فرشتہ ہے
سورہ یوسف رکوع ۴۔

۲ اقول ہونہو کا نہ ہو کا ترجمہ ہے اور اس جملہ میں ان نافیہ کے
بعد جو الہا اخل ہے اوس سے یہ جملہ موکدہ و محققہ ہو گیا پس اوسکا
ترجمہ لفظ ہونہو سے کرنا جو شک و تردد کے لئے اردو میں موضوع ہے
ہر گز سزاوار نہیں اسکا صاف شہوار مطلب خیر یہ ترجمہ تھا کہ یہ شخص
آدمی نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہی ہے۔

قوله ایتھا العید انکم لسا رقون قافلے والو ہونہو تم ہی چور
ہو سورہ یوسف رکوع ۹۔

۲ اقول گوڈی صاحب نے خیال حرف لام موکد (ہ) کلمہ صر لکھا ہے لیکن
تاہم ان حرف تحقیق کا ترجمہ ہونہو ہر گز مناسب نہیں اسلئے مولانا شاہ

۱۲ قول اس میں جتنی عبارت پر عینے خط کھینچی یا ہے اور سکا ترجمہ نہیں ہے
پس پورا ترجمہ یہ ہے۔ سورہ رعد مکہ میں نازل ہوئی مگر آیت لا یزال الذین
کفروا آخر تک اور آیت یقول الذین کفروا آخر تک یہ دونوں آیتیں
مدینہ میں نازل ہوئیں اور سورہ رعد کے بعد سورہ رحمن نازل ہوئی اور
اسکی تینتالیس آیتیں ہیں۔ اور اس عربی عبارت میں فانیہ ضمیمہ تثنیہ کے
بعد نزولت واحد کا ضمیمہ لکھا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربی
عبارت بھی ڈپٹی صاحب ہی کے ڈھالی ہوئی ہے

قوله وهم یجادلون فی اللہ وهو شدید المحال اور یہ منکر ایسی ہے
خداے قادر کے بارہ میں جبکہ تے میں حالانکہ اوس کے دواو ایسے سخت
ہیں جن کا توڑ نہیں۔ سورہ رعد رکوع - ۲ -

۱۲ قول اسکا صاف و مختصر ترجمہ ہے کہ موالا عبد القادر رضا
نے لکھا ہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کے باب میں اور اوسکی آن سخت
قوله سورة ابراهيم مکیہ غیر الم تالی الذین بدلوا الایہ تم الانبیاء
وحی اثنان وخمسون آية سورہ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی
باون آیتیں ہیں۔

وان ام یوسف امرت یوسف فسرق جو تہ کانت لابیہا فیہا
تھے اس اسیم سے کہ جب وہ گم ہو جائیگا تو وہ اوسکی
اصنام رجاء ان یترک عبادتہا اذ افقدہا۔
پرستش چھوڑ دینگے۔

فقال له فلا تبتئس بما کانوا یعملون ای من التعلیل لئلا یحاکم
پس کہا اونکو کہ تم ترغیدہ نہو اوس سے جو وہ کرتے ہیں یعنی نانا کی چوری کا عار دلاتے
علیہ جذا و اللہ اعلم
ہیں۔

قوله انی لاجدر بچ یوسف لولا ان تفندون اگر مجھ کو ستر بہتر
نہ بناو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو یوسف کی مہک آرہی ہے سورہ یوسف
رکوع - ۱۱ -

اقول ستر بہتر کو ڈپٹی صاحب نے یہاں کے سوا سورہ حج وغیرہ کے
ترجمہ میں بھی استعمال کیا ہے اور یہ لفظ دہلی اور اطراف دہلی میں
اگرچہ مستعمل ہے لیکن اور اطراف میں مشہور نہیں ہاں اسکی جگہ پر
سٹھیانا و پوس البتہ عموماً مروج و عام بھی ہے اور پھوس کے لفظ کو
ڈپٹی صاحب نے بھی سورہ نور کے ترجمہ میں استعمال کیا ہے۔ قوله

سورة الرعد مکیۃ غیر لازال الذین کفروا الایۃ ویقول الذین
کفروا الایۃ فانہا نزلت بالمدينة ثم الرحمن وھی ثلث واربعون
ایۃ سورہ رعد مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی تینتالیس آیتیں ہیں۔

براہ تعجب و امتون میں اوٹھکیان رکھ لین اور ایک توجہ جو کچھ سوچی
سمنے ترجمہ میں اختیار کر لی سورہ ابراہیم رکوع ۲۔

۱ قول ڈپٹی صاحب کے قول کے مطابق دونوں ضمیر و ن کے مرجع کے
تعیین میں مفسرون نے بہت تجویزین کیں ہیں اور ہر ایک صورت میں
مطلب کی ایک توجہ کر دی ہے اور میں کہتا ہوں کہ جتنے اسکے محل صحیح
تھے سب کو مفسرون نے خصوصاً امام مرازی نے تفسیر کبیر میں بیان
کر چھوڑا پس اسکے بعد جو کچھ آپ کو سوچا او سیکو آپ نے مرجع سمجھ کر
پے دھڑک اپنے ترجمہ میں داخل بھی کر دیا تو یہ عرض ہے کہ شقوق سابقہ
میں کچھ نقصان و خلل اور آپ کی توجہ جدید میں کوئی فائدہ جدیدہ مقصود
ہے یا نہیں اگر ہے تو بسر و چشم نازت بکشم کہ نازنین ۵

دہن تنگ میں جو آئی بات	نگلی قند کی مٹھائی بات
------------------------	------------------------

اور اگر کچھ نہیں تو پھر ان علماء مفسرین و اکابر محققین کے اختلاف سے
کیا حاصل کوہ کندن و کاہ بر آوردن ۵

بوی گل بھی تو نہ لائی تا قفص	چل ہوا ہوا صبا دیکھا تجھے
------------------------------	---------------------------

۲ قول پیچ چکیان لے لیکر پیگما سورہ ابراہیم رکوع ۲۔

اقول اسمین متنی عبارت پر مینے خط کھینچا ہے اور اسکا ترجمہ نہیں ہے
پس اسکا پورا ہیہ ترجمہ ہے المر تو الی الذین بدلوا آخر آیت تک کے
سو اسورہ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اس کے بعد سورہ انبیا نازل ہوئی
اور اسکی باون آیتیں ہیں۔

قولہ جاءتهم رسلهم بالبینات فردوا الیدیم فی افواہهم
ان کے پیغمبر معجزے لے لیکر اون کے پاس آئے (اور جیسا دستور ہے
اونکو ہاتھ پھیلا پھیلا کر سمجھانے لگے) تو اونہوں نے انکے ہاتھوں کو اونہیں
کے مونہوں پر لٹا مار دیا فال الفاظ قرآنی میں دو ضمیر ہیں ایک
ایدیم کی دوسرے افواہہم کی ان دونوں ضمیروں کے مرجع کے
متعین کرنے میں مفسرین نے بہت تجویزین کیں ہیں بعض نے دونوں
ضمیروں کا مرجع پیغمبروں کو ٹھہرایا بعض نے کافروں کو بعض نے ایدیم
کے ضمیر کا مرجع کافروں کو اور افواہہم کے ضمیر کا مرجع پیغمبروں کو اور ہر ایک
صورت میں مطلب کی ایک توجہ یہ کر دی سب کا حاصل یہ ہے کہ کافروں
نے پیغمبروں کی بات کو نہ مانا انکو بولنے نہ دیا انکی باتوں پر خوب کھل کھلا
کھل کھلا کر غصے یہاں تک کہ اپنے مونہ بند کر کے یا پیغمبروں کی باتوں پر

ڈی صاحبِ نذیر یا نظیر اسکو پیش کرتے واذلیس فلیس۔
اور جب نہیں تو نہیں

۱ قولہ سر ایلہم من قطر ان تارکول کے اونٹے کرتے سورہ ابراہیم کو

۲ قول تارکول اور چارکول انگریزی لفظ اردو میں عموماً عام فہم نہیں ہے اگر القطرہ لکھے ہوتے تو بیشک عام فہم ہوتا۔

۱ قولہ سورۃ الحجر نزلت بکلمۃ ثور سورۃ الانعام وہی تسع وسبعون آیت

سورہ حجر مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ننانوین آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین جملہ ثور سورۃ الانعام کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے بعد سورہ انعام نازل ہوئی۔

۱ قولہ والجا خلقناہ من قبل من نار السموم اور ہم جنات کو آدم

سے بھی پہلے لوکی گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔ سورہ حجر رکوع ۲۔

۲ قول ظاہر ہے کہ لو اور گرمی دونوں از قبیل اوصاف واعراض ہیں

کوئی انہیں ذات وجوہ نہیں اور مسلم ہے کہ مادہ من قبیل الجوامہ

ہو کر تاہی نہ از قسم اعراض بحت واوصاف محض پس بنا علیہ اسکا صحیح ترجمہ

یہ ہے کہ لطیف آگ سے پیدا کیا چنانچہ مولانا عبد القادر صاحب

فائدہ میں یہی افادہ فرمایا ہے اور علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے

۲ قول چکیان خاص فیونیون کا محاورہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ غیر فصیح و عموماً غیر مفہوم بھی ہے گھونٹ گھونٹ پیئے گا البتہ عام فہم ہے جیسا کہ ترجمہ قادریہ ورفعیہ میں بھی ہے۔

قولہ مقنعی دوسہم اپنے سرالائے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔
 ۱۔ اوپر کے طرف اٹھانے کو الالنا کہتے ہیں سورہ ابراہیم رکوع ۷۔
 ۲ قول سورہ یس میں لفظ مقمحوں کا ترجمہ ڈپٹی صاحب لکھتے ہیں
 ال کر رہ گئے اور وہاں کے حاشیہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں اونچا ہو جانا
 کو الالنا بولتے ہیں گاڑی کا اگلا حصہ اونچا ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ گاڑی
 الالو ہو گئی ہے۔ اسپر اولامین یہ عرض کرتا ہوں کہ جب سر اوپر کے طرف
 اوٹھانا یا اونچا کرنا وغیرہ عام فہم لفظیں اسکے لئے اردو میں موجود
 ہیں تو پھر باوجود اسکے ایسے غیر مانوس لفظ کو لکھنا کہ جسکے لئے حاشیہ
 لکھ کر اسکی توضیح کرنی پڑی کیا ضرورت تھی۔

ثانیاً یہ بھی کہتا ہوں کہ بحسب تصریح ڈپٹی صاحب اس لفظ کا استعمال
 فقط گاڑی کے لئے ثابت ہوتا ہے سرالالنا یا گردن ال کر رہ جانا
 عموماً مستحسن نہیں ہے کیونکہ اگر یہ استعمال شایع و ذائع ہوتا تو ضرور

قرآن میں لکھا ہے ویسا ہی رہنے دیتے تاکہ متن و ترجمہ دونوں برابر رہتا اور اگر ترجمہ لکھتے تو سب کا پورا ترجمہ لکھتے نہ یہ کہ متن کچھ اور ترجمہ کچھ اور من چہ سرایم وطنورم چہ می ساید۔

قوله **وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ** وَمِنْهَا لَجَائِزُ دِينَ كَ رَسْتِ دَوْ قَسَمِ كے
ہیں ایک سیدھا راستہ جو دھڑا تک پہنچتا ہے اور بعض شیئر سے
سورہ نخل رکوع ۱۔

اقول۔ اولاً۔ اس ترجمہ میں دہر کا لفظ عموماً عام فہم نہیں۔
ثانیاً ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں کہ دین کے دو راستے ہیں ایک سیدھا
اور دوسرا ٹیڑھا حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ دین کے سب راستے
سیدھے ہیں چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے **إِنَّ هَذِهِ أَسْوَاطُ الْمَسْتَقِيمِ**
پس ڈپٹی صاحب نے جو ترجمہ کیا وہ بالکل غلط ہے بلکہ صحیح وہ ترجمہ
ہے جو مولانا عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے۔ اور اللہ پر پہنچتی ہے
سید ہی راہ اور کوئی راہ کج بھی ہے اور مولانا رفیع الدین
اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی یہی لکھا ہے اور علامہ سرائی
تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں **عَلِمَ أَنَّهُ تَعَالَى مَا شَرَّ دَلَالِ التَّوْحِيدِ** قَالَ

قوله من نار السموم معني السموم في اللغة الريح الحارة تكون بالنار
 و قد تكون بالليل و علم هذا فالريح الحارة فيها نار و لها فح و اوار
 اور کبھی رات کو چلا کرتی ہے اور بار بار اسکے گرم ہوا میں آگ ہوتی ہے اور اس میں ایک اور
 علم اور دق الخبر انہا الفحہ قبل سمیت سمو ما لانہا
 گرمی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ وہ جو ایک بار ہے جنہ کی اور بعض نے کہا کہ اس کا نام سموم ہے
 بلطفہا تدخل في مسام البدن و هي الخروق الخفية التي تكون
 ہوا کہ لطیف ہونے کے ساتھ بدن کے باریک سوراخوں میں گھس جاتی ہے۔ جو انسان کے
 و جلد الانسان يدرز منها عرق و يحار باطنه انتم هي۔
 چمکدون میں ہونے ہیں اور ان کو گھسینے اور اندر کے بخارات نکالتے ہیں

قوله سورة الضحى ثمكية الا اربع ايات ان ربك للذین

هاجر و الاية و الاية و ان عاقبتكم الى اخر السورة ثم سورة فوج
 و هم مائة و ثمان و عشرون آية۔

سورہ ضحیٰ مکہ میں اوتری اور اسکی ایک سواٹھارہ آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جن عبارتوں پر میں نے خط کھینچ دیا ہے اس کا ترجمہ نہیں
 ہے پس پورا ترجمہ یہ ہے چار آیت ان ربك للذین هاجروا آخر
 تک اور آیت و ان عاقبتكم آخر سورة تک سوا سورہ ضحیٰ مکہ میں اتری
 اور اسکے بعد سورہ نوح نازل ہوئی اور اسکے ایک سواٹھارہ آیتیں ہیں
 معلوم نہیں کہ ڈپٹی صاحب جب اس پورے عنوان کا ترجمہ ہی نہیں
 لکھتے تو اس لمبے لمبے عنوان کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی جیسے عام نسخ

والے کے ہین ہنے اپنے محاورے کے لحاظ سے متنفس ترجمہ کیا ہے اور
دایہ کو متنفس لازم بھی ہے سورہ نمل رکوع - ۸

اقول مولانا عبد القادر صاحب نے دایہ کا ترجمہ چلنے والا اور
مولانا رفیع الدین صاحب نے جینے والا کیا ہے پس یہ دونوں
ترجمے کیا لفظ سے چسپان اور محاورہ و شگفتہ نہیں ہین ہمارے
نزدیک تو متنفس سے کہیں زیادہ واضح و عام فہم ہین پیر باوجود اسکے
عربی کا ایک بھاری لفظ فقط اپنا محاورہ کھپانے کے لئے لکھنا کیا
ضرور تھا یہ تو وہی مثل صادق آئی۔

کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان -

قوله والله فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا

برادی رزقہم علی ممالکت ایمانہم فہم فیہ سواء افینعم اللہ
بمحمد و ن اور خدا ہی نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں برتری
(یعنی زیادہ روزی) دی ہے تو جن کو زیادہ (روزی) دی گئی ہے (وہ)
اپنی روزی لٹا کر اپنے زیر دستوں (یعنی نوکروں غلاموں) کو نہیں
دیدیا کرتے کہ روزی میں ان (سب) کا حصہ برابر ہو تو کیا یہ لوگ

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ أَيْ أَمَا ذَكَرْتُ هَذِهِ الدَّلَائِلَ وَشَرَحْتُهَا أَزْجَةً
لِلْعَذْرِ وَأَزَالَةَ لِلْعَلَّةِ لِيَهْلِكَ مِنْ هَلَاكِ عَنْ بَيِّنَةٍ وَحِيٍّ مِنْ حِجٍّ عَنِ بَيِّنَةٍ
قَالَ لَوْ أَحَدُ الْقَصْدِ اسْتِقَامَةُ الطَّرِيقِ يَقَالُ طَرِيقٌ قَصْدٌ وَقَصْدٌ
إِذَا دَاوَلَ إِلَى مَطْلُوبٍ إِذَا عَرَفْتَ هَذَا فَفِي الْآيَةِ حَذْفٌ وَالتَّقْدِيرُ
وَعَلَى اللَّهِ بَيَانُ قَصْدِ السَّبِيلِ ثَقُولٌ وَمِنْهَا جَائِزٌ أَيْ عَادِلٌ مَا سَأَلَ
وَمَعْنَى الْجَوْرِ فِي اللُّغَةِ الْمِيلُ عَنِ الْحَقِّ وَالْكُنْيَا فِي قَوْلِهِ وَمِنْهَا جَائِزٌ
تَعُودُ عَلَى السَّبِيلِ وَهِيَ مُوَسَّطَةٌ فِي لُغَةِ الْحَاجِزِ يَعْنِي مِنَ السَّبِيلِ مَا هُوَ
جَائِزٌ غَيْرُ قَاصِدٍ لِلْحَقِّ وَهُوَ أَنْوَاعُ الْكُفْرِ وَالضَّلَالِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
اسکا خلاصہ یہی ہے کہ خدا کی سب راہیں سیدھی ہیں ہاں بعض راہیں کج
بھی ہیں جیسے کفر اور گمراہی۔

قَوْلُهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ أَوْ رَوْنَعِي لَمْ يَنْ مَنَ بِيْئِهِ سُوْرَةُ نَحْلٍ كَوْعٍ
أَقُولُ أَكْرَحِيَّتِي بِيْئِهِ كَهَيْتِهِ تَوْبَتِ أَجْحَا هَوْتَا۔

قَوْلُهُ وَلَوْ يَوَاخِذُكَ اللَّهُ النَّاسُ بظلمهم مَا تَرَكُوا عَلَيْهِمْ دَابَّةً
أَوْ إِنْ خَلَا بَنَدُونَ كَوَانَعِي نَافِرًا نِيُونِ كِي سَنَامِيْنِ كِيْطَرَاتُورِ سَازِيْنِ
پَر كِسِي مَتَنَفَسِ كُو بَاقِي نَه چھوڑتا سہ دابہ کے لغوی معنی تو زمین پر چلنے

اخروی مطلب تو بالکل آپ سے چھوٹ گیا حفاظت شیئا وغایت عنک
^{چند چیزیں تھیں یاد کیا اور بیت جیزین}
 اشیاء اور بڑے تعجب و افسوس کی بات تو یہ ہے کہ قرآن شریف کے
 ہر مضمون کو آپ انتظام دنیاوی ہی پر محمول فرماتے ہیں اور سب کو اسی
 محل محل میں اوتار لاتے ہیں حالانکہ نظم قرآنی میں اگرچہ منما یہ مضمون
 بھی متضمن ہوتا ہے لیکن اصل غرض اس سے ہدایت اخروی ہی ہوا
 کرتی ہے اور دنیاوی باتیں بطور تمثیل و افہام کے بیان کئے جاتے ہیں
 لیکن آپ اسی کو ایسا مستقل سمجھتے ہیں کہ تمامی معانی کو اسی میں مقصر
 و محصور کر دیتے ہیں مثلاً یہی آیت شریف کہ تمامی مفسرون نے
 فرمایا ہے کہ یہ آیت مشرکون کے تنبیہ و تہذیب کے لئے نازل ہوئی ہے
 چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں ^{لا شہادة فی ان المراد من}
 قوله افئذ منہم یحذرون ^{یجحدون} انہم مشرکون ^{یجحدون} پر انکار ہے جن پر اسد لکھتے ہیں ^{یجحدون} ^{وارد کی ہے}
 تعالیٰ هذه الحجۃ علیہم انتہی لیکن آپ نے اسکو فقط اسی خلا
 و اختلاف حالات دنیاویہ ہی کے دائرہ میں مجبوس کر دیا ہے اور پھر
 ان اکابر مفسرین کے سامنے آپ نے چھوٹے مومنہ سے یہ بڑا بول نکالا
 ہے یہ معنی ہمنے سمجھے ہیں بتغفر اللہ سچ ہے

خدا کی نعمتوں کے منکر ہیں ۱۰ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا انتظام اختلاف حالت پر مبنی ہے اگر سب آدمی سب باتوں میں یکساں ہوں تو کیوں کوئی حاکم ہو اور کوئی محکوم اور کیوں کوئی محتاج اور کوئی محتاج الیہ کیوں کوئی کثیر الاولاد اور کوئی بے اولاد کیوں کوئی مالک مکان اور کوئی گراہ دار لیکن جسطرح یہ اختلاف حالت خدا کے کرنے سے ہے اسی طرح اس اختلاف کا دنیا میں قائم رکھنا خدا کے انتظام سے ہے چنانچہ جو اچکے ڈانوں غاصب اسی قاعدہ کو توڑنا چاہتے ہیں جن سے لوگوں کے عافیت میں خلل پڑتا ہے پس دنیا میں امن اسی سے قائم ہے کہ اختلاف حالت جو اختیاری بات نہیں باقی رہی الغرض یہ ایک نعمت ہے اور خدا کی دی ہوئی نعمت کیونکہ انسان نے نہ اختلاف حالت اپنے اختیار سے پیدا کیا ہے اور نہ اپنے اختیار سے اسکو باقی رکھ سکتا ہے پس ہو نہیں سکتا کہ نعمت خدا کا اقرار ہو اور نعمت دینے والے سے انکار خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰ فبنعمة اللہ یحمدون کے یہ معنی سمجھے ہیں۔ سورہ نمل رکوع۔ ۱۰۔

۱۱ قول اگر فقط یہی معنی اپنے سمجھا ہے تو بہت سافوری خصوصاً

اقول کچھ کالفاظ پوچھنے کے ساتھ بطور تابع مہل پانی والی روٹی اوٹی
 کے مانند استعمال کیا جاتا ہے پس اس سے نہ تو کلام میں کوئی معقول تخمین
 ہوتی ہے اور نہ بدون اسکے کلام کچھ مختلف ہوتا ہے پس بیفائدہ ایک
 مہل اجنبی غیر مانوس لفظ کو ترجمہ میں گھسیڑنا کیا ضرورت تھا۔

قولہ چونکہ معجزے کا وقوع ایک وقت خاص میں خاص شخصوں کے
 روبرو ہو سکتا ہے اور اسمیں بھی مخالفین چند در چند شکوک و احتمال
 پیدا کرتے رہتے تھے تو معجزہ کوئی ایسے مستحکم دلیل نہیں ہو سکتی جس پر
 زور دیا جائے معمولی واقعات ایسے معجزات ہیں جو ہمہ وقت واقع ہوتے
 رہتے ہیں اور کسی کو اسمیں گنجائش انکار نہیں ہو سکتی۔ حاشیہ آیت
 وما منعنا ان نرسل بالآیات سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶۔

اقول ثبوت نبوت کے لئے معجزہ سے بڑھکر کوئی ایسی مستحکم دلیل ہی
 نہیں ہے جس پر زور دیا جائے اور معمولی واقعات معجزہ نہیں
 کیونکہ معجزہ بطور خرق عادت خلاف معمول ہوا کرتا ہے باقی سرکش
 طبیعتوں کا اس پر بھی گرویدہ ہونا بلکہ اوس سے نڈر ہو کر اسمیں بھی
 شک و شبہ پیدا کرنا اور جادو وغیرہ کہنا معجزات کے حسن و استحکام کیلئے

نہیں کچھ قدر سکی صاحب کبیر آگے | مہوس بنے ہر خد آب تاب کا جوڑا

قولہ خدا نے جس گانوں کے مثال بیان کی ہے خود مکہ اسکا مصداق معلوم ہوتا ہے سورہ نحل رکوع - ۱۵ -

اقول ظاہر ہے کہ یہ گانوں مثلاً للمکة بیان کیا گیا ہے والا ظاہر

ان مثل الشئ تكون غير ذلك الشئ چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر میں کہ مثل شے دوسری شے ہوتی ہے کہتے ہیں والہ فوق انہا غیر مکة لانہا ضربت مثلاً لمکة ومثل مکة قریب تفسیری ہے کہ یہ گانوں مکہ کے سوا تھا کیونکہ یہ مکہ کے لئے مثل

بقول غیر مکة انتھی ان کی گئی ہے اور مثل مکہ کے سوا ہوگا

قولہ سورۃ بنی اسرائیل نزلت بکة الاوان کادوا ليفتنونک ثمان آیات ثریونس وھی مائتہ واحدے عشرۃ ایتہ سورہ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر عنے خط کھینچی یا ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا یہ ترجمہ ہے وان کادوا ليفتنونک آٹھ آیت کے سوا سورہ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی اسکے بعد سورہ یونس نازل ہوئی اسکے ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

قولہ کان عنہ مسئولا پوچھ کچھ ہوئی ہے سورہ بنی اسرائیل کی

للعادات جمع معجزة وهي امر تظهر بخلاف العادة على يد مدعي
 معجزات معجزة هي معجزة اور یہ وہ امر ہیں جو خلاف عادت یا تین مدعی نبوت کے نامہ پر
 النبوة عند تحدی المنکرین علی وجه یعجز المنکرین عن الايمان
 منکرین کے مقابلہ کے وقت ایسے طور پر ظاہر ہوا کرتے ہیں کہ منکرین او کے مثل کے لانے سے عاجز ہو جاتی ہیں
 بمنزلہ وذلك لانه لو لا التأييد بالمعجزات لما وجبت قبول حولة
 اور یہ اسلئے کہ اگر معجزات سے تائید نہ ہوتی تو اس کا قول قبول نہ کرنا واجب نہ ہوتا اور دعوی رسالت میں
 ولما بان الصادق فدعوى الرسالة عن الكاذب انه
 اور بغیہ الراسخ فی شئ العقائد میں ہے و تائید کرد ایشان را
 بمعجزہای شکندہ عادتہا زیرا کہ ہر دعوی را برہانی باید و انبیاء کہ دعوی رسالت
 و سفارت میکنند برہان صدق ایشان معجزات است و معجزہ خارق
 عادت باشد کہ بردست مدعی نبوت بر فوق دعوی او ظاہر گردد
 و غیر اواز آوردن مثل آن عاجز و زبون شود و معجزہ فعل الہی است نہ
 فعل رسول زیرا کہ خرق عادت خدا از بندہ ممکن نیست و دلالت معجزہ
 بر صدق نبی یقینی است و نزد مشاہدہ معجزہ بے اختیار علم بصدق نبی
 حاصل میگردد و نفس در تصدیق بی طاقت و بیچارہ میشود و مجال انکار
 بروے تنگ می آید و چون دعوی بلند بود برہان نیز باندازہ او باشد
 چہ معجزہ از عالم قہر و قدرت است در غلبہ و سطوت آن پامی ثبات بجای
 خود بماند و عمان اختیار از دست رود بخلاف دلائل عقلیہ کہ گرہے

کوئی نخل و مضر نہیں کیونکہ وجود باوجود بار تعالیٰ عز اسمہ وجل رسمہ سے
 بڑھ کر کوئی وجود نہیں لاکن تاہم سرکش طبیعتیں اوس میں بھی جو کہہ سن ہی
 ہیں ظاہر ہے

قيل ان الرسول قد كھنا

بعض نے کہا کہ رسول جاد و گر ہے

قيل ان الاله ذو ولد

بعض نے کہا کہ خدا کے لڑکے ہیں

پس ان ہدایات و کچھڑیے کیا معاذ اللہ وجود باوجود بار تعالیٰ
 عز اسمہ وجل رسمہ معطل و مہل ہو جائیگا حاشا و کلا پس ایسی ہی معجزات
 میں سرکش طبیعتوں کی اعتراضات و ہدایات سے اوسکے استحکام
 و استحسان میں کوئی خلل نہیں آسکتا اور علیٰ ہذا القیاس فلاسفہ و نیاطور
 کے شکوک و اوہام سے بھی معجزہ حد معجزہ سے خارج نہیں ہو سکتا قرآن
 و احادیث کے سوا کتب مل سابقہ مثل تورات و اناجیل وغیرہ بھی بیان
 معجزات سے پر ہیں بلکہ کسی اہل دین و ملت کو نفس معجزہ سے انکار نہیں
 ہے شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے وقد ارسل اللہ تعالیٰ رسلا

اور اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے لئے آدمیوں ہی
 من البشر الى البشر مشرین و منذرین و مبینین للناس ما یحتاجون
 میں سے رسولوں کو خوشخبری اور ڈرانے اور لوگوں کے لئے دنیا اور دین کی ضروری باتیں بیان کرنے کے
 اللہ من امور الدنیا و الدین و ابدہم بالمعجزات الناقضات
 اور انکو معجزات سے جو امور عادی کے خلاف تھے

الروحانیہ وشفاء الاضمار. الاغراض الجمانیة۔

امراض جسمانی کی بھی شفا ہے
اور علامہ ابن القیم نے لکھا ہے اذ اشدت ان لبعض الكلام خواص
جب بعض کلام میں خواص و منافع ثابت ہیں تو خدا کے
و منافع فما انظن بکلام سرب العالمین۔
کلام کے ساتھ نیز کیا گمان ہے

اور ایسا ہی امام غزالی نے بھی تحریر فرمایا ہے اور مولوی تراز علی

لکھنوی تعلیقات احسن حاشیہ ملاحسن میں لکھتے ہیں ^{امراض ظاہرہ} الاغراض الظاهرہ

۱۱ الجمانیة کالحی والصداع والشقيقة والباطنة ای الاغراض
جسمانی جیسے بخار اور درد سر اور آدما سیسی اور باطنی یعنی امراض

۱۲ النفسانیة کالحسد والكبر والعجب اور اسکی تشریح و تفصیل
نفسانی جیسے حسد اور تکبر اور خود بینی

خود بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد و ابن ماجہ و ابن جریر

اور حاکم و بیہقی و مواہب و زرقانی وغیرہ میں موجود ہے اور خواص ^{بہ التقریر}

و خزنیۃ الاسرار و سراج الجلیل فی خواص حسباتہ و نعم الوکیل و جواز القلب

و حصن حصین و اذکار امام نووی وغیرہ وغیرہ کتابین اسی خصوص میں

تالیف ہوئی ہیں پس باوجود اسکے بھی دیدہ و دانستہ جوڑ پٹی صاحب

نے قید جسمانی سے بے قید ہو کر فقط شفا روحانی ہی پر قصر کیا ہے

تو یہ تقلید مذہب نیچر یہ اختیار کیا گیا ہے کیونکہ یہ نیچر تھن لکھتا ہے

مطبوعہ مکرم محمد ۱۲۹۳ ہجری میں سحر کے اقسام میں لکھتے ہیں۔

چند ہست در رشتہ خیال ولہذا الزام واسکات خصم بدان دشوار بود
وہرگز راہ نزاع وجدال بنہ نشود چنانکہ از دلائل کلامیہ و فلسفیات
عیان ہست و ہر کہ بعد از معجزہ دیدن کافر ماند کفر او جز بعلت عناد و سنا
شقوت ازلی نیست انتہی اورا ایسا ہی عامہ کتب عقاید و کلام بلکہ تمامی
کتب اسلام میں لکھا ہے طوالت کے سبب سے میں نے ان سب کی عبارات کا
نقل کرنا مناسب نہ سمجھا ورنہ

کوی زلف دراز یار کا کہہ سکتا کی قصہ طویل تنا تھا اسکو عمر بھر کہتے تو ہم کہتے

قوله و نزل من القرآن ما هو شفاء و رحم قرآن میں ایسی ایسی باتیں
اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے (امراض روحانی کا) علاج ہے سورہ
بنی اسرائیل رکوع ۹

اقول قرآن شریف میں مطلق شفا ہے پس ڈپٹی صاحب کو ترجمہ میں
بھی مطلق شفا لکھنا تھا اور اگر خواہ مخواہ مقید ہی کرنا تھا تو جیسے امراض
روحانی سے مقید کئے ویسے ہی امراض جسمانی سے بھی مقید کرتے کیونکہ
قرآن شریف بالاتفاق امراض روحانی اور جسمانی دونوں کی شفا ہے
علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں و اعلم ان القرآن شفاء من الامراض
اور جان کہ قرآن امراض روحانی اور

قوله سورة الکہف نزلت بمكة غیہ واصبر نفسك الایة نزل
وہی مائة وعشر آیات سورة کہف مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ایک سو
دس آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر مینے خط کھینچ دیا ہے اسکا ترجمہ نہیں
ہے پس اسکا پورا یہ ترجمہ ہے آیت واصبر نفسك کے سوا سورہ
کہف مکہ میں نازل ہوئی اور اسکے بعد سورہ خل نتری اور اسکی ایک سو تین آیتیں
قوله سورة مریم نزلت بمكة الاسجد تھا اولاً فخلف من بعد
خلف فی المدیة فوطہ وھشع وتسعون آية سورہ مریم مکہ میں
نازل ہوئی اور اسکی ۹۹ آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
ترجمہ یہ ہے سورہ مریم مکہ میں نازل ہوئی مگر اسکا سجدہ اور آیت فخلف
من بعد ہم خلف مدینہ میں اتری اور اسکے بعد سورہ طہ نازل ہوئی
اور اسکی ننانوی آیتیں ہیں۔

قوله واذکری الکتاب ادریس انه کان صدیقاً نبیا ورفعا
مکانا علیا اور قرآن میں ادریس کا مذکور بھی لوگوں میں بیان کرو کہ وہ

جو قرآن مجید کی آیتوں کو بطور عمل کے پڑھتے ہیں اور کسی میں وسعت
 رزق کی اور کسی میں کثود کار کی اور کسی میں شفا و امراض کی تاثیر سمجھے
 ہیں وہ بھی قریب انہیں (جادو) کے ہیں قرآن مجید کی کسی آیت یا سورہ
 میں اس قسم کی تاثیر نہیں ہے نہ قرآن مجید کوئی عملیات کی کتاب ہے
 نہ ان کاموں کے لئے نازل ہوا ہے وہ تو سیدھا سادہ اخذ کا کلام ہے
 اور ایسے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے نصیحت پکڑیں اور جو احکام
 اس میں ہیں اس پر عمل کریں انتہی۔

گو ڈپٹی صاحب نے اپنے کو اس ترجمہ میں نیچریت سے بہت چھپایا یہاں تک
 کہ اس لفظ کو بھی نہیں چھوا بلکہ ہر جگہ فطرًا فطرت ہی تحریر فرمایا ہے
 لیکن

خوش بہت از بجز دان این نکتہ گفتن	کہ عشق و مشک را نتوان نہفتن
پیای کی انگہ و رافت کی نظر چھپتی نہیں	لاکھ چاہت کو چھپای کوئی چھپتی نہیں

فولہ و کبرہ تکبیر ۱۲ اور وقتاً فوقتاً اسکی بڑائیاں کرتے رہا کرو

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۲

اقول وقتاً فوقتاً کی قید زائد ہے۔

اُحدہ اُنہ من رفعة المنزلة

ایک رفعت منزلت یعنی بلندی مرتبہ

والتانی ان المراد به الرفعة في المكان

اور دوسرے بلندی مکان کی

الی موضع عال وهذا اولی لان الرفعة المقرونة بالمکان تكون
یعنی بلند مکان میں ہو جانا کیونکہ لفظ رفعت جب مکان کے ساتھ مستعمل ہوتا تو اس سے
رفعة في المكان لا في الدرجة - واعلم ان الله تعالى افاض محبة
مکان کی بلندی مراد ہوتی ہے درجہ کی نہیں اور جان کہ اللہ تعالیٰ نے او کو یہ مع کی کہ او کو
رفعة في السماء لانه جرت العادة ان لا يرفع اليها الا من كان عظيم القدر
آسمان میں او ٹھایا کیونکہ عادت الہی یوں جاری ہے کہ او کو صرف وہی او ٹھایا جاتا ہے جو عظیم القدر
والمنزلة ولذلك قال في حق الملائكة ومن عند لا يستلذون عن
ہوتا ہے اس لئے ملائکہ کے حق میں فرمایا کہ جو اس کے نزدیک ہیں وہ اس کے نزدیک سے تکبر نہیں کرتے
عبادته امتنعی

اور آپ کے سید تبیین الکلام فی شرح التورات والا انجیل علی ملتہ الاسلام
میں کہتے ہیں علماء یہود اور علماء عیسائی اور ہم مسلمان اس بات پر متفق
ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ اوٹھالیا تفسیر کبیر
میں لکھا ہے کہ اوٹھایا کے لفظ سے ایک خالی مکان میں اوٹھالیا مراد
ہے کیونکہ جب کہا جاتا ہے کہ ہم نے ایک مکان میں اوٹھالیا تو اس سے
یہی مراد ہوتی ہے کہ دوسری جگہ اوٹھالیا صرف مرتبہ کی بلندی مراد نہیں
ہوتی پس حضرت ادریس علیہ السلام آسمان میں یا بہشت میں ہیں اور یہ خوب
صحیح قول کے زندہ ہیں مرے زمین امتی -

مولانا عبدالقادر صاحب فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں کہ حضرت

بھی بڑے سچے بندے اور پیغمبر تھے اور سمجھنے اور کموزمین سے اوسٹھا کر
 بڑے اونچی جگہ بہشت میں لیجا داخل کیا ۲۔ یہ ترجمہ اون لوگوں
 کے خیال کے مطابق ہے جو مانتے ہیں کہ ادریس جیتے جی بہشت میں پہنچا
 گئے اور اب بھی بہشت میں زندہ موجود ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چوتھے
 یا چھٹے آسمان پر اٹھائے گئے مگر یہ سب روایتیں ضعیف ہیں ٹھکانے
 کی بات تو یہ ہے کہ دفعناہ مکانا علیا سے علو منزلت مراد ہے یعنی
 پہنچنے کا مرتبہ اور درجہ بلند کیا کہ وہ نبی تھے سورہ مریم رکوع ۴۔

۲۔ قول اس سے ثابت ہے کہ ڈپٹی صاحب نے یہ ترجمہ اپنے اعتقاد و
 خیال صحیح کے مطابق نہیں لکھا ہے بلکہ کہیں کیسے خیال کے مطابق لکھ دیا
 ہے اور کہیں کیسے اعتقاد کے موافق لکھا ہے پس یہ ویسا ہی ترجمہ ہوا جیسا
 کہ سیل اور راڈوئل اور میور اور لین اور سواری اور پام اور ویری یا
 کیشب یا الکھد ہاری وغیرہ نے بھی قرآن کا ترجمہ لکھا ہے معاذ اللہ

اب دین ہوا زمانہ سازی آفاق تمام دہریا ہے

ثانیاً علامہ رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:-

قولہ و دفعناہ مکانا علیا و فیہ قولان
 ۱۔ علو منزلت ۲۔

کے حاشیہ میں اسرار وغیرہ مفہوم کے پیرایہ میں ادا کر کے گول گول کر کے
چھوڑ دیا ہے حالانکہ علماء اسلام اسکو منجملہ مسائل متفقہ و اعتقاد یہ شہاد
کرتے ہیں چنانچہ صاحب شرح عقاید لکھتے ہیں والمعالج لرسول الله
والقضاء بشخصه الى السماء ثم الى ما شاء الله تعالى امن العلي
ببداری میں آپ کے جسم مبارک کے ساتھ آسمان تک پھر جہان تک، باندی کے عذاب اللہ تعالیٰ نے طوطا
حق ای ثابت بالخبر المشهور حتى ان منكره يكون مبتدعا او انوار
حق یعنی مشہور ہونے سے ثابت ہے یہاں تک کہ اسکا منکر یعنی ضد اور اسکا انکار اور محال ماد عوی
وادعاء استحالة انما یبني على اصول لا فاسفة ولا فالحوف
فلاسفہ کے اصول پر قائم ہے اور نہیں تو آسمانوں کا پھٹنا اور جہنم کا بھڑکنا اور رب جسم ایک ہے ہیں
والالتیاء علی السموات جاز و الاجسام متماثلة یصنع علی کل ما یصح
جو ایک پر صحیح ہے وہ دوسرے پر بھی

علم الآخر والله قادر علی امکانات کلها۔

اور اللہ تعالیٰ ہر ممکنات پر قادر ہے
ایسا ہی تمامی علماء عقائد و علم کلام نے فرمایا ہے اور ان پرانے مولویوں
کے سوا آجکل کے نئے نئے علوم و فنون کے علماء بھی ایسا ہی فرماتے
ہیں چنانچہ انریبل مولوی سید امیر علی صاحب جسٹس ہاکوٹ
کلکتہ نے اپنی کتاب لائف انڈیپینڈنس آف محمدین ایسا ہی لکھا ہے
چنانچہ اس کتاب کے ترجمہ تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام کے حاشیہ
منہیہ میں لکھا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب عیسائی اسکے قائل ہیں کہ حضرت
عیسیٰ اور حضرت الیاس بہین جسم خاکی دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر

اور یس حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملے تھے معراج کی رات آسمان پر لیکن جبکہ ڈپٹی صاحب حضرت اور یس کے زندہ آسمان پر جانے ہی کو ایک بے ٹھکانے کی بات کہتے ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود پر کب ایمان لاتے ہونگے جاننا چاہیئے کہ معراج کا بیان قرآن شریف میں دو مقام پر صراحت کیا گیا ہے۔ اول سورہ بنی اسرائیل میں۔ اور دوسرے سورہ النجم میں

مَوْلَانَا عِزُّ الْقَادِرِ صَاحِبُ بُسْتَانِ الْاَزْدِي اَشْرَفِي بِعَجْدِهِ

کے فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے رسول کو معراج کی رات لے گیا کہ سے بیت المقدس براق پر اور آگے لیگیا آسمانوں پر یہاں اتنا ذکر ہے باقی سورہ نجم میں اور سورہ نجم کے حاشیہ میں فرماتے ہیں جبریل کو (انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنی صورت (یعنی جبریل کی صلی صورت پر) دکھیا معراج کی رات میں سات آسمان سے اوپر انتہی لیکن ڈپٹی صاحب نے ان دونوں موقعوں میں سے کسی موقع میں معراج جسمی کو حتمی اور یقینی طور پر نہیں بیان کیا ہے بَسْتَانِ الْاَزْدِي اَشْرَفِي بِعَجْدِهِ کے حاشیہ میں تو ایک شرط و معلول طور پر بیان کیا ہے اور والنجم

قوله سورہ طہ نزلت بمکہ ثم الواقعہ وہی مادۃ خمس
وثلثون آیتہ سورہ طہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ایک سو پینسٹیس
آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثمر الواقعۃ کا ترجمہ نہیں ہے جسکی معنی ہے
اسکے بعد سورہ واقعہ نازل ہوئی۔

قوله لا الہ الاہماء الحسنی اچھے نام اسی کے ہیں۔ اس کا مطلب
ہمارے ملک کے فقیر و ن کی صدا سے ملتا ہوا ہے اللہ کا نام سچا سب
جھوٹھا ہے جتن سورہ طہ رکوع۔ ۱۔

اقول اولاً جتن کو عموماً لوگ نہیں جانتے ثانیاً اس صدا سے
قرآن شریف کے اس آیت کا مطلب تو لوگ ہرگز نہیں سمجھتے لیکن
لگے میں لگا لگانا تو چڑیا۔ لکڑی۔ پتھر کی آواز و صدا سے بھی آدمی ایک
مطلب سمجھ لیا کرتا ہے کلفظ دیز المسموع من وراء الجدار
جیسے لفظ دیز تھل سے جو دیوار کے پیچے سے سنا جاتا ہے لوگ

۵

علی وجود الالفاظ

بولنے والے وجود کو سمجھنا کرتے ہیں

کسانیکہ بیزدان پرستی کنند | براواز دولابستی کنند

ورنہ فقیر و ن کی صدا کا تو یہی مطلب ہوا کرتا ہے ۵

چلے گئے تو پھر وہ اون مسلمانوں کو اپنے سے کم معقول پسند کیوں جانتے
ہیں جو اپنے پیغمبر کے ہمیں جسم خاکی آسمان پر چلے جانیکے معتقد ہیں۔ اور
چونکہ یہ دنیا کے ایک بڑے ہی مکرم و نامی شخص کے زندگانی کا ایک بہت
بڑا واقعہ ہے اسلئے غیر مذہب کے مورخین و علماء کو بھی اس واقعہ کے لکھنے
کی جب نوبت آئی تو اوںہوں نے بھی خوب ہی چھان بین کر کے ایسا ہی تحقیق
کیا ہے چنانچہ مورخ ڈیون پورٹ اپنی اپالوجی میں لکھتا ہے۔ واضح ہو
انحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں اس سفر شب کے بارہ میں
بڑا اختلاف تھا بعضے کہتے تھے کہ یہ سفر سوائے خواب اور کچھ نہ تھا اور
بعضے کہتے تھے کہ انحضرت بیت المقدس تک اس جسم خاکی سے تشریف
لیگے تھے اور وہاں سے آسمان پر فقط آپ کی روح گئی تھی اور بعضے کہتے
تھے کہ آپ دونوں جگہ اسی جسم خاکی سے تشریف لیگے تھے لیکن اکثر صحابہ
اسی قول اخیر کے قائل تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے بھی اسکے صحبت
کا انکار نہیں فرمایا اور اسکے حاشیہ میں ہے اہلسنت اور خاص کر کے
انعام متقی خیالی کہتا ہے کہ انحضرت کے سفر شب کا انکار کرنا قرآن کا
انکار کرنا ہے۔

پڑھی گئی پس قرآن ایسی صاف کتاب کا ایسے بھونڈے غیر مانوس لفظ
سے ترجمہ کرنا کیا ضرورت تھا۔

قوله كل فلك يسبحون تمام اجرام فلکی اپنے اپنے مدار میں پڑے
تیر رہے ہیں **ف** لفظ فلك کے معنی گھیرے کے ہیں اور آسمان کو بھی فلك
اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ گھیرا سا دیکھائی دیتا ہے چاند اور سورج کی رفتار
بھی ایک خیالی دائرے یعنی گھیرے کے شکل میں ہے شاہ عبدالقادر
صاحب نے گھیرا ترجمہ کیا ہے ہمنے مدار جس کے لفظی معنی ہیں دورہ یعنی
گردش کرنے کی جگہ سورہ الانبیاء رکوع - ۳

اقول سورہ کیسے میں بھی آپ نے یہی لفظ استعمال کیا ہے پس ہم
آپ سے پوچھتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ مختصر
اور عام فہم ہے یا جو آپ نے لکھا جس کے معنی کیلئے یعنی اور پھر اسکے لئے
عبارت براكٹ کے لکھنے کی ضرورت پڑی جو بمعنی یعنی ثانی ہے پس اگر
آپ کے مدار میں کوئی فائدہ جدیدہ ہے تو اسکی تشریح چاہیے اور اگر مہمون
آش در کاسہ تو اس تحصیل حاصل سے کیا حاصل میج ہے ۵

بکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا

جو ہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا

ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا + اور درویش کی صدا کیا ہے۔

۱ قولہ وزیر امیر ابو جہہ اوٹھانے والا سورہ طہ رکوع ۲۔

۲ قول وزیر ایسے مشہور لفظ کا ترجمہ کیا ضرورت تھا۔

۳ قولہ اپنے مکانات اور دکانیں کو آراستہ کرتے ہوئے حادثہ یہ آیت

یوم الزینۃ سورہ طہ رکوع ۳۔

۴ قول بیچارے اردو پڑھنے والوں پر یہ دکانیں کا لفظ نہایت ہی

گران و دشوار فہم ہے اس لئے اسکی جگہ پر اگر دکان ہی لکھا جاتا تو بہتر تھا

۵ قولہ سورۃ الاحقیا نزلت بملکۃ ثمر المومنون وحمیۃ واثنتا عشرۃ

آیۃ سورہ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی ایک سو بارہ آیتیں ہیں

۶ قول اس میں جملہ ثمر المومنون کا ترجمہ نہیں ہے جسکی معنی ہے کہ

بعد سورہ مومنون نازل ہوئی۔

۷ قولہ رتقا بھنڈا سا ایک گول مول ڈھکے کو ہندی میں بھنڈا

کہتے ہیں سورہ انبیاء رکوع ۳۔

۸ قول گول مول اور بھنڈا دونوں ایسے بھونڈے غیر مانوس لفظ

ہیں کہ آخر ڈپٹی صاحب کو انکے تشریح کے لئے حاشیہ لکھنے کی ضرورت

نَحْنُ الْمُنَافِقُونَ وَهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُونَ آيَةً سُورَةٌ حَجَّ مَكَّةَ مِنْ نَازِلٍ هُوَ
 اَوْ رَأْسُ ثَلَاثَةِ آتِينَ هِيَ -

۱ قول اسمین صبی عبارتوں پر خط ہے اور اس کا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
 ترجمہ یہ ہے کہ سورہ حج مکہ میں نازل ہوئی مگر وَمَنْ النَّاسُ مِنْ يَصِدُّ
 وَآيَاتِ مَدِينَةٍ اُتْرِي اور چہ آیت ہذا ان خصمان سے صراط الحیاء

تک بدر میں نازل ہوئی اسکے بعد سورہ منافقون اُتْرِي الخ
 قوله وَلَهُمْ مَقَامٌ مِنْ جَدِيدٍ اور ان کے مارنے کیلئے لوہے کے گرز
 ہونگے جسے انکی کوبہ کاری کئے جائیگی سورہ حج رکوع - ۲ -

۲ قول یہ کوبہ کاری نہ قرآن میں ہے اور نہ یہ فارسی لفظ اردو پر
 والون کے لئے عام فہم ہے۔ پس اگر آپ کو بطور تفسیر کے یہ مضمون لکھنا
 ہی تھا تو اسکو صاف طور پر یوں لکھتے کہ اسی سے وہ کوٹے جائیگے اور
 اگر محاورہ کے مطابق لکھتے تو یوں تحریر فرماتے کہ اسی سے انکی کنڈی
 ہوگی ورنہ قرآن کے لفظوں کا تو یہ صاف ترجمہ ہے کہ ان کے لئے لوہے کے
 ہتھوڑے یا گرز ہونگے۔

قوله رات سے ان ملکوں کے طرف اشارہ ہے جبہ کفر کی تاریکی چھا

قوله وحرام على قرية اهلكناها انهم لا يرجعون اور حين لستى

کو ہم نے (لوگوں کی نافرمانی کی وجہ سے) ہلاک کر دیا ہو ممکن نہیں کہ وہ

لوگ (قیامت کو ہمارے حضور میں) لوٹ کر نہ آئیں سورة الانبياء رکوع

۲ قول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اسکا یہ ترجمہ کرتے ہیں

اور مقرر ہو رہا ہے ہر بستی پر جسکو چنے کھپا دیا کہ وہ نہیں پھرتے اور فائدہ

میں افادہ فرماتے ہیں یعنی کفر نہیں چھوڑتے تبھی کہتے ہیں اور تفسیر کبیر

میں ہے ذکر وافی تفسیر الرجوع امرین متحد ہوا انهم لا يرجعون

رجوع کی تفسیر میں لوگوں نے دو امر ذکر کئے ہیں ایک یہ کہ وہ لوگ شرک سے نہ پھریں

عن الشرك ولا ياتوا به و هو قول مجاهد والحسن۔ اور یہی قول مجاہد اور حسن کا ہے

وتاتنهما لا يرجعون الى الدنيا وهو قول قتادة ومقاتل

دور و ترے یہ کہ وہ لوگ دنیا کے طرف نہ پھریں اور یہ قول قتادہ اور مقاتل کا ہے

پس ان دونوں تفسیروں کے مقابل میں جو مجاہد اور حسن اور قتادہ

مقاتل سے منقول ہے ڈپٹی صاحب کی تاویل علیل کیونکر صحیح و قابل

ہو سکتی ہے۔

۵

آہ از دست حرافان گوہر شناس | ہر زمان خرم ہر را باز برابر میکنند

قوله سورة الحج نزلت بركة الا ومن الناس من يعبد الله الا لئلا

عبدوا غيره والست آيات وهي هذا ان خصمان الى صراط الحميد في

چھپے ٹرین (اور اسکو نہ پکڑ سکین) اور کیسی بودی وہ (بیچاری کہی) جسکا پیچہ کیا جائے (اور پھر بھی ہاتھ نہ آئے) فاسبنے طالب بتوں کو اور مطلوب کہی کو بنایا ہے اور دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ بت پر طالب ہوں اور بت مطلوب مطلب دونوں طرح ٹھیک بیٹھتا ہے سورہ حج رکوع ۱۰۔

۲ قول بحسب بیان آپ کہی کا جب پیچہ کیا جائے اور پھر بھی وہ ہاتھ نہ آئے تو وہ بودی کیونکر ہوئی اس سے تو اسکی تیزی و چالاکی یا ترفع و تعالیٰ ثابت ہوئی پس دونوں طرح کیونکر مطلب ٹھیک بیٹھتا ہے۔
 امام رازی نے اس میں تین احتمال ذکر کیا ہے اول وہ جو اپنے ذکر کیا ہے لیکن اسکو ضعیف طور پر بیان کیا ہے۔ دوسرے وہ جو ہم کہتے ہیں اور تیسرے یہ کہ یہ ضعف باعتبار قوی و قوت کے نہیں ہے بلکہ باعتبار صحت و قوت کے ہے چنانچہ انکی یہ عبارت ہے اما قوله تعالى

لیکن قول اسکا ضعیف الطایفہ

ضعف الطالب والمطلوب ففیہ قولان

والمطلوب پس اس میں دو قول ہیں

أحدہما المراد منه الضعف والذباب فالصنم کا الطالب مرجعیت ایک یہ کہ مراد اس سے بت اور کہی ہے پس بت مثل طالب کے ہے اس طرح کہ اگر وہ اسکو آنہ کو طلب ان مخلوقہ و یستنفذ ما استلبہ لھن عنہ والذباب پیدا کرنا اور جو ٹیک ہے اسکو چھیننا چاہے تو اس سے عاجز ہو جائیگا اور کہی بمنزلہ

ہوئی ہو یعنی کافروں کے قبضہ میں ہوں اور دن سے مسلمانوں کی عملداری کے طرف اشارہ ہے حاشیہ آیت توجع اللیل الخ سورہ حج رکوع ۸۔

اقول جیسے فرقہ باطنیہ کے لوگ تہامی نصوص قرآنیہ کو ظاہر الفاظ سے پھیر کر اپنے ایک فہرعی باطنی معنی میں محمول کیا کرتے ہیں ویسی ہی ڈپٹی حساب تہامی آیات قرآنیہ کو فقط انتظام ظاہریہ دنیاویہ ہی پر حمل کرتے ہیں اور جن آیات میں ایک عام وسیع معنی شامل ہوتے ہیں اون سب کو ایک ہی محل خاص میں محمول فرماتے ہیں اور یہ عام کو خاص کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و اسعیا بیانات مطلقہ کو تنگ و مقید کر کے تفسیر القرآن برآیہ سے مرکب ہونا ہے کمالاً مخفی۔

قوله ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا باول وجعوا له وان یسلبهم الذباب شیا لا یمتنقذ منه ضعف الطالب والمطلوب۔ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو ایک مکھی (بھئی) پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اسکے (پیدا کر نیکی) لئے (سب کے سب) اکٹھے (ہی کیوں نہ) ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ حصین لیجائے تو اسکو اس سے چیرا نہیں سکتے (کیسی) بودے یہ (بت) جو (مکھی کے)

کا شیطان انتہی۔

پس چونکہ آپ کو خواہ مخواہ مولانا کے اقوال سے مخالفت کرنا ضرور ہے
اسلئے آپ نے اونے قول قوی کے مقابلہ میں وجہ ضعیف ہی کو اختیار
کیا اور حتماً و جزماً یا فخر و امتیاز ایہ فرمایا کہ ہم نے یہی کو مطلوب بنایا ہے
پس فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کضرأئو الحسناء قلن لوجھما
جیسے خوبصورت عورتوں کی سوتیلے بغض اور

بغضاً و حسداً انہ لدمیم +
میں جو کچھ بدشکل ہی کہا کرتے ہیں

قوله سورة المؤمنون نزلت بجملة ثنوتنزيل السجدة وھما

وتمان اوتسع عشرة آية وست ركوعات سورة مؤمنون مکہ میں اتری

اور اسمین ایک سواٹھارہ یا انیس آئین ہیں

۲ قول اسمین جملہ ثنوتنزيل السجدة اور ست رکوعات کا ترجمہ

چھوڑ دیا گیا ہے جسکے معنی ہے اسکے بعد سورہ تنزیل السجدة اتری۔ اور

اسمین چہر رکوع ہیں۔

قوله وفارالتنوير اور تنور (زمین سے پانی) ابلنے لگے سورہ مؤمنون

رکوع ۲

۲ قول سورہ ہود میں تنور سے ڈپٹی صاحب نے غضب آہی مراد لیا ہے

بمنزلة المطلوب
مطلوب کے ہے

والثانی ان الطالب من عبد الصنم و المطلب نفس الصنم او
اور دوسرے یہ کہ طالب بت پرست ہے اور مطلب خود بت یا اسکی عبادت ہے
عبادتھا و هذا اقرب لان كون الصنم طالب ليس حقيقة بل هو
اور یہی قریب تر ہے کیونکہ بت کا طالب ہونا حقیقت نہیں ہے بلکہ وہ تقدیر ہے
على سبيل التقدير اما ههنا فعلى سبيل التحقيق لكن المجاز فيه
لیکن بیان پر سبیل تحقیق ہے لیکن مجاز اس میں حاصل ہے کیونکہ
حاصل لان الوثن لا يصح ان يكون ضعيفا لان الضعيف لا يجوز
بت کا ضعیف ہونا صحیح نہیں اسلئے کہ ضعیف وہی ہوتا ہے جو قوی ہوتا ہے
الا على من يصح ان يقوى -

وههنا وجه ثالث وهو ان يكون معناه قوله ضعف لا من
اور بیان تیسری وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ضعف کے معنے قوت کی راہ سے نہیں ہے بلکہ
حديث القوة ولكن لظهور فيه هذا المذهب لما يقال لكونه عند الملاحظة
اس مذہب کے قیامت کے ظاہر ہونے سے ہے جیسا کہ مناظرہ کے وقت کسی کو کہا جاتا ہے کہ یہ مذہب
ما اضعف هذا المذهب وما اضعف هذا الوجه انتهى -

کیا ہے ضعیف ہے اور یہ وجہ کیا ہے ضعیف ہے -
پس ان وجوہ ثلاثہ میں سے وجہ ثالث میں تو کلام ہی نہیں اسلئے وہ

ما نحن فيه سے خارج ہے باقی وجہیں سابقین میں سے وجہ ثانی جسکے ہم

حامی ہیں چونکہ اقرب الی الفہم والمعنی واقوی بالذلا مثل والبعث

ہے مولانا شاہ عبد القادر صاحب اسکو اختیار کیا ہے

چنانچہ فائدہ میں افادہ فرماتے ہیں چلے بنے والا کافر اور جسکو چاہتا ہی

اونے بت کہی چاہتے تھے بت کونہ وہ مورت اور اتی ہے نہ اوس مورت

قوله ہے سُبْحَانَكَ کا ترجمہ حاشا وکلا کر دیا ہے حاشیہ آیت سبحانک

ہذا سورہ نور رکوع - ۲

۱ قول یہ اپنے اچھا نہیں کیا کیونکہ ترجمہ کے معنی ہے ایک زبان کے مفہوم کو دوسری زبان میں ادا کرنا اور ظاہر ہے کہ سبحانک اور حاشا وکلا سب ایک ہی زبان کے الفاظ ہیں پس یہ ترجمہ نہ ہوا اور پھر سورہ یوسف کی آیت قلن حاشا للہ کے حاشیہ میں آپ لکھ چکے ہیں کہ حاشا شعیبی کے اعتبار سے تو سبحان اللہ کا ہم معنی ہے اور مواقع استعمال اردو میں جدا جدا ہیں پس دونوں ایک ہی موقع میں کیونکر واقع ہونگے۔

قوله لویون کو مدینہ تھوڑی دور باقی تھا حاشیہ آیت ان الذین جاؤ ابلافاک سورہ نور رکوع - ۳۔

۱ قول شاید لوٹنے والیوں کے خرابی ہے پس چونکہ سارا الشکر و قافل لوٹنے والا تھا اسلئے فقط جمع مؤنث ہی کا صیغہ کیونکر درست ہوگا۔

قوله منکون کا بار حاشیہ آیت ان الذین جاؤ ابلافاک سورہ نور رکوع - ۳

۱ قول اگرچہ اطراف بجنور و دہلی وغیرہ میں منک پوت کو کہتے ہیں لیکن

اور یہاں تنور زمین یعنی بالکل روی زمین ترجمہ کیا ہے غرض دونوں جگہ
 تنور کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی میں اسکو استعمال کیا ہے حالانکہ اصل
 کلام میں یہی ہے کہ لفظ حقیقی ہی معنی میں متعل ہو چنانچہ سورہ ہود
 کی آیت میں ہم اسکو امام رازی سے نقل کر کے لکھ آئے ہیں اور یہاں
 بھی انہیں کی یہ دوسری عبارت دکھلاتے ہیں۔ اما قولہ وفارالتنور
 فاختلنوا فی التنور فالاکثرون علم انہ هو التنور المعروف اور اسکو
 تنور میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے پس اکثر علماء اس پر ہیں کہ وہ تنور معین مشہور تھا
 لکھتے ہیں والقول الاول هو الصواب لان العدول عن الحقيقة المجاہ
 اور قول اول ہی ٹھیک ہے اسلئے کہ بلاد میں حقیقت سے مجاز کے طرف
 من غیر دلیل لا يجوز انھی
 عدول کرنا جائز نہیں ہے۔

قولہ فانی تسعون پٹکی پڑ جاتی ہے سورہ مومنون رکوع ۵۔
 اقول پٹکی پڑنا عام فہم جملہ نہیں ہے مولانا عبد القادر صاحب
 کیا اچھا صاف ترجمہ کیا ہے۔ تیر جادو پڑ جاتا ہے

قولہ سورة النور نزلت بالمدينة ثوالج وھی اربع وستون آیه
 سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی چوٹھ آیتیں ہیں۔
 اقول اسین جملہ ثوالج کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہر اسکے بعد
 سورہ حج نازل ہوئی۔

کے بکّل مارے رہیں ۲۔ عورتیں دو بیٹہ اوڑھتے وقت اس کا ایک
پلہ ایک طرف سے دوسرے طرف کو پس پشت ڈال لیا کرتے ہیں اس لپٹ
کو بکّل کہتے ہیں سورہ نور رکوع - ۴۔

۱۔ قول شائد پنجاب کے لوگ کہتے ہوں گے ورنہ عموماً یہ عام فہم نہیں چنانچہ
اسکا مؤند یہ امر ہے کہ آپ کو حاشیہ لکھ کر اسکے توضیح کرنی پڑی جناب مولانا
عبدالقادر صاحب اسکا کیا اچھا صاف ترجمہ تحریر فرماتے ہیں -
اور ڈال لین اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر پس اس صاف واضح عام
فہم ترجمہ کے رہتے ہوئے آپ کو اس بکّل مارنے کی کیا ضرورت ہوئی
قوله وانكحوا الايام منكم اور اپنے رانڈوں کے نچا کر دوسرے
نور رکوع - ۴۔

۲۔ قول ایو وایا می زن بے مرد و مرد بے زن کو کہتے ہیں رانڈ
کی کوئی تخصیص نہیں آیت کا خلاصہ مطلب اور اسکو سابق و لاحق
سے یہ ربط و تعلق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کو اوپر کی آیتوں
میں غرض بصر یعنی محرمات سے آنکھ بند کر نیکاً حکم نافذ فرمایا اور اسکو
حرام کر دیا تو اس آیت میں اسکے حلال و جائز طریقہ کا اختیار عطا

اور اطراف میں یہ بالکل غیر مشہور لفظ ہے اور کتب احادیث کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہار جرج ظفار کا تھا چنانچہ مجمع البحرین لکھا ہے انقطاع عقد من جن علفار بالفتح خزرمیانی جمع جوعہ ظفارین کے ایک شہر کا نام ہے اور خزرمہ ہر کو کہتے ہیں چنانچہ صاحب صراح کہتے ہیں خزرمہ بفتحین ہرہ خزرات الملک جو اہر تاجہ اور تذکرہ داؤد النطاکی اور مخزن الادویہ وغیرہ سے بھی اسکا قیمتی پتھر ہونا ثابت ہے اور اس واقعہ سے بھی اسکا قیمتی ہونا ثابت ہے کہ تمام لشکر کا کوچ اوسکے ملنے پر موقوف رہا اور عامہ صحابہ اوسکے دھونڈھنے میں اسقدر مشغول و مصروف ہوئے کہ نماز کا وقت ایسے مقام پر آگیا کہ جہاں سب کے وضو کے لئے پانی نہ تھا تب اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل تیمم کا حکم ہمیں نازل فرمایا چنانچہ امام مالک اور اہل علم بخاری وغیرہ ائمہ محدثین روایت کرتے ہیں پس ایسی متبرک عزیز الوجود چیز کو ڈیڑھی صاع تین پیسہ کے پوت کا ہار قرار دیتے ہیں فالعجب والعجب سچ ہے

قدر جو ہر شاہ داند یا بداند جو ہری ۶

اور پوت کا دانہ کبھی گوہر نہیں ہوتا۔

قولہ ولیضربنخمرهن علی جیوبهن اور اپنے سینوں پر دوپٹوں

اصلہما ایامہ ویتنام فقلبا وقال النضر بن شميل الايم في كلام العرب
كل ذكر لانثى معه وكل انثى لا ذكر معه وهو قول ابن عباس رضي الله
عنهما في رواية الضحاك تقول زوجوا الياكم بعضكم من بعض فقال الشافعي

فان تنكح انكح وان تنكحي | وان كنت افتح منكم والائام

اور اوسى میں یہ بھی ہے ان اسم الایامی منتظم فیہ الرجال
والنساء قال ابو بكر الرازي قوله تنكحوا النكحوا الایامی لا یتخض بالفساء

دون الرجال علی ما بینا انتحی ان سب عبارتوں کا یہی خلاصہ ہے
کہ ایامی مرد بے زن اور زن بے مرد دونوں کو کہتے ہیں پس افسوس و تعجب
ہے کہ ڈپٹی صاحب نے ان نصوص و تحقیقات سے کچھ بھی کام نہ لیا اور کلام
ابہی کے عام کو خاص کر ڈالا

زلف کیے سچ سے نہیں آگاہ | بل کی لیتے ہیں آپ گھر بیٹے

قوله ومن يكهم فان الله من بعد اكرهم غفور الرحيم
اور جو انکو مجبور کر گیا تو اللہ انکے مجبور کے گئے چھپے بخشنے والا مہربان ہے
فان یہ ایک غوی مسئلہ ہے کہ مصدر کا استعمال دونوں طرح پر ہے
وہ کہی بنی للفاعل ہوتا ہے کہی بنی للمفعول پہلی صورت میں کو اھم

فرمایا یعنی اولیا و ورثہ کو یہ حکم کیا کہ نادار و لاچار زن و مرد و ن کا تم
لوگ نکاح کر دو تاکہ وہ سب ارتکاب حرام و گناہ سے بچیں اور اپنی
خواہش نفسانی و قوای بشری سے مقہور نہ ہوں اور تم اپنے حقوق سے
سبکدوش و فارغ الذمہ ہو جاؤ چنانچہ علامہ ابو السعود اپنی تفسیر میں
فرماتے ہیں **وَانْكَحُوا الْاَيَامِي مِنْكُمْ** بعد ما زجر تعالى عن السفه و مبادي الفحشاء
و البغية امر بالانكاح فانه مع كونه مقصودا بالذات من حيث كونه
مناط البقاء النفع خير من جرة عن ذلك و ايامي مقلوب ايام
جمع ايمو هو من لا زوج له من الرجال والنساء بكرة كان او ثيبا
كما يفصح عنه قول من قال

هـ

فَارْتَبِكُمِي اَنْكَحُوا نِسَاءِي	وَ اِنْ كُنْتُمْ اَفْتَى مِنْكُمْ اَتَانِي
------------------------------------	--

اَوْ زَوْجُوا مِنْ اَزْوَاجِ لَهْ مِنَ الْاَحْرَارِ وَالْحَوَارِ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ
و اما ائكم - اور اما رازی تفسیر کبیر میں کہتے ہیں۔

اعلم انه تعالى لما امر من قبل بغض الابصار وحفظ الفروج بين
مريدان الذي امر به انما هو فيما لا يحل شيئا تنكح بعد ذلك
صرفا للحل فقال **وَانْكَحُوا الْاَيَامِي** قال صاحب الكشف **الايام** اي اليام

اولیٰ کے توجہیہ کے تائید میں یہ لکھنا کہ مفسرون نے اسکو مرجع لکھا ہے
 اور پھر اسکی تردید میں یہ تحریر فرمانا کہ قرآن کا طرز بیان مکالمے کے
 طور پر واقع ہوا ہے اور مکالمے میں محذوفات کا ہونا کوئی نئی بات نہیں
 ہے الخچہ معنی دار کیونکہ مفسرون نے اور خود ڈپٹی صاحب نے بھی جبکہ
 معنی ثانیہ کو صحیح و درست سمجھا تو خواہ مخواہ اسکے مقابل میں معنی
 اولیٰ ضرور مرجع ٹھہرایا جائیگا اور اگر اولیٰ و ثانی دونوں میں حیثیت
 واحده درست ہوں تو یہ اجتماع الضدین کیونکر جائز ہوگا لیکن چونکہ
 معنی ثانی کے راجح اور اولیٰ کے مرجع ہونے کے لئے کوئی قباحت
 نحوی ضرور ہونی چاہیے تھی اسکو مفسرین نے فرض و حذف توبہ سے
 راجح و مرجع ٹھہرایا لیکن اسپر جو ڈپٹی صاحب مکالمہ و محاورہ سے نقص
 و اعتراض کرتے ہیں تو اولاً خود اپنی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑا چاہتے ہیں
 ثانیاً اپنے مستند امام رازی ایسے بڑے شخص پر اپنے چھوٹے موہنے
 سے بڑی بات نکالتے ہیں کیونکہ یہ مرجع ہونا انہیں نے تفسیر کبیر میں
 لکھا ہے چنانچہ اونکی یہ عبارت ہے اما قوله ومن یکرمھن فالله
 من بعد اکرھن غفور الرحیم فاعلم انه لیس فی آایۃ انه تعالیٰ
 پس جان کر آیت میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرمہ یا کرم

کے معنی ہیں مالک کا مجبور کرنا لونڈی کو اور دوسرے صورت میں مالک کے طرف سے لونڈی کا مجبور کیا جانا اسی دوسری صورت کو مفسر و ناسخ اختیار کیا ہے اور اسی کے موافق چنے ترجمہ بھی کیا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مالک لونڈی کو بدکاری پر مجبور کرے تو لونڈی پر کچھ گناہ نہیں اور پہلی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ مالک نے لونڈی کو بدکاری پر مجبور کیا ہوا اور پھر توبہ کرے تو خدا بخشنے والا مہربان ہے امید کی جاتی ہے کہ اس کا گناہ معاف کرے مفسر و ناسخ نے اس صورت کو مرجع لکھا ہے کہ اس صورت میں توبہ کو حذف ماننا پڑتا ہے مگر قرآن کا طرز بیان مکالمے کے طور پر واقع ہوا ہے اور مکالمے میں محذوفات ہونا کوئی نئی بات نہیں قرآن میں اسکی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں حاشیہ آیت ومن یکہم الخ سورہ نور رکوع - ۴

اقول اس حاشیہ میں جبکہ ڈپٹی صاحب نے صورت ثانیہ کے توجہ میں یہ بیان کیا کہ دوسری صورت کو مفسر و ناسخ نے بیان کیا ہے اور اسی کے موافق چنے ترجمہ بھی کیا ہے تو بات طی ہو گئی اب پھر اس کے بعد صورت

رشتہ دار کو جس پر اسکا اعتبار ہے گھر کی کنجیان دے جاتا ہے۔ اور
ما املکتہ مفاۃ سے مفسرون نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد
لیا ہے۔ حاشیہ آیت اوما املکتہ مفاۃ سورہ نور رکوع ۹۔

۲ قول تفسیر کبیر وغیرہ تفسیر ون میں اس کے تین معانی لکھے ہوئے ہیں
اول وکلاء دوسرے غازیوں کے نگرے چوکیدار تیسرے نوڈی غلام
چنانچہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے قوله تعالى اوما املکتہ مفاۃ
وقرئ مفتاحه وفيه وجوه۔ الاول قال ابن عباس وکیل الرجل وقیمہ
فرضیعتہ وراثتہ لابس علیہ ان یأکل من ثمر ضیعتہ ویشرب
من لبن ماشیتہ وملاک المفاۃ کونہا فی بدۃ وفی حفظہ

الثانی قال الضحاکی یرید الزمفی الذیر کانوا یجوسون للغزاة
الثالث المراد بیوت الممالیک لان مال العبد ملوکہ قال الفضل
المفاۃ واحد مفتحة بفتح المیم وواحد المفاۃ مفتحة بالكسر
پس ڈپٹی صاحب کے من مانی معنی کا ان تفاسیر معنیہ میں صراحتاً کہیں
کچھ تپہ نہیں

قوله سورة الفرقان نزلت بملکة الہ والذین لا یدعون مع اللہ

غفور الرحیم للمکره اول المکرهۃ لاجرم ذکر وافیہ وجہین
 کے لئے غفور رحیم ہے ناجار اون لوگوں نے اس کے لئے دو وجہیں ذکر کی ہے
الحمد فان الله غفور رحیم بہن لان الاکراہ ازال الالام
 ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اولیٰ عورتوں کے لئے غفور رحیم ہے اس لئے کہ اکراہ و زبردستی نے گناہ اور سزا کو زائل
 و العقوبۃ لان الاکراہ عذر للمکره اما المکره فلا عذر لہ فیما فعل
 کر دیا کیونکہ اکراہ مکرہ کے لئے عذر ہے لیکن مکرہ یعنی جبر کرنے والا اس کے لئے کوئی عذر نہیں
الثانی المراد فان الله غفور رحیم بالمکره بشرط التوبه و هذا
 دوسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرہ کے لئے غفور رحیم ہے بشرطیکہ وہ توبہ کرے اور یہ ضعیف ہے کہ تکفیر اور
 ضعیف لان علم التفسیر الاول لا حاجة الی هذا الاختصاص علی التفسیر
 میں تفسیر لانے کی ضرورت نہیں اور اس دوسری تفسیر میں اسکی حاجت ہے۔
 الثانی یتلج الیہ انہی۔

قوله چلکنے کے معنی چلنے کے ہیں مگر ریت کے چلنے کے لئے خاص کر
 چلکنے کا لفظ بولا جاتا ہے حاشیہ آیت کسر اب یقیعة سورہ نور
 رکوع - ۵

اقول معلوم نہیں کہاں بولا جاتا ہے ایدہر یورب و صوبہ بہار وغیرہ
 میں تو زخم و دہل وغیرہ کے سوزشی حرکت کو چپکنا اور چلکنا بھی کہتے ہیں
 پس جبکہ عام فہم لفظ - چکنا - سے یہ مطلب حاصل ہو سکتا تھا تو ایک خاص
 محدود و عموماً غیر مفہوم وغیر مانوس لفظ کا استعمال کرنا کیا ضرورت تھا۔
قوله اور ما مکنتم مفاصلہ کا ایک محل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکثر
 رشتہ داروں میں سے کوئی شخص کہیں جہاں چلا جاتا ہے تو قریب کے

ولی اسد صاحب افسانہ ہے پشینان تحریر فرماتے ہیں۔ پس ان بقول
صحیحہ بامحاورہ کے سامنے ڈپٹی صاحب کا ڈیکو سلہ ڈیکو سلہ ہی ڈیکو سلہ ہے۔

کب ہوزمین پہ ابروی دگر ہم ہی | اپنے کو کھینچتا ہے فلک پر اگر لال

قولہ اولیٰ بقی الیہ کنز یا اسپہ کو لی خزانہ (یعنی ہن) برسا ہوتا سو

فرقان رکوع۔ ۱

۲ قول ہن کا لفظ گوزبان زد بعض عوام ہے اور مولوی حالی نے
بھی اس لفظ کو اپنی مسدس میں استعمال کیا ہے لیکن ڈپٹی صاحب
کو خزانہ کی تفسیر ہن سے کرنی ایسی تفسیر لکھنی ہے کہ جس شے کو تفسیر سے
لفظاً و معناً اوسکا متن ہی اوضح ہے لفظاً تو اسلئے کہ عموماً بقدر لوگ خزانہ
سے کام چلاتے ہیں و تنہا ہن سے سروکار نہیں رکھتے اور معناً اس سبب
کہ اسکی حقیقت و مقدار وغیرہ عام لوگوں کو کچھ معلوم نہیں فارسی
اور ویسٹرن کشری سے یہ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ ہن زمانہ سابق میں
سونے یا چاندی کا ایک سکہ ہندوستان میں جاری تھا اسکو انگریزی
میں پکوڑا کہتے ہیں اسلئے کہ اوسپر ایک تہجانہ کی شکل منقش تھی اور یہی لفظ
اصل میں فارسی تہکدہ مخا پر چو گیز والون نے تہکدہ کو خراب کر کے

الہا الخزال حیا لمدینۃ ثوالفاطروھی سبع وسبعون آیۃ
سورہ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی تہتر آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس اسکا پورا
ترجمہ یہ ہے سورہ فرقان مکہ میں نازل ہوئی مگر آیت والذین کلیدون
مع اللہ الہا الخرجا تک مدینہ میں اتری اس کے بعد سورہ فاطر نازل
ہوئی اور اسکی ستہتر آیتیں ہیں۔

قوله اساطیر الاولین اگلے لوگوں کے ڈکوسے سورہ فرقان
رکوع۔ ۱

اقول اسکا لفظ سے ملا ہوا مطلب خیر ترجمہ تھا پہلوں کی کہانیاں
کیونکہ قرآن کو وہ سب رستم واسفندیار وغیرہ کے افسانے اور پہلوں کی
نقلیں و کہانیاں ہی کہا کرتے تھے امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے
ہیں الاساطیر ماسطرۃ المتقدمون کا حدیث رستم واسفندیار
جمع اسطار او اسطورة کا حدوثة انتھی

اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بھی اگلوں کی نقلیں لکھتے
ہیں اور شاہ رفیع الدین صاحب پہلوں کی کہانیاں اور شاہ

کروڑی ہوتی لکین

9

مصحفی شوق ہوا ہی سب طبع لکلام

قولہ فدیرنا ہمت میرا تو ہے اون لوگوں کا کھو جڑ ہی کھو دیا سو

فرقان کو غصہ -۱۲-

۲۔ قول کھو بڑا کھونا خاص عورتوں کا محاورہ ہے اسلئے عموماً عام فہم

نہیں خواجہ محمد اشرف علی مصطلحات اردو میں لکھتے ہیں کھوجڑا
جاے نام و نشان نہ رہے خانہ خراب ہو یہی اصطلاح عورتوں کی رنگین

کھو چڑا جاے میری آنکھوں کا	نفیذ کیوں انکو نہیں آتی ہے
----------------------------	----------------------------

پس اسکے بدلے اگر یوں لکھا جاتا کہ ہم نے انکو ادا کیا ہے تو وہاں ہم نے
انکو ہلاک کر دیا تو واضح و عام فہم ہونا۔

جب اسکی مضمونین اختلاف ہے تو لامحالہ اصحاب الرس میں بھی اختلاف

ہے کہ وہ کون لوگ تھے کس نبی کے امت تھے کیونکر ہلاک ہو بعض

مفسرون نے اسکے معنی خندق کے بھی لکھے ہیں پہنچنے بھی شق اختیار
کرنی ہے کیونکہ عربی میں خندق کو اخذ و د بھی کہتے ہیں اور اصحاب اللہ خندق

پکھڑا کر ڈالا ہے انتہی۔ پس نہایت ہی حسرت ہے کہ ڈپٹی صاحب بیفائدہ
قرآن کے ترجمہ میں ایسے ایسے غیروانوس وغیر مشہور الفاظ گھسیٹتے ہیں کہ
جسکی شرح وصل کے لئے آدمی کو اس قدر کاوش و دقت اٹھانی پڑتی ہے
کہ جسکی کوئی ضرورت نہ تھی شاید ڈپٹی صاحب نے ترجمہ کی سہولت و شگفتگی
و سلاست اسی میں سمجھا ہے العجب کل العجب ۵

کیا اپنی گارھا ہے اچھی اچھی سرا | جس سے کہ قلیںٹ ہو اوس صد اکو پیٹھ

قولہ حجرا محجوراً دور دفان سورہ فرقان رکوع - ۳ -
۲ قول یہ لفظ اسی سورہ میں ایک مقام پر اور بھی ہے وہاں ڈپٹی
صاحب نے اسکا ترجمہ روک اور اٹل آڑ کیا ہے اور یہاں دور دفان
تحریر فرماتے ہیں حالانکہ وہی روک و آڑ دونوں جگہ کہپ سکتا تھا
چنانچہ مولانا عبد القادر صاحب انہیں لفظوں کو استعمال کیا ہی
اور پھر دہلی کے عوام و عورتوں نے اگر اس دور و رفع کو دور دفان کر ڈ
تھا تو ڈپٹی صاحب ایسے مصلح کو کیا ضرور تھا کہ انہیں کے لکیر کے فقیر
بنکر انہیں کی بولی بولنے لگیں اور اسکے املا کو بھی خراب کر دیں
مقتضیٰ علم و قابلیت تو یہ تھا کہ ہکو دور دفع کر کے روک و آڑ

میں ملاحظہ کیجئے۔

قوله سورة الشعراء نزلت بملکہ الا قوله والشعراء یبتعثهم الغاؤن

فیالمدينة ثم الغل وهو مائتان وسبع وعشرون آية سورة شعراء کہ

میں نازل ہوئی اور سبکی دو سو ستائیس آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اس کا ترجمہ نہیں ہے بس اس کا

پورا ترجمہ یہ ہے سورہ شعراء کہ میں نازل ہوئی مگر قول اس کا والشعراء

یبتعثهم الغاؤن مدینہ میں اتر اسکے بعد سورہ نزل نازل ہوئی اور

اسکی دو سو ستائیس آیتیں ہیں

قوله فنظّل لها عاکفین اور انہیں کی سیوا کرتے رہتے ہیں سورہ

شعراء۔ رکوع ۵

اقول سیوا کا لفظ اکثر ہندوؤں میں اور بعض گنوار مسلمانوں میں مستعمل

ہے اس لئے یہ ترجمہ فصیح نہیں اس کا لفظ سے چپان اور خوبصورت اردو

باجا ورہ یہ ترجمہ ہے۔ ہم انہیں پر لو لگائے بیٹھے ہیں ع

خدا کے یاد میں بیٹھے ہیں لو لگائے ہوئے۔ جرت ۵

کوئی نہیں آشنا کسی کا

بہتر ہے خدا سے لو لگانی

کا بیان اخیر پارے کے سورہ بروج میں ہے وہ لوگ بت پرست تھے اور ایک خندق کھود کر اس میں آگ دہکا رکھی تھی جبراً لوگوں سے بت پرستی کرتے جو انکار کرتا اسکو آگ کے خندق میں جھونک دیتے مولوی سرورم نے مثنوی میں اسکی پرورد حکایت لکھی ہے اور اسکا ماخذ حدیث ہے۔ حاشیہ آیت اصحاب الرس سورہ فرقان رکوع ۴۔

۲۔ قول امام رازی نے تفسیر کبیر میں رس اور اصحاب الرس کے تفسیر میں آٹھ قول نقل کر کے اخیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ ان قولوں میں سے کوئی قول قرآن وحدیث کا نہیں فقط قرآن ہی ثابت ہے کہ یہ کیسے ہی ہوں پروردگار عالم انکے کفر کے سبب انکو ہلاک کر دیا چنانچہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے واعلم ان القول ما قاله ابو مسلم وهو ان شئاً من هذه الروایات غیر معلوم بالقرآن ولا بخبر قوی الا سناد ولكنهم كيف كانوا فقد اخبر الله تعالى عنهم انهم اهلكوا بسبب كفرهم انتھی۔

پس جو امر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اسکو اختیار کرنا یا مولوی سرورم کے اسکی پرورد حکایت کا ماخذ حدیث قرار دینا کیونکر جائز ہوگا اور مولوی روم کے مثنوی کے احادیث کا حال التخییر القوی لا حدیث المثنوی

و صیلا مراد لینا ٹھیک نہیں کیونکہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اس کا ترجمہ
 پیر لکھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب پارہ از آسمان تحریر فرماتے ہیں
 اور امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کسفا بالسكون والحركة و کا اہما
 جمع کسفت و هو القطعة والسماء السحاب او الظلة اور غوثی صا
 سورہ بنی اسرائیل کے ترجمہ میں کسفا کا ترجمہ آسمان کا ٹکڑا تحریر فرما چکے
 ہیں اور تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے فامطرت عليهم نارافلحترقوا
 اور غوثی صاحب خود ظلہ کے تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی بادل اگر سا بان
 کی طرح چھا گیا اس میں سے بجلی گری اور سب ہلاک ہو گئے۔ پس با اینہم
 یہ دھیم کہان برس سکتا اور اس غیر مفہوم و غیر مانوس لفظ کا استعمال
 کیونکر عموماً صحیح و فصیح ہو سکتا ہے۔
 قولہ ان آیتوں سے ثابت ہے کہ ایشیا شاعری کا رنگ پیغمبر صاحب
 وقت میں بھی بگڑا ہوا تھا حاشیہ آیت والشعراء يتبعهم الغاؤون
 سورہ شجرہ رکوع ۱۱۔

اقول ایشیای شاعری پر معنی داردیورب و ایشیا وغیرہ تمام جہا
 کے ہر رنگ کا رنگ بگڑا ہوا تھا مگر

قوله ونخل طلعا هضمیم اور کمجورین جنگی گیلین مارے بوجہ
کے ٹوٹی پڑتی ہیں سورہ شعراء رکوع ۸۔

اقول گیل کا لفظ عام فہم نہیں اس لئے اگر خوشہ یا کابھایا کچھا وغیرہ لکھا
جاتا جیسا کہ مولانا عبد القادر صاحب و شاہ رفیع الدین
صاحب نے لکھا ہے تو ضرور عام فہم ہوتا اور ہضمیم کے معنی نرم و نازک
و ملائم کے ہے جیسا کہ مولانا عبد القادر صاحب نے لکھا ہے اور امام ابن
تفسیر کبیرین لکھتے ہیں والہضمیم اللطیف ایضا من قولہم کشفہضمیم
وقیل لہضمیم اللین النضیم کا نہ قال ونخل قد اربط ثمرہ انتھی
یعنی ہضمیم کے معنی نرم و نازک پختہ میوہ کے ہے۔

قوله فاسقط علينا كسفا من السماء تو ہم پر آسمان سے ڈھم برساؤ
اے بڑے بڑے ڈھیلوں کو اردو میں ڈھیم کہتے ہیں سورہ شعراء رکوع ۱۱
اقول اول معلوم نہیں کہ کہاں کی اردو میں ڈھیلے کو ڈھیم کہتے ہیں
اور اگر فرضاً یہ مان لیا جائے کہ دہلی وغیرہ میں یہ اطلاق ہوتا ہے
تو بھی جبکہ اسکے جگہ پر ڈھیلہ عام فہم لفظ موجود ہے تو ڈھیم برسانا کیا
ضرور تھا ڈھیلہ ہی پھینک مارے ثانیاً کسفا کا ترجمہ ڈھیم اور اس سے

۱ قول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا یہ ترجمہ
 ہے سورہ قصص مکہ میں اتری مگر ان الذی فرض آخرت تک اور الذین
 اتیناھم الکتاب لایبتغی الجاہلین تک جحفہ میں نازل ہوئی اسکے
 بعد سورہ نبی اسرائیل اتری اور اسی نواسی آیتیں ہیں۔

قوله وحرمناعلیہ المراضع من قبل ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے (اناؤں
 کے دودہ بند کر رکھی تھے سورہ قصص رکوع ۱۔

۲ قول اناؤں کی جگہ اگر دایان یا دودہ پلائیان لکھا جاتا تو لفظ مراضع
 کا معنی عام فہم ترجمہ ہوتا اور چونکہ قرآن کے لفظ مراضع ہی سے یہ مفہوم ثابت
 ہے اسلئے اسکو براکٹ میں بند کرنا مناسب نہ تھا کمالاً حیف

قوله یوموسیٰ ان الملاءم یاقرون باک یقتلواک موسیٰ بڑے بڑے
 آدمی تمہارے بارے میں مشورے کر رہے ہیں تاکہ تمکو قتل کر دیں سورہ
 قصص رکوع ۲۔

۲ قول ڈپٹی صاحب نے یہاں محاورہ کی کچھ پروانگی اور بالکل لفظی اکھڑا
 ہوا ترجمہ لکھ ڈالا حالانکہ اسکا با محاورہ فصیح یہ ترجمہ تھا کہ ای موسیٰ دربار
 کے لوگ یا درباری لوگ تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔

نواسنجیان انکے سکیمین ہیں ہے زبان کھول دی سبکی نطق عرب نے

قوله سورة النمل نزلت بمكة ثم القصص وهي ثلاث وتسعون آية

سورہ نمل مکہ میں اتری اور اسکی ترانوی آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جملہ تورات القصص کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے

اسکے بعد سورہ قصص نازل ہوئی۔

قوله وتفقد الطير اور سليمان نے پرندوں کی موجودات لی سورہ

نمل رکوع ۲۔

اقول گو موجودات لینا دہلی میں بعض لوگ بولتے ہیں لیکن اسکی جگہ

پرہا پنا جانا لینا۔ خبر لینا۔ جائزہ لینا بہت ہی معروف و مشہور ہے پیر

مترجم خصوصاً قرآن کے مترجم کو انہیں الفاظ میں ترجمہ کرنا چاہیے جو اعراف المعارف

ہوں نہ وہ کہ جسکو بعض سمجھیں اور بعض پوچھتے پھرین چنانچہ مولانا عبدالقادر

اور مولانا رفیع الدین صاحب ایسی صاف لفظوں میں ترجمہ کیا ہے

قوله سورة القصص نزلت بمكة الا ان الذي فرض الآية فبالحكمة

والا الذين ابتناهم الكتاب الى لا يبتغي الجاهلين ثوبى اسراييل

وحوشع وثمانون آية سورة قصص مکہ میں اتری اور اسکی نواسی آیتیں ہیں

اقول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اوسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ یہ ہے قول اوسکا فسبحان اللہ کے سوا سورہ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اسکے بعد سورہ عنکبوت اتری۔

قوله وابتغوا کم من فضله اور اسکے فضل یعنی اپنے معاش کیلئے تمہارا تک و دو کرنا سورہ روم رکوع ۳۔

اقول یہ فارسی تک و دو عموماً اردو خوان لوگوں کے لئے عام فہم نہیں ہے اسکے لئے صاف واضح باحواورہ یہ الفاظ ہیں تلاش کرنا۔ ڈھونڈنا دوڑ دھوپ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

قوله سورة لقمان نزلت بملکة الاولوان ما فی الارض من شجرة اقلام الہیتین فالمدینة ثوالسباء وھی اربع وثلاثون آية

سورہ لقمان مکہ میں اتری اور اسکی چوبیس آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اوسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ یہ ہے سورہ لقمان مکہ میں اتری مگر اولوان ما فی الارض من شجرة اقلام دو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں اسکے بعد سورہ سبا نازل ہوئی اور اسکی چونتیس آیتیں ہیں۔

قوله سورة العنكبوت نزلت بركة ثم التطفيف وهي تسع وستون
آية وسبع ركوعات سورة عنكبوت مکہ میں اتری اور اسکی انتہی آیتیں
ہیں اور سات رکوع۔

اقول اس میں جملہ ثوالنظیف کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے
بعد سورہ ویل للطفین نازل ہوئی۔

ثَوَلْنَهُمْ مِّنْ اٰرْسِلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا نَّهْنِیْنَ سَے بعض تو وہ تھے جن پر پھینکے
پتھر اور سایا سورہ عنكبوت رکوع۔ ۴۔

اقول پتھر اور سایا تو محاورہ نہیں ہے پتھر اور کیا البتہ پرانا محاورہ ہے
پس بطور مخلص الام اگر ترجمہ کرتے تو یوں کہتے کہ اوپر پتھر برسایا اور اگر
حاصب کا لفظی خیال سے ترجمہ کرتے تو اسی پیرایہ میں کہتے جس میں
مولانا رفیع الدین صاحب لکھا ہے۔ بھیجا ہننے اوپر مینہ پتھروں
کا لینے ہننے اوپر پتھر و نگا مینہ بھیجا جبکہ خلاصہ یہ ہے کہ ہننے اوپر
پتھر یا کنکر یا سنگریزہ اور ٹھیکری برسایا۔

قوله سورة الروم نزلت بركة الا قوله فبها ان الله ثم العنكبوت
وهي ستون آية سورة روم مکہ میں اتری اور اسکی ساٹھ آیتیں ہیں۔

غیر کے فرزند کو بیٹا بنالینے سے وہ اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا پس قسم کی باتیں خدا کے نزدیک معتبر نہیں ہونے اپنی کتاب محصنات کے لوح کے صفحہ پر اس آیت کا حاصل ترجمہ یوں نظم کر دیا ہے

ہم معتقد دعویٰ بالانہیں تھے	سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہ تھے
-----------------------------	----------------------------------

حاشیہ سورہ احزاب رکوع - ۱ -

اقول ہے بند و بست حسن و خلقی | دھوکا نہ دیکھیں ہمیں دام و گم سے

جاننا چاہیے کہ شروع سورہ سے فجوفہ تک ایک بات اور ماحصل سے سبیل تک دوسری بات لیکن ڈپٹی صاحب و بان سے یہاں تک ایک ہی بات خیال کیا ہے اسلئے یہیں پر اپنے حاشیہ کا بندرہ لکھ کر یہ حاشیہ چڑھایا ہے جو بالکل ہی بیوقوفانہ حتیٰ کہ ڈپٹی صاحب کے اس مضمون کو مولانا عبدالقادر اور امام رازی وغیرہ مفسرین و مترجمین نے رد کیا ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں - کافر چاہتے تھے اپنے طرف نرم کرنا اور منافق چاہتے تھے اپنے چال سکھانی اور پیغمبر کو اللہ پر بھروسہ ہے اور امام رازی

کہتے ہیں اَلَاٰیۃ نَزَلَتْ فِیْ رَمَعْمَرَانَ یَقُوْلُ لِقُلُبَانِ اَعْلَمُ وَاَفْهَمُ
یہ آیت ابن عمر کے شاہین نازل ہوئی وہ کہا کرتا تھا کہ میرے دو دل ہیں

قولہ سورة السجدة نزلت بکے قیل الا ثلاث آیات فی قوله افمن کان مومناً ثو الطور وہی ثلاثون آية سورة سجدة مکہ میں اتری اور اسکی تیس آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ یہ ہے بعض نے کہا کہ افمن کان تین آیتوں کے سوا سورة سجدة مکہ میں اتری اور اسکے بعد سورة طور نازل ہوئی اور اسکی تیس آیتیں ہیں۔
قولہ سورة الاحزاب نزلت بالمدينة ثم الممتحنة و ثلاث وسبعون آية سورة احزاب مدینہ میں اتری اور اسکی تہتر آیتیں ہیں۔
اقول اسمین جملہ ثو الممتحنة کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورة ممتحنة نازل ہوئی۔

قولہ کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے یعنی آدمی کے طرز خاص کا میلان طبیعت دو طرف نہیں ہو سکتا تو جو میلان آدمی کو اپنے مان کی طرف ہے اس قسم کا میلان بی بی کے طرف ہو نہیں سکتا اگر آدمی بی بی کو کہدے کہ تو میری مان کی جگہ ہے اس کہنے سے بی بی مان کی جگہ نہیں ہو جاتی مان مان ہی کے جگہ ہے اور بی بی بی بی ہی کے جگہ سطح

مترجم قرآن کے بڑے بددیانتی ہی نہیں ہے بلکہ تفسیر القرآن برائے سے بڑھ کر
معاذ اللہ قرآن کے تحریف کرنی ہے استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ اور ڈپٹی صاحب نے اپنے رسالہ محسنات کے صفحہ ص ۷ پر جو اپنے زعم
کے مطابق اس آیت کا حاصل ترجمہ اپنے نظم میں لکھوایا ہے تو وہاں بھی
ڈپٹی صاحب نے ایک دوسری چال چل کر تحریف القرآن کا الزام اپنے ذمہ لگایا
ہے جسکی ہم کچھ تفسیر کرتے ہیں کیونکہ۔

رازداران حال پر کیونکر	چھپ رہے گا یہ حال راز بھلا
------------------------	----------------------------

وہ یہ ہے کہ اوس رسالہ میں ڈپٹی صاحب نے پادریوں کے خوش کرنے کیلئے تعدد
ازواج کے مسئلہ محققہ پر ناول و افسانے کے پیرایہ میں حملہ کیا ہے اور عموماً
تعدد ازواج کی خرابی و مذمت بیان کے ہے اسی خیال سے اوس کے لوح پر
آپ نے بطور عنوان رسالہ یہ نظم لکھوایا ہے اور بزمِ خود گو یا لوگوں کو یہ دیکھلایا
ہے کہ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ کسی کے دودل نہیں ہوتے تو آدمی دو
بیبیوں کو رکھ کر دودلا ہو جاتا ہے الغرض قرآن بھی تعدد ازواج
کو منع کرتا ہے چنانچہ اسی خیال سے آپ نے ام یحسدون الناس علی ما
اتواہم اللہ من فضلہ کے ترجمہ میں یہ لکھا ہے یا خدا نے جو اپنے فضل

باحدا کما یفهم محمد فرد الله علیه بقوله ما جعل الله لرجل
 کما یک ی سے میں محمد سے بڑھ کر کائناتا بوجہتا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے اس کے قول کو اپنے اس
 من قلبین و جو فہ و قال الزمخشری قوله و ما جعل لرجل الا لانی
 قول سے رو کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ہیٹ میں دو دل نہیں بنایا ہے اور زمخشری نے کہا کہ خدا کے قول
 تظاہرون منہن امہاتکم ای ما جعل لرجل قلبین کما یفہم لرجل
 و ما جعل لرجل الا لانی تظاہرون منہن امہاتکم کے یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے دو دل نہیں بنائے
 امن ولا لرجل ابون و کلاہما ضعیف بل الحق ان یقال ان اللہ تعالیٰ
 صیغہ کسی کے دو ما نہیں اور ایک ہیٹ کے دو باب نہیں اور یہ دونوں ضعیف ہے بلکہ حق یہ قول ہے
 لما امر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بالانکفاء بقوله یا ایہا النبی اتق اللہ
 کہ اللہ تعالیٰ نے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اس قول کے ساتھ تقویٰ کا حکم کیا کہ ای نبی اللہ سے ڈر و تو
 فكان ذلک امر الہ بتقوی لا یکون فوقہا تقوی و من یتقی و یحاف
 ہر آپ کو ایسے تقویٰ کا حکم ہو جس سے بڑھ کر کوئی نہیں اور جو شخص کسی چیز سے نہایت خوف کرتا اور بہت ہی
 شایخوفاستدبہ الہ بدخل فی قلبہ شیء اخر الا کثری ان الخائف المستدب
 ڈرتا ہے تو اس کے دل میں دوسری توئی چیز نہیں داخل ہو سکتی کہ اس میں نہایت کسی چیز سے بہت ڈر نہ والا
 ینسب مہمات صلاۃ الخوف فكان اللہ تعالیٰ قال یا ایہا النبی اتق اللہ
 حالت خوف میں اپنے ضروری کاموں کو بھول جایا کرتا ہے پس گویا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا کہ اے نبی ڈر اس سے
 حق تقاتہ و مرجعہا ان لا یکون فی قلبک تقوی غیر اللہ فالمرء
 جو حق ہے اس سے ڈرنے کا اور حق سے اس کے ہرے کہ نہا رکھ دے تو اللہ کا خوف ہو تو کہ کسی شخص
 لیس لہ قلبان حق یتقی باحدہما اللہ و بالآخر غیرہ فان فی غیرہ
 کے دو دل نہیں ہیں کہ ایک سے خلاست دے اور دوسرے سے دوسرے کا خوف کرے پھر اگر دوسرے سے ڈرے
 فلا یکون ذلک الا بصرف القلب عن جہۃ اللہ الی غیرہ و ذلک
 تو یہ خداوند نے طرف سے دل پھیلنے کے بغیر ہوگا اور یہ اس شوق کے لئے لائق نہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہے
 لا یتقی بالمتقی الذی یدعی انہ یتقی اللہ حق تقاتہ
 کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں جو حق ہے اس کے ڈرنے کا
 پس حق صریح کو چھوڑ کر قول ضعیف بلکہ زعمشری محترلی کی قول مردود
 کو اختیار کرنا اور اسی کے مطابق ترجمہ کر کے اسکو متعین کر دینا مضمون
 قوی کو ضعیف اور ضعیف مردود کو قوی کرنا ہے اور یہ مترجم خصوصاً

روزمرہ نہو مگر غیر مفہوم بھی نہو اور اس میں ایک وجہ ترجیح و خوبی متن سے زیادہ چسپان و ملصق ہونیکے زائد بران پائی جاتی ہو تو بیشک وہی افضل ہے ہاں اس میں غیر مفہوم ہونے کی تعقید و سنگی پائی جاتی ہو تو مضائقہ نہیں کہ ان الضرورات بتبیہ المخطورات کیونکہ ضرورت منہج حیرت و مباح کر دیتی ہے۔ والا

بوسہ ہائے لب شیرین کی جسے چاٹ لگی	اور کا مائل نہو سوے شکر و قند مزاج
-----------------------------------	------------------------------------

قولہ ہچڑ ہچڑ۔ ماشیہ آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ۔ سورہ احزاب رکوع - ۲۔

اقول یہ ایک کریمہ غیر مانوس لفظ ہے اسکی جگہ پر تردد مائل فصیح لفظ موجود ہے۔

قولہ مگر وہ لوگ بھی اس گنور دل میں آئے لہ یعنی گنوارون کا دل اور دل کہتے ہیں بڑی جماعت کو جیسے ٹڈی دل ماشیہ آیت و اور حکم ارضہم۔ سورہ احزاب رکوع - ۳۔

اقول ایسی ہی لفظ بھی گنور دل ہے۔

قولہ تارون کو حضرت موسیٰ سے سخت عداوت تھی اس نے حضرت

سے کوگون کو نعمت قرآن عطا فرمائی ہے اوس پر جے مرتے ہیں حالانکہ اور
مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس فضل سے تعدد ازواج ہی مراد ہے جو
اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ و داؤد سلیمان
و ابراہیم و یعقوب وغیرہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مانند عطا فرمایا
تھاپس ۵

تیرے باتین تیرے گھاتین سمجھ کیسکے آتھیں | اسے تو کچھ ہم ہی استغویٰ پر سمجھتے ہیں
قولہ بلغت القلوب الحناجر کلیمہ مومنوں کے آگے تھے ف
قرآن کے لفظوں کا ترجمہ تو یہ ہے کہ دل گلوں تک پہنچ گئے تھے ہمنے اپنی
محاورے کے لحاظ سے لفظوں کو چھوڑ دیا ہے سورہ احزاب کے کوع ۲
اقول یہ آپ یہاں اور سورہ مومن کے ترجمہ میں بھی بہت ہی برکیا
ہے کیونکہ جو قرآن کے لفظوں کا ترجمہ ہے وہ ایسا غیر مفہوم و بھونڈا نہیں
ہے کہ جسکے لئے آپ اسکا لفظی ترجمہ چھوڑ دیں اور آپ کا محاورہ اسکے مقابلہ
میں ایسا مفسر و مشح نہیں ہے کہ خواہ مخواہ مجبور ہو کر آپ اسکی اختیار
کرین بلکہ جیسے اس سے نفس مطلب قرآن مفہوم ہوتا ہے ویسے اس سے
بھی سمجھا جاتا ہے لیکن کوئی جگہ اگر آپ کا روزمرہ ہو گیا ہو اور دوسرا

پس اس منطوق قرآنی و منصوص رحمانی کو چھوڑ کر فارونی قصہ و کہانی
قرآن کی تفسیر لکھنا کیا ضرورت تھا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

جب ٹرین با ہم زبانیں وصل میں ہو گئیں | انا تو ان ہی تو مگر تیری زبانیں زور ہے
سورة السبا نزلت بملکہ الا فقولہ ویری الذین اوتوا العلم الاچہ ثلوثا
وہی اربع و خمسون آیۃ سورہ سبا مکہ میں اتری اور اسکی چون آیتیں ہیں
اقول جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس اسکا پورا یہ
ترجمہ ہے آیت ویری الذین اوتوا العلم کے سوا سورہ سبا مکہ میں نازل
ہوئی اور اسکے بعد سورہ زمر اتری اور اس میں چون آیتیں ہیں۔

قولہ دابة الارض کمن کے کثیرے سورہ سبا رکوع ۲۔

اقول دابة الارض کے معنے ہیں دیک اور کمن کو عربی میں سوس
کہتے ہیں علامہ فتنی مجمع البحار میں لکھتے ہیں دابة الارض الارض صراح
میں لکھا ہے ارضہ کر مک چوب خوار اور علامہ اوحل الدین بکری
نفائس اللغات میں لکھتے ہیں دیک بکبر اول و سکون دوم معروف
و کاف تازی در آخر لغت فارسی بہت در اردوے ہندی مستعمل و آن
کر میت مورچہ مانند کہ چوب عمارت و پشیمہ را و ہر چہ در زمین اوقتہ

موسیٰ کو بدنام کرنے کے لئے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دیکر مادہ کیا کہ حضرت
 موسیٰ کو مہتمم کرے جب لوگ جمع ہوئے تو اس پر حضرت موسیٰ کی پاکدامنی
 اور نیکو کاری کی ہیت ایسی غالب آئی کہ اس نے موسیٰ کو مہتمم کرنے کے
 عوض قارون کا سارا راز فاش کر دیا اس قصے کے طرف اس مقام پر اس
 غرض سے اشارہ کیا گیا کہ لوگوں نے نواح زینب کے بارہ مین آنحضرت کے
 نسبت کچھ گفت و شنید کی ہوگی مسلمانوں کو اس سے روک دیا حاشیہ
 آیت لا تکنوا کا الذین اذوا موسیٰ سورہ احزاب رکوع ۹۔

اقول باوجودیکہ ڈپٹی صاحب کا قرار داد نفس قرآن سے ترجمہ و حاشیہ
 لکھنے کا ہے لیکن با اینہما ایسے مہل قصوں سے تنحی کرتے ہیں کہ جسکو آپ کے
 مستند امام رازی نے مرجع و مخدوش کر کے آپ کے نزدیک جو مستند اور قرن

سے ملحق و چسپان ہے وہ یہ لکھا ہے وبالجملة لا ہذا المذکور فی القرآن
حاصل کلام یہ ہے کہ تجاویز قرآن میں مذکور ہے وہ یہ تھے

کان وهو انہم قالوا لہ اذهب انت وریاک فقاتلا وقلہم لہ نون
 کہ اوں سہون نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ تم جاؤ اور تمہارا خدا اور تمہیں دونوں جا کر لڑو اور قول و حکم ہرگز ایمان نہ لائے
 حق نوبی اللہ صلوٰۃ علیہ وسلم اور قول و حکم ہرگز ایمان نہ لائے
 جب تک خدا کو کہہ سلا نہ دیکھ لیتے اور قول و حکم ایک کھانے پر جمع نہیں کر سکتے وغیرہ پس خداوند تعالیٰ نے مومن کو
 طلب الرسول الى القتال لا تقولوا اذهب انت وریاک فقاتلا ولا تقاتلوا
 فرمایا کہ تم لوگ ویسے مت ہو کہ جب تمکو رسول لڑنے کیلئے بلاوین تو تم لوگ یہ مت کہو کہ تم اور تمہارے خدا کا لڑنا ہمارے
 مام یوذنکم فیہ واذ امرکم الرسول بشئ فانوا منہ ما استطعتم
 اور جب تمکو حکم دیا جائے تو تمکو نہ چھوڑو اور جب تمکو رسول کچھ حکم کریں تو جہاں تک ہو سکے اسکو بجالاؤ۔

قولہ ومزقناہم کل ممزق اور مہنے اونکی دھجیان بکھیر دین سورہ

سبا۔ رکوع۔ ۲۔

اقول اول تو بکھیرنا بمعنی منتشر کرنا و چتر ادینا ہندوستان کے
ہر قطر میں عموماً مشہور نہیں اور دوسرے دھجیان بکھیرنا عموماً مخالف محاورہ
ہے دھجیان اوڑانا البتہ محاورہ ہے ناسخے ۵

جب کیا دامن محشر کی ڈرنگے دھجیاں

دشت شرب میں کیر ناوہ کپے چپے چپے

قولہ سورة الفاطر نزلت بمكة ثم مریم وھی خمس اوست وارجو

ایہ سورہ فاطر کے میں اتری اور سکی پیتا لیس یا چھیا لیس آیتیں ہیں

اقول اسمین جملہ ثوریم کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ مریم

نازل ہوئی۔

قولہ سورة یس نزلت بمكة الا قوله اذا قیل لهم انفقوا لایة

او نزلت بالمدینة ثور الفرقان وھی ثلاث وثمانون آیة۔

سورہ یس کے میں اتری اور سکی ترا سنی آیتیں ہیں۔

اقول جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا یہ ترجمہ

بخورد و عبری انرا ارض بفتح ہمزہ و سکون را مہملہ و فتح ضا و مہملہ و تا و آخر
گویند اور لغت گھن میں لکھتے ہیں بضم اول مخلوط التلفظ بہا و سکون نو
کر کے باشد کہ در گندم و دیگر غلہا اوفتد عبری انرا سوس بضم سین مہملہ و
سکون واو و سین مہملہ در آخر گویند انتہی پس افسوس ہے کہ ڈپٹی صاحب
دیک اور گھن میں بھی تمیز نہیں کرتے اور گھن کے ساتھ سب کو ایک ہی
جانتے ہیں پیسے ڈالتے ہیں

آہستہ خرام بلکہ مخرام	زیر قدمت ہزار جانت
-----------------------	--------------------

قولہ اور اس نے تمام علاقہ کا ناس مار دیا حاشیہ آیت سبیل العرا
سورہ سبار کو ع- ۲-

اقول یہ تفسیری عبارت عموماً غیر مفہوم ہے کیونکہ ناس مارنا مشہور
نہیں ہاں ناس کرنا یا ستیا ناس کرنا اور ہونا البتہ مروج ہے لیکن
وہ بھی خاص عورتوں کا محاورہ ہے خواہ **محمل شرف علی** مصطلحات
اردو میں کہتے ہیں ستیا ناس تباہ و خراب ہونا یہ عورتوں کا محاورہ
ہے۔ فلق

ستیا ناس جاے ان سب کا	ذات سے جنگے او شغلہ یہ اوٹھا
-----------------------	------------------------------

میٹ دینے کے ہیں سورہ یس رکوع ۴۰

۱ قول ڈپٹی صاحب نے سورہ یونس اور سورہ قمر میں بھی اسکا یہی ترجمہ لکھا ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ گوہر وارد و کا محاورہ یہی لیکن اسکا موقع تھا گھر و باغ وغیرہ کو تباہ و برباد کرنا ہے نہ کہ آنکھ پھوڑنا صبا شاعر کہتا ہے ۵

آتی ہے باذخران	ایسی جبار و پھیری	جای گل تیا چمن میں	باغبان کھٹانہ
----------------	-------------------	--------------------	---------------

پس اسکا صاف با محاورہ ترجمہ تھا۔ اگر چاہیں تو انکی آنکھیں پھوڑ دیں یا چوٹ کر دیں۔

قوله سورة الصافات فزلت بمكة ثولقان وحمالة واثنتان و

ثمانون آية سورة صافات کے میں اتری اور سکی ایک سو باسی تین میں

۱ قول ہاسمین ثولقان کا ترجمہ نہیں دے لیجئے اسکے بعد سورہ لقمان نازل ہوئی

قوله وفدیناہ بذبح عظیم اور سنے بڑی قربانی کو اسمعیل کا فدیہ دیا

ف امفسرین نے تو بڑی قربانی سے وہ موٹا تازہ دنبہ مراد لیا ہے جو اسمعیل

علیہ السلام کے بدلے میں خدا نے جنت سے فرج ہونیکے لئے بھیجا تھا اور ہمارا

ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ شاید بڑی قربانی سے بقر عید کی قربانی مراد ہو کہ

یہی سنت ابراہیمی ہے والعلم عند اللہ ماشیہ آیت وفدیناہ بذبح عظیم

ہے سورہ یس مکہ میں اتری مگر قول اوسکا اذ اقبل لہم انفقوا آخر
آیت تک مکہ میں نہ نازل ہوا یا یہ سورہ مدینہ میں اتری اور اسکے بعد
سورہ فرقان نازل ہوئی الخ

قوله انا انزلنا القرآن علی صراط مستقیم ای محمد کچھ شک نہیں کہ
منجملہ اور پیغمبروں کے تم بھی پیغمبر ہو (اور دین کے) سید راستے پر ہو۔
۲ قول دین کی قید محض ہیوقع بلکہ خلاف ادب کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم دین و دنیا دونوں کے سید سے راستے پر تھے۔ ۵
اور دھرم اللہ سے واصل ایدھر مخلوق سے شامل

خواص اوس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدوکا

قبای دو عالم بہم دو تختند	وزان ہر دو یک زیور افروختند
---------------------------	-----------------------------

قوله فہو مفتحون الل کر رکئے سورہ یس رکوع ۱۔

۱ قول سورہ ابراہیم کی آیت مقنی دوسہم کے ترجمہ کے صلاح میں
اسکی تحقیق دیکھو۔

قوله ولو نشاء لطمسنا علی اعینہم اور ہم چاہیں تو انکی انکھوں
پر جھاڑ و پیر دین ف ا جھاڑ و پیر ناردو کا محاورہ ہے جسکے معنی

اولا یہ لفظ نہایت ہی کرہیہ و مکروہ ہے ثانیاً جب لپاٹیا لکھا تو جھوٹا
 لکھنا کچھ ضرور نہ تھا کیونکہ لپاٹیا کسیکے بسیار دروغ گوید بعربی آنرا کذاب
 بہ تشدید ذال معجمہ و افاک بفتح ہمزہ و فامشدرہ و بالالف و کاف در آخر
 گویند و بفارسی بسیار دروغ گو کہذانی النفایس۔

قولہ حب الخیر مال کی محبت سورہ ص رکوع ۳۔

۲ قول اس مقام پر خیر سے خیل یعنی گھوڑے مراد ہیں چنانچہ تفسیر کبیر
 میں لکھا ہے والمعنی انی الزمت حب الخیل پس مترجم کو چاہتا تھا کہ
 ایسا شہوار مطلب خیر ترجمہ کرتا جس سے عام خیر و مال سے اس خاص خیر
 یعنی گھوڑوں کا بھی پتہ لگ جاتا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے
 ہیں۔ ہر آئینہ دوست و دشمن این سپاہ را از قبیل رغبت مال نشی۔

قولہ رادو ما علی فطرق مسحا بالسوق والا حننا ق گھوڑوں کو میرے
 پاس لوٹا لاؤ اور آپ مارے غصے کے لگے تلوار سے سب گھوڑوں کے
 پنڈلیوں اور گردنوں کا صفا یا کرنے یہ آیت لفظاً و معناً قرآن کے مشکل
 آیتوں میں سے ہے مفسرین نے اس کے معنوں میں بہت اختلاف کیا ہے اور
 لغت اور نحو کے اعتبار سے بھی اس میں بڑی بحث ہے ہم نے جو معنی اختیار

سورہ والصفات رکوع - ۳

اقول مسلمانوں کے ہر فرقوں کے امر اتفاقی کے خلاف پر اپنے انتقال دہی کا وہ بھی بلفظ شاید ایسا حاشیہ چڑھانا جس سے اعجاز و کرامت کے صفت خاص بالکل فوت ہو جاتی ہے اور یہ امر خاص ایک عام معمولی رسم کے ضمن میں شامل ہو جانا ہے خاص کو عام کرنا اور اسکی صفات مختصہ لازمہ متفقہ کو زائل کر دینا یہ تفسیر القرآن برایہ نہیں ہے تو اور کیا ہے نفوذ باللہ منہ

قوله وارسلاہ المصاہ الف اور او نکود اچھا بچھا کر کے (لاکھ آدمی کے طرف پیغمبر بنا کر بھیجا سورہ والصفات رکوع ۵

اقول اس میں اچھا بچھا تفسیری جملہ زائد و عموماً غیر مفہوم و غیر فصیح بھی ہے **قوله** سورۃ ص نزلت بمکہ ثم الاحراف وھی ثمان وثمانون آیۃ سورہ ص کے میں اتری اور اسکی اسی آیتیں ہیں۔

اقول اس میں ثمان وثمانون کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے بعد سورہ ہوائ نازل ہوئی۔

قوله ہذا ساحر کذاب یہ جادوگر جھوٹا اپنا یہ سورہ ص رکوع ۱ **اقول** اپنا یہ کالفظ ڈپٹی صاحب نے سورہ مومن میں بھی لکھا ہے پس

اس ترجمہ میں بزرگ خود بالکل مدد لیا ہے اسی میں لکھا ہے *من التفسیر المطالع*
 بکے شیک مطالع واقع

الحق لا لفاظ القرآن والصواب ان نقول ان رباط الخيل كان مندوبا
تفسير واسطى الفاظ القرآن کے یہ کہ ہم کہیں کہ گھوڑا بان اوج کے دین میں دینی یا منتخب تھا امید کہ محمد صلی اللہ علیہ
الیہ فی دینہ کما انہ کذاک فی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میلان
وسلکے دین میں نہیں بلکہ میلان علیہ السلام جہاد کے محتاج ہوئے

وہ اس میں سہل گیر ہیں کہ اسلام پر دے علی ہوئے
 علیہ السلام احتجاج الی القرو مجلس و امر باحضار الخیل و امر باجر امہا
 بیٹے کو کہو و کہ انکا حکم کیا اور انکو دھڑلے کو فرمایا اور کہا کہ میں اسکو دنیا

وذكر اني لا احبها لاجل الدنيا ونصيب النفس وانما احبها لامر الله و
 اور نفس کے لئے نہیں دوست رکھتا سو اسکے نہیں زمین اسی خدا کے امر اور اسکے دین کے مضبوطی کے لئے دوست
 طلب تقویۃ دینہ و هو الامر من قوله عن ذکر ربی ثوابہ علیہ السلام
 رکھتا ہوں اور عن ذکر ربی سے یہی مراد ہے پھر اخذت علیہ السلام نے اونکے دو ارٹے اور پھرنے کے لئے فرمایا یہ ان تک
 امر باعدائہما ونسیرہما حتی تواریت بالحباب ای غایت عن بصیرۃ
 کہ آفتاب اور بکے نظریے صحیح تھیا۔

تھرا امر الرخصين بان يردوا تلك الخيل اليه فلما عادت اليه طفق
تب دوائر وانى والون كوتكم كما ك انون كوترون كواونى پاس نو ملاون بوجوب وه سب اونى پاس بچر الياى نو ووه
عيسى سوقرا و اعناقها والغرض من ذلك المبيح اموس -

نزول کے نزدیک اور گردن چھیننے کے اور اس بیچونے سے اون کے چند و من سے
الاول تشریف الہا و ابانۃ لعزتها لکونہا من اعظم الاعوان فی
 پہلے گھوڑوں کی شرافت اور اویسی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس سے کہ گھوڑے دشمنوں کے ذریعہ کہنے میں پہلے
 دفع العدو

والثانی کہ اگر اراد ان بظہرانہ فرضیط السیاسة و الملای یتضع
 دو سرے یہ کہ یہ اظہار ہو جائے کہ آپ ملک اور ملک داری کے بہت سے کام خود بنفس نفیس کیا کرتے ہیں
 الی حیث مباشر التزاکمور بنفسه

والتالث انه كان اعلم باحوال الخيل وامراضها وعيوبها وادوات
اور تيرسيد که آپ گھوڑوں کے احوال اور اظہار مزین اور عیوب کو جانتے تھے پس یاد نما امتحان کرتے تھے اور دوسرے
یمتحنان و عیسے سو قہار و اعناقھا حتی بعد اهل فیہا یایدل علی المرض
پندرہویں اور گردنوں کو جمع کرتے تھے تاکہ جان لین کہ اس میں کوئی بیماری کی علامت تو نہیں ہے پس یہ بیماری مذکورہ

کئے ہیں اکثر لوگ ان ہی کے طرف گئے ہیں ورنہ ہمارا ذہن تو اس طرف بھی منتقل ہوا تھا کہ شاید یہ معنی ہوں کہ حضرت سلیمان کے روبرو گھوڑے پیش ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں انکو اپنے پروردگار کے خیال سے عزیز رکھتا ہوں کہ یہ جہاد میں کام آویں گے اور میں غروب آفتاب تک انکے ریکھنے میں مشغول رہا ایک بار پھر انکو میرے پاس لوٹا لاؤ اور پھر دوبارہ انہوں نے گھوڑوں کو چمکارا اور پیار کیا اور تھپکا الخ حاشیہ آیت ردو الخ سورہ ص رکوع ۳۔

۲ قول اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈپٹی صاحب نے اپنے اس ترجمہ و تفسیر کو بغور دقیق و نظر عمیق نہیں لکھا ہے بلکہ سرسری طور پر جسکو آپ نے عام پسند و خاص طور کا مضمون و ترجمہ سمجھا ہے اوسکو لکھ دینا اپنا فرض تو نہ سمجھ لیا ہے۔

اور دوسرے اپنی تعلی خصوصاً اپنے الہام یا علم لدنی پر اس قدر نازان ہیں کہ بار بار سکوان لفظوں سے ادا کرتے ہیں کہ ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہو مالا کہ جسکو ڈپٹی صاحب اپنا الہامی یا حدسی یا انتہائی علم خیال کرتے ہیں وہ سب کتابوں میں مندرج ہے چنانچہ تفسیر کبیر جس سے آپ نے اپنے

نصیحتوں پر کان نہیں دھرتا تو جاکالا مونہ نہ کر یعنی جو تیراجی چاہے کرے

تم ہنسی ملکر نہ غرہ سے کالامونہ نہ کرو اور نہیں گرامنتے تو جاکالا مونہ نہ کرو

اور مرجبا کا موضع استعمال یہ ہے کہ جب کوئی معزز آدمی کسی کے پاس

آتا ہے تو اسکے خوش آمد کے لئے کہا جاتا ہے مرجبا۔ خیر مقدم یعنی

زمین کشادہ باد خوش آمدی۔ آؤ بھگت کلکتہ میں اس موقع پر وکلم

انگریزی لفظ استعل ہے پس لا مرجبا اسکا عکس ہے یعنی تمہاری آؤ بھگت

نہوگی۔ تمہارے لئے نعرہ خیر مقدم۔ خوش آمدی نہیں۔ پس نہیں غلط

میں سے اگر آپ کوئی لفظ لکھے ہوتے تو قرآن کے الفاظ سے بھی دور نہ پڑتے

اور محاورہ کے مطابق ترجمہ بھی مطلب خیر ہوتا لیکن آپ تو ایسی چال چلتے

ہیں کہ قرآن کا ساتھ چھوٹ جاتا ہے اور مطلب بھی نہیں حاصل ہوتا پس

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صم

نہ ایدھر کے ہوئے نہ اودھر کے ہوئے

قولہ سورة الزمر نزلت بکلمۃ الاقوالہ قل یعبادی الذین اسرفوا

الایۃ نثر المومن وحی خمس و سبعون آیۃ سورہ زمر کے میں اتری اور

اسکی تختہ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ

فہذا التفسیر الذی ذکرناہ ینطبق علیہ لفظ القرآن انطباقاً مطابقاً

موافقاً ولا یلزمنا نسۃ شئی من تلك المنکرات والمحدورات انتہی
تفسیر الفاظ قرآن کے بالکل مطابق و موافق ہے اور اس میں کچھ کوئی وہ خرابیاں و اوجڑاؤں نہ گزر رہیں کہ غور میں لازم نہیں آتے
پس تدریساً اس کو اپنے انتقالات و رہی کے طرف مٹو کر لیجیوں از جمیع
ما لم یفعلوا اور من لم یتشیع بما لم یعط کلاہیں تو بی زور و کامد
اونکی تفریت ہو جو بھامیں چیزوں پر اسودہ ہو گا وہ فریب والا ہے
ہونا ہے کما لایحی۔

قولہ لا ھرجبا ہم انکا کالامونہ ۲ لام حبا کے معنی کالامونہ
کر کے ہم اصل قرآن کے الفاظ سے دور جا پڑے ہیں مگر جو مقصود عربی
میں لا ھرجبا سے وہی مقصود اردو میں کالامونہ سے ہے کالامونہ سے
اصلی معنی مراد نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد ہوتی ہے دور ہو دفع ہو
پر سے ہٹ یہاں کوئی تیرا روادار نہیں اور یہی مطلب لا ھرجبا کا ہے
سورہ ص رکوع ۴

اقول سورہ ملک میں فسحقا کا ترجمہ بھی آپ نے کالامونہ کیا ہے حالانکہ
اسکا استعمال اس مقام پر ہوا کرتا ہے کہ جب کسی کو کوئی امر کر نیکیو کہا
جاتے اور اس کے انجام کے لئے بار بار تاکید کئے جائے اور وہ اس کے خلاف
ہی کئے جائے تب کہا کرتے ہیں کہ اگر تو میرے حکم کو نہ ماننا اور میری

تو برای وصل کردن آمدی

نہ برای فصل کردن آمدی

قوله واذا ذکر الله وحده اشمازت قلوب الذين لا يؤمنون
بالآخرة اور جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت کا یقین
رکھتے انکے دل بھیجنے لگتے ہیں سورہ زمر رکوع - ۵ -

اقول ڈپٹی صاحب نے آٹھویں پارہ میں ضیقاً حرجاً کا ترجمہ بھیجا
ہوا کیا ہے اور بیان اشمازت کا ترجمہ بھی بھیجا ہوا کرتے ہیں پس جیسے
میں نے وہاں لکھا ہے ویسی ہی بیان بھی لکھتا ہوں کہ یہ لفظ مکروہ وغیرہ مانوس
ہے اس لئے اسکا عام فہم مطلب خیر یہ ترجمہ ہے کہ انکا دل رک جاتا ہے
اور یہ مومنہ بنا لیتے ہیں لان الاشمازت از ان يعظم غمده وغضبہ
کیونکہ اشمازت کے معنی یہ ہے کہ غم و غصہ بڑھ جائے پس بزورِ خاطر قلب
فقبض الروح الى داخل القلب فيبقى في اديم الوجه انرا الغبر والظلمة
کے طرف منقبض ہو جائے اور اسکا اثر اور اسکی تاریکی چہرہ میں باقی رہ جائے
الأرضية هكذا في التفسير الكبير۔

قوله سورة المومن نزلت بمكة الا قوله الذين يجادلون الاهليتين

تو حم السجدة وہی خمس وثمانون آية سورہ مومن کے میں اتری
اور اسکی پچاسی آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس

ہیہ ہے قل یعبادی الذین اُسر فوا آخر آیت تک کے سو سورہ زمر مکہ میں
 نازل ہوئی اور اسکے بعد سورہ مومن نازل ہوئی اور اسمین پچہتر آیتیں ہیں
 قوله لهم من فوقهم ظلم من النار ومن تحتهم ظلم انکے اوپر سے آگ
 ہی کا اور مٹھنا ہوگا اور ان کے نیچے آگ ہی کا۔ پھوناف ۳ محاورے کے
 لحاظ سے ہم لفظون سے آگ ہو گئے ہیں ورنہ لفظی ترجمہ تو یہ تھا کہ انکا اوپر
 آگ کے سا بہان ہو گئے اور انکے نیچے بھی اسی طرح کے سا بہان دوسرے
 مقام پر یہی مطلب ان لفظون میں آیا ہے لهم من جہنم مہاد ومن فوقهم
 غواش اور وہ اس محاورے سے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے بہت ہی
 چسپان ہے سورہ زمر رکوع ۲۔

اقول یہاں پر چونکہ مہاد و غواش کا لفظ موجود ہے اسلئے وہاں اور مٹھنا
 پھمونا درست ہے لیکن یہاں تو یہ لفظ نہیں ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ جو
 اس آیت کا ترجمہ لفظی ہے اوس سے نفس مفہوم قرآنی کہ آگ اوںکو چاروں طرف
 سے گھیری ہوئی ہے بدون اختلال و تعقید کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں
 اگر ہوتا ہے تو اس مناسبت لفظی کو چھوڑ کر فقط اپنا محاورہ درست رکھنے
 کے لئے خواہ مخواہ لفظون سے آگ ہونا کیا ضرور ہے۔

۵ اخذ ہیت) معمولی کو چھوڑ کر غیر معمولی پر کیوں دوڑیں

ہم نکالینگے سن ای موج ہو ابل تیرے | او کے زلفون کے اگر بال پریشان ہو گئے

قوله ولقد زينا السماء الدنيا بمصابيح اور ورے آسمان کو ہم نے

ستاروں کی قندیلوں سے سجایا سورہ فصلت رکوع ۲۔

۲ قول یہ لفظ سورہ ملک میں بھی اپنے استعمال کیا ہے لیکن ورے اور پرے

گو حضرات دہلی کا عام محاورہ و روزمرہ ہے مگر ایدہر پورب وغیرہ اور اطراف

کے لوگ خصوصاً عورت و بچے جنکے تعلیم کے لئے خاص کر یہ ترجمہ مرتب

کیا گیا ہے اسکو نہیں سمجھتے اونکے لئے اس ترجمہ کا ترجمہ کرنا ہوتا ہے اور

پھر دنیا کا لفظ ایسا عام فہم ہو رہا ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اسکو فوراً بلا تردد

بجھ کر تلفظ سمجھ جاتے ہیں پس ایسے مشہور لفظ کو کسی خاص شہر یا ملک کے محاورے

کے پنجہ و شکنجہ میں کس دنیا کی ضرورت تھاجانچہ اسی خیال سے مولانا رفیع الدین

علیہ الرحمہ نے اسکا ترجمہ آسمان دنیا ہی کیا ہے اور مولانا شاہ ولی اللہ

صاحب نے بھی یہی لکھا ہے۔

نہ تنہا من درین میخانہ ستم | جنید و شبلی و عطار شہرست

قوله سورة الشورى نزلت بملکة الاقل لا اساکم الامیات الاربع

ترجمہ یہ ہے الذین یجادلون دوا آیکے سو سورہ مومن مکہ میں نازل ہوئی اسکے بعد سورہ حم سجدہ اتری اور اسکی پچاسویں آیتیں ہیں۔
 قوله فی الحیم بہتے پانی میں سورہ مومن رکوع - ۸ -
 اقول بہتے پانی مشہور و مروج نہیں ہے کھوتا پانی البتہ ہر ملک کے لوگ سمجھتے ہیں۔

قوله سورة حم السجدة نزلت بکلمة ثم الشوری وھی اربع وخمسون آية سورہ حم سجدہ کے میں اتری اور اسکی چوں آیتیں ہیں۔
 اقول اسمین ثم الشوری کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ شوری نازل ہوئی۔

قوله وھی دخان کھر۔ سورہ فصلت رکوع - ۲ -
 اقول کھر نہیں کھر جیسا کہ نفاس اللغات میں لکھا ہے او۔ یہ صریحاً
 میں اوسکو کھینسا کہتے ہیں بہر صورت جیسے یہ روزمرہ کی چیز نہیں ہے بلکہ
 احیاناً کبھی کبھی جاڑوں میں ظاہر ہوا کرتا ہے ویسی ہی یہ لفظ بھی روزمرہ
 کا نہیں ہے اسلئے دخان کا ترجمہ دھواں بھبتے، واضح و معمولی روزمرہ
 کا لفظ ہے پھر قبول آپ کے۔ (دیکھو سورہ انفال حاشیہ آیت و ما میت)

تاویلات و ترجیحات کے پھیر میں نہ پڑتے بلکہ اس تحشی کی رحمت ہی نہ اوٹھا
پڑتی۔ افسوس

جو ہمیر گذرتی ہے کہیں اونسو ظفر ہم | ہو جا کے کسی دن جو ملاقات کا موقع

قوله سورة الزخرف نزلت بملک قیل آلا واسال من ادسلنا ثم الذخا
وحی تسع وثمانون آية سورة زخرف کے میں اتری اور سکی نو اسی
آیتیں ہیں۔

۲ قول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اس کا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
ترجمہ یہ ہے۔ بعض نے کہا کہ واسل من ادسلنا کے سوا سورہ زخرف
مکہ میں نازل ہوئی اور اسکے بعد سورہ دخان نازل ہوئی اور سکی نو اسی
آیتیں ہیں۔

قوله وقيله يارب همكورسول کے يارب يارب کہنے کی قسم سورہ
زخرف رکوع۔ ۷۔

۱ قول اس جملہ کے عطوف و معطوف و جملہ قسمیہ قرار دینے میں بہت گفتگو ہے
طوالت کے سبب میںے اوں سب کو نقل نہیں کیا جس کو شوق ہو تفسیر کو وغیرہ
میں ملاحظہ کرے۔

ثُمَّ الْخَرْفُ وَحِثْلُثُ وَخَمْسُونَ آيَةً سُورَةُ شُورَى مَكِّينَ اَتْرَى اُو
اسكى ترين آيتين هيں۔

۱ قول اسمين جتنى عبارت پر خط ہے اوسکا ترجمہ نہيں ہے پس پورا
يہ ترجمہ ہے قل لا اسالكُم چار آيتوں كے سوا سورہ شوریٰ مكہ ميں اترى
اور اكے بعد سورہ زخرف نازل ہوئى الخ

قوله ما عليهم من سبيل ان پر كوئى الزام نہيں ف اسبيل كے معنے
تورستے كے ہيں جبكامرادف ہے ہمارے ہاں صورت طريق اور اسكامعنا
ہے محذوف مثلاً الزام كى كوئى صورت مواخذے كى كوئى صورت باز پرس
كى كوئى صورت اور اصل ميں مراد ہے مضاف اليہ اسلئے سمجھنا الزام كو مراد
سمجھكر مضاف اليہ كا قاع مقام كر ليا ہے سورہ شورىٰ ركوع ۵

۲ قول يہ سب تو آپ كے كيا ليكن مولانا عبد القادر رح نے جو ايك نہايت
ہى خوبصورت و واضح محاورہ كا لفظ اَلْكَفَا لَكها تھا اوسكو ديده و دانستہ
آپ كے كيون چھوڑ ديا۔

نكبت ۵

كيا كہيں كچھ كہ وہ كہتے ہيں كہنا كہو	بوسہ ديتے نہيں ديتے ہيں الہنا كہو
--------------------------------------	-----------------------------------

كاش اگر آپ اسكو تحرير فرمائے ہوتے تو ترجمہ با محاورہ ہوتا اور آپ ان

اتری اور سکی پیشین آیتیں ہیں۔

اقول اسمین بھی جتنی عبارت پر مجھے خط کہنی پڑیا ہے اور سکا ترجمہ نہیں ہے
پس پورا ترجمہ یہ ہے سورہ احقاف مکہ میں اتری مگر قل اذیتم ان کان
من عند اللہ۔ یا فاصبر کما صبر آخر آیت تک۔ یا وصینا الانسان
تین آیتیں مکہ میں نہیں نازل ہوئیں اور اسکے بعد سورہ الذاریات
نازل ہوئی۔

قوله سورة محمد صلی اللہ علیہ وسلم نزلت بالمدینۃ الاو کا بن
من قریہ الایۃ او نزلت بکلمۃ ثم الرعد وھی ثمان وثلاثون آیه
سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اتری یا مکہ میں اور سکی رتیں
آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جن جن عبارتوں پر خط ہے اور سکا ترجمہ نہیں ہے۔
پس پورا ترجمہ یہ ہے وکاین من قریہ آخر آیت تک کے سوا سورہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نازل ہوئی یا مکہ میں اتری اور اسکے بعد
سورہ رعد نازل ہوئی الخ

قوله یا کلون کما تاكل الاغنام جسطح چار پائے کھاتے پتے ہیں

قوله سورة الدخان نزلت بمكة الا قوله انا كاشفوا العذاب

ثم الجاثية وهي ست اوسبع اوتسع وخمسون آية سورة دخان
کے میں اتری اور سکی چھپن یا ساؤن یا انسہہ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ
یہ ہے سورہ دخان مکہ میں اتری مگر قول او سکا انا کاشفوا العذاب
مکہ میں نہیں اتر ا اور اسکے بعد سورہ جاثیہ نازل ہوئی الخ

قوله سورة الجاثية نزلت بمكة الا قل للذين امنوا ويغفروا

ثم الاحقاف وهي تسع وثلاثون آية سورة جاثية کے میں اتری اور
اسکی سینتیس آیتیں ہیں۔

اقول اسمین بھی جتنی عبارت پر نشان ہے او سکا ترجمہ نہیں ہے
پس پورا ترجمہ یہ ہے قل للذين امنوا ويغفروا کے سوا سورہ جاثیہ
مکہ میں نازل ہوئی اور اسکے بعد سورہ احقاف اتری۔

قوله سورة الاحقاف نزلت بمكة الا قل ارايتم ان كان من عند الله

او الا فاصبروا كما صبر الایہ او الا ووصينا الانسان الثلاث
آیات ثم الذاریات وهي خمس وثلاثون آية سورة احقاف کے میں

کے لوگ نہیں سمجھتے پس خواہ مخواہ اگر آپ کو درخت کا نام لکھنا ہی تھا تو براٹ
میں رہبول کہتے تاکہ ہر جگہ کے لوگ سمجھ جائے۔
قولہ تو صلح ہنڈیوگی ہوتی حاشیہ آیت فتصیبکم منہم معرۃ سورہ فتح

رکوع۔ ۳

۲ قول بعض جگہ کے نیٹ گنوار لوگ ہندوؤں سے سنکر البتہ ہر شے دیکھ کر
بوتے ہیں لیکن عموماً مسلمانوں کا یہ محاورہ نہیں ہے لہٰذا اسکے بدلے اگر
خراب دے رونق و گہڑنا وغیرہ لکھا جاتا تو ضرور ترجمہ فصیح و عموماً عام فہم
ہوتا والا۔

۵

ای ظفر سنتے ہی اس تیری غزل کو وائند | پڑ گئے اب دل ہر اک بشر پر دھبے

قولہ ع۔ رسول اللہ محمد خدا کیجئے ہوئے پیغمبر ہیں سورہ فتح رکوع ۴
۲ قول گو باعتبار اصل لغت کے رسول و پیغمبر بمعنی مطلق قاصد ہے لیکن
عرف و محاورہ میں رسول و پیغمبر اسی بزرگ کو کہتے ہیں جو خدا کا فرستادہ
و بھیجا ہوا ہو پس معلوم نہیں کہ یہاں ڈپٹی صاحب نے محاورہ سے کیوں اعراض
فرمایا اور ترجمہ کے پیچھے اور ترجمہ بھی کیا تو ایسا کہ حسین خدا کی بھیجے
ہوئے کے ساتھ پیغمبر کا لفظ یا پیغمبر کے ساتھ جملہ۔ خدا کی بھیجے ہوئے۔

یہ بھی (انا پ شناپ) کھاتے پیتے ہیں سورہ محمد رکوع ۲۔

اقول قرآن شریف میں پینے کا لفظ نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ یہ بطور تفسیر کے متطرد الکھا گیا ہے۔ تو کہا جائیگا کہ مطابق اسکے بحسب قرار داد و معمول ڈنپی صاحب کے اسکو براکٹ میں ہونا چاہیے والا یہ منجملہ انا پ شناپ ہے و بس۔

قوله الشیطان سول لہم شیطان نے انکو بتے دیئے۔ سورہ محمد رکوع ۳۔

اقول تبادینا گودہلی و اطراف دہلی کا محاورہ ہو لیکن اور اطراف کے لوگ نہیں سمجھتے اسلئے اسکا واضح عام فہم ترجمہ ہے۔ شیطان نے انکو فریب دیا۔

قوله سورة الفتح نزلت بالمدينة ثم المائدة و هو تسع وعشرون **اقول** اس میں ثم المائدة کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ مائدہ نازل ہوئی۔

قوله تحت الشجرة کیلئے درخت کے تلے سورہ فتح رکوع ۲۔ **اقول** قرآن میں کسی درخت کا نام نہیں ہے اور پھر کیلئے ہر اطراف

ہی محنتی بھی ہیں تو خود اسکی احکامات میں جو نال کا لفظ ہے اسکی حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں بانس کی پکھن سی ہوتی ہے اوسمیں جانوروں کو دوا دیکھتی ہے۔

پس قرآن کا ترجمہ ایسے مبہم و مجمل لفظ میں لکھنا کب مناسب تھا اس حال میں ضرورت تھی کہ یا تو آپ کوئی واضح عام فہم لفظ کہتے جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے جڑ تحریر فرمایا ہے اور اگر انہی ہی بولی و محاورہ برقرار رہنے کے لئے یہی لکھنا ضرورت تھا تو جیسے منتخب الحکایا کے حاشیہ میں اسکی توضیح کر دی گئی ہے ویسی ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں یا برکت ہی میں اسکی تشریح کر دی جاتی والا

جز انک بلبل نہیں گل شاخسار پر	کیا اوسن پڑ گئی ہے چمن میں بہار
-------------------------------	---------------------------------

قوله سورة الحجرات نزلت بالمدنية ثم التحريم وهو ثمان عشرة آية
سورة حجرات مدینے میں اتری اور اسکی اٹھارہ آیتیں ہیں۔

اقول اس میں ثمان التحريم کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے بعد سورہ تحریم نازل ہوئی۔

قوله ان جاءكم فاسق بنباء اگر کوئی بد ذات تمہارے پاس کوئی

ضرور زاید ہے۔ پس اولاً اسکا ترجمہ ہی کرنا کیا ضرور تھا یہی کافی تھا کہ محمد
 اللہ کے رسول ہیں۔ یا محمد رسول اللہ ہیں۔ یا محمد اسد کار رسول ہے۔ جیسا کہ
 مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا رفیع الدین صاحب نے لکھا ہے
 کیونکہ سول کا لفظ باعتبار عرف و محاورہ کے ایسا عام فہم ہے کہ کسی مسلمان کو
 کسی طرح اس میں شک و شبہ نہیں اور اگر ترجمہ ہی کرنا تھا تو فقط ایک کافی تھا
 یا تو خدا کے بھیجے ہوئے لکھتے یا پیغمبر ہی تحریر فرماتے ورنہ ایک ضرور زاید
 * اور دونوں خلاف محاورہ ہے *

چشم کے ونبال سے کہتے ہیں مگر کان ونبال | قتل عاشق پر ہیں ہم دم دونوں کٹر شہسخت
 قولہ فاسنوی علم سوفہ کہنتی اپنے نال پر سیدھی کھڑی ہوگی سورہ
 فتح رکوع ۴۔

۲ قول نال کو بعض لوگ وہ گول پتھر سمجھتے ہیں جسکو وزرش کرنے والے
 اکھاڑ و نین رکھتے ہیں اور بعض نال کو بچوں کی ناف جسکو ہمارے دیار
 میں ناکہتے ہیں خیال کرتے ہیں

نال گڑا ہی کہیں اور لاش گڑتی ہی کہیں | جوز چہ خانہ ہے وہ اک روز ماتم خانہ ہے
 اور بعضے بالسن کا چونکا سمجھتے ہیں چنانچہ منتخب الحکایت کے اگر ڈپٹی صاحب

یوں کہو کہ میں اس پر پیر ڈال رہے چنانچہ مولانا فریخ الدین صاحب
نے بھی ڈالنا ہی لکھا ہے۔

قوله يوم تشقق الارض عنهم سراعا جس دن (مٹی) مردوں -

(کے لاشوں پر) سے (ہٹ کر) زمین پھٹ جائیگے سورہ ق - رکوع ۳

اقول اگرچہ ڈیڑھی صاحب اپنے محاورہ کے بڑے ہی شیفٹہ و دلدادہ ہیں

لیکن یہاں آپ اسکی کچھ پروا نکلی یا کچھ ہو ہی نہ سکا کہ ایسا بھدا و بھونڈا

ترجمہ کیا کہ جس سے ناچھی طرح مطلب ہی کھلتا ہے اور نہ محاورہ ہی ادا

ہوتا ہے اور نہ ترکیب میں فعل فاعل مفعول کا پتا لگتا ہے امام رازی

تفسیر کبیر میں اس جملہ کی یہ ترکیب بتلاتے ہیں العامل فیہ هو ما فی

قوله يوم الخروج من فعل ایخیر چون يوم تشقق الارض عنهم

سراعا وقوله سراعا حال للخارجین لان قوله تعا عنهم یفید کونهم

مفعولین بالتشقق عند الخروج من القبر كما يقال کشف عنه فهو

مکشوف عنه فیصیر سراعا هيئة المفعول کانه قال مسرعین والسرعة

جمع سریع کا الکرام جمع کریو انتھی پس بنا برز اسکا باقاعدہ مطلب خیر

یہ ترجمہ ہے کہ جسدن زمین انکے نکلنے کے لئے پھٹ جائیگی اور یہ فوراً

خبر لاوے سورہ حجرات رکوع - ۱۔

۲ قول بذات کی جگہ اگر بدکاریا بد معاش ہوتا تو لفظ سے چسپان اور باعتبار مفہوم و محاورہ کے واضح ہوتا۔

قوله سورة ق نزلت بمكة الا ولقد خلقنا السموات الالهية فبالمنتهى
ثم البلد خمس واربعون آية سورة ق کے میں اتری اور اسکی
سینتائیس آیتیں ہیں۔

۲ قول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ
یہ ہے سورہ ق مکہ میں اتری مگر ولقد خلقنا السموات آخریت تک مدینہ
میں نازل ہوئی اور اسکے بعد سورہ بلد اتری الخ
قوله والقينا فيها دوائسے اور اسکے اندر بہاری بوجھل پہاڑ پلاد
سورہ ق رکوع - ۱۔

۱ قول اگرچہ پلانا بمعنی ملحق و ملصق و شدة التزاج یعنی بہت ہی ملنا و
ملنا و گھسنا و گھسانا و داخل کرنا جیسے سونا پلانا نارنگہ پلانا وغیرہ اطلاق
ہوتا ہے لیکن تاہم پہاڑ پلانا ایک غیر مانوس و غیر مشہور محاورہ ہے اسلئے
اسکا واضح یہ ترجمہ ہے اور ڈالے جمنے او سپر پہاڑ یا مطابق روزمرہ کے

چلانے والے اور پھر ناس جاے دونوں خاص محاورے عموماً عام فہم
 نہیں ہیں لہذا ان صورتوں کے پیرایہ میں اگر ترجمہ کیا جاتا تو ضرور
 عموماً عام فہم ہوتا ورنہ ۵

کس نے کھولا کب کھلا کیونکہ کھلا	ہے دروالبستہ قفل بے کلید
---------------------------------	--------------------------

قولہ اخذین ما اتاہم دہم خدا دے اور بندہ لے ۵ ترجمہ لفظوں
 سے کس قدر الگ ہو گیا ہے مگر اردو کا ٹھنیٹھ محاورہ اختیار کر لیا گیا ہے
 اور لفظی یہ ہے کہ جو کچھ ان کو ان کے پروردگار نے دیا ہے اسکو لپک
 لپک کر لے رہے ہوں گے۔

نزلوا بمکہ فی قبائل ہاشم	ونزلت بالبیداء ابعده منزل
--------------------------	---------------------------

کیونکہ لفظاً تو یہ الگ ہی ہے باقی معنائو اس حیثیت سے بھی یہ
 الگ ہے کیونکہ یہ جملہ اکثر بلا و مصیبت و تحالیف و شدت کے وقت
 بولا جاتا ہے کہ خدا دے اور بندہ لے یعنی اس میں کیا اختیار ہے جو کچھ
 اوسکے طرف سے پہونچتا ہے اوسکو برداشت کرنا پڑتا ہے مرضی مولا
 برہمہ اولیٰ اور یہ مقام مصیبت کا نہیں ہے بلکہ ارباب جنت کا حال

یا جھٹ پٹ غل پڑ گئے۔

قوله سورة الذاریات نزلت بمكة ثم الغاشية وهم ستون آية
سورة ذاریات مکہ میں اتری اور اسکی سا شے تھیں ہیں۔

اقول اسمین ثم الغاشية کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اے
بعد سورہ غاشیہ نازل ہوئی

قوله قتل الخواصون ان انگل کے تئک چلانے والوں کا ناس جانے
سورہ والذاریات رکوع۔ ۱

اقول اس ترجمہ کو اسی زمانہ محاورہ میں کو سننے کے پیرایہ میں اگر ڈپٹی صاحب
کو لکھنا منظور تھا تو اگر یوں تحریر فرماتے کہ لپاٹیوں کا ستیاناس ہو جا
تو اسمین مختصر و ملخص و لفظ سے چسپان و بامحاورہ بھی ہوتا ورنہ لفظ
سے ملا ہوا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ جھوٹے مرین۔ اور امام دازی
تفسیر کبیر میں کہتے ہیں معناه لعن الخواصون دعاء علیہم بمکروہ
مؤکد ناشاء و الحمد لله صاحب اسکا خلاصہ یہ تحریر فرماتے ہیں لعنت
کر رہے شد دروغگو یاران انتہی پس بنا علیہ اسکا بامحاورہ ترجمہ ہے
جھوٹوں پر لعنت۔ الحاصل ڈپٹی صاحب کے ترجمہ میں انگل کے تئک

قوله لنزل علیہم حجارة من طین مسومة عند ربك للمسرفین
 فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین کہ اون پر کھنگرون کا پتھر اور برساتیں
 کہ یہ کھنگر تمہارے پروردگار کے یہاں اون لوگوں کے لئے نامزد ہو چکی
 ہیں جو (حد فطرت سے) بڑھ گئے ہیں غرض انجام یہ ہوا کہ اس بستی میں
 جتنے ایمان والے لوگ تھے انکو تو ہم نے (چپکے سے) کال دیا سوہ والذین
 رکوع ۲۔

۲ قول اس ترجمہ میں چند اختلال ہیں۔
 ۱ اولاً کھنگر عام فہم نہیں دوسرے کھنگرون کا پتھر اور برساتنا خلل
 محاورہ ہے تیسرے فطرت جبکہ ایک امر غیر مغیر وغیرہ تبدیل ہے تو اوہ اسکا
 حد سے بڑھنا چہ معنی دارد چوں تھے چپکے سے نکال دینا کس لفظ کا ترجمہ
 ہے اور چپکے نکالنے کی علت کیا ہے۔

قوله اذ ارسلنا علیہم الريح العقیم جب ہم نے اپنی ایک منحوس آندھی
 چلائی اس جگہ مراد ہے ایسی آندھی جس سے سوائے بربادی کی اور کچھ
 حاصل نہ تھا ہم نے اختصار کے لئے منحوس ترجمہ کیا ہے سوہ والذین رکوع
 ۱ قول اس مختصر کے بدلے اگر آپ یہ شہ حوار ترجمہ کرتے کہ ہم نے اپنی ایسی

ہے پس یہ محاورہ اس میں نہیں کہہ سکتا لہذا ڈپٹی صاحب کے ٹینٹہ محاورے سے اونکا لفظی ہی ترجمہ واضح و اچھا ہے ۶ معشوق من بہت ان کہ بنزدیک
قوله وفي اموالهم حق للسائل والمحروم اور ان کے مالوں میں حصہ تھا اسکا جو (موندھ پھوڑ کر مانگے) اور جو صورت سوال ہو سورہ والذاریہ رکوع ۱۔

۲ قول چونکہ موندھ پھوڑ کر مانگنا اور صورت سوال دونوں خاص محاورے ہیں اسلئے عموماً عام فہم نہیں لہذا اگر اسکا ترجمہ یہ ہوتا کہ اونکے مالوں میں حق ہے بیکیہ منگوان اور لاچاروں کا تو ضرور واضح اور عام فہم ہوتا۔

ہمارا اونکا صدق و کذب آپ کے ہونگے	قسم اونکی سر محفل نہ ہم دینگے نہ وہ دنگی
-----------------------------------	--

۲ **قوله** ايها المرسلون امي فرستادگان بارگاہ خداوندی سورہ والذاریہ رکوع ۲۔

۱ قول باوجودیکہ ڈپٹی صاحب اپنے محاورات کے ایسے عاشق ہیں کہ کہیں کسی طرح اوسکو فروگزاشت نہیں کرتے لیکن یہاں معمولی محاورہ پھوڑ کر ایسی فارسی چھانٹ دیئے کہ بیچارے عوام اردو خوان گھبرا کر یہ کہہ اڑے۔ ۶ این چہ شورست کہ دردور قمری بنیم۔

اور اسکے بعد سورہ ص او تری الخ

قولہ صیحا صرنا زنائے کی آندھی سورہ قمر رکوع - ۱ -

۱ قول ڈپٹی صاحب زنائے کی آندھی لکھتے ہیں لیکن اور حضرات دہلی
سنائے کی آندھی کہتے ہیں چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب
بھی سنائے کی آندھی لکھتے ہیں مگر سنائے اور زنائے کے بدلے اگر تیز
و تند یا سخت و زور کی آندھی لکھی جاتی تو عبارت ایسی عام فہم ہو جاتی
کہ ہر اطراف کے لوگ بلا تردد سمجھ لیتے۔

قولہ ایجا زغل منقعر اکثرے ہوئے کھجورون کے ہوتے
درخت کا وہ حصہ جو شاخون سے نیچے ہوتا ہے اس کو فارسی میں
تنہ کہتے ہیں اور ہمارے ہاں بوتہ سورہ قمر رکوع - ۲ -

۲ قول عموما ہر اطراف ہندوستان میں اسکو جڑ کہتے ہیں اور دہلی میں
بھی یہی بولتے ہیں چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بھی جڑ ہی
تحریر فرماتے ہیں پس معلوم نہیں ڈپٹی صاحب ہمارے ہاں سے کس منصب
و گائون کا محاورہ لکھتے ہیں۔

قولہ کذاب اشتر جمبوٹھا لپاٹیا اور ڈنگلیا سورہ قمر رکوع - ۲ -

آنذھی بھیجی جس میں کچھ خیر و فائدہ نہ تھا تو بہت ہی صاف و واضح ہوتا
اور نحس مزعوم عوام کے اصلیت جو آپ کے ترجمہ سے مترشح ہوتی ہے

نہ ثابت ہوتی والا البعۃ تدل علی البعیر

فولہ سورۃ الطور نزلت بملکۃ ثور المملک ^{میگنی سے اونٹ کا پتہ چلتا ہے} وھی تسع واربعون آیۃ

سورہ طور مکہ میں اتری اور اسکی انچاس آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثور المملک کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے بعد
سورہ ملک نازل ہوئی۔

سورۃ النجم نزلت بملکۃ ثور عبس وھی اثنتان وستون آیۃ

سورہ نجم مکہ میں اتری اور اسکی باسٹھ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثور عبس کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے

بعد سورہ عبس نازل ہوئی۔

سورۃ القمر نزلت بملکۃ الاقوالہ سیہزم الجمع الایۃ ثور وھی

خمس وخمسون آیۃ سورہ قمر کے میں اتری اور اسکی پچیس آیتیں ہیں

اقول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اوسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا

ترجمہ یہ ہے سیہزم الجمع آخر آیت تک کسوا سورہ قمر مکہ میں نازل ہوئی

پیش کرنا کہ جسکے توضیح کے لئے توحشی کی زحمت اوٹھانی پڑے ناحق اپنی
کمیر کڑوی کرنی ہے و بس۔

قوله سورة الرحمن نزلت بمكة الا و يسالہ من في السموات والارض
الاية فبالمدنية او كلها مدينة او مستبضة نور الدھر وھی ثمان
وسبعون اية سورة رحمن کے مین اتری اور سکی اٹھ ہتر آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
ترجمہ یہ ہے سورہ رحمن مکہ میں نازل ہوئی مگر و يسالہ من في السموات
آخر آیت تک مدینہ میں اتری یا یہ پوری سورہ مدنی ہے یا بعض مدنی
ہے اور بعض مکی ہے اور اسکے بعد سورہ دھر نازل ہوئی الخ

قوله خلق الانسان من صلاصلا کا الفخار اسی نے انسان کے جد
امجد آدم کو پٹیری کے طرح کی بجٹی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے سورہ رحمن کو
اقول پٹیری کا لفظ عام فہم نہیں اسلئے اسکا عام فہم یہ ترجمہ تھا کہ بنایا
آدمی کو ٹھیکری کے مانند کھنکھاتی مٹی سے چنانچہ مولانا شاہ
عبدالمقادر و مولانا شاہ رفیع الدین دہنون بہائیوں نے
انہیں لفظوں کو اختیار کیا ہے۔ اور جد امجد کا لفظ قرآن میں نہیں ہے

۲۔ اقول ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ لپاٹیا کے ساتھ جموٹھا لکھنا مکڑ ہے
 قولہ فکانوا کھشیم المحتظر تو باروا لے کے روندے ہوئی باروا کی طرح
 پایاں ہو کر رہ گئے سورہ قمر رکوع - ۲۔

۱۔ اقول گوڈ پٹی صاحب کے حاشیہ سے نفس مطلب قرآن معلوم ہو جاتا ہے
 لیکن ترجمہ کسی کام کا نہیں ہے کیونکہ اول تو باروا کو ہر جگہ کے لوگ نہیں جانتے
 اور دوسرے یہ لفظ بھی غلط لکھا گیا ہے مولوی احمد الدین بلگرامی
 نفاس اللغات میں لکھتے ہیں ونیز باروا مجھے اچھے بردور زراعت و سردیوار
 باغات ازخار و خاشہ بندہ برای عدم دخول مردم و حیوانات موزیہ انتہی
 قولہ والساعة ادهی و امر اور قیامت بڑی آفت اور تیر ہی کھیر ہے
 ف تیر ہی کھیر اردو کا ایک محاورہ ہے جس سے مراد ہے سخت اہل عرب
 اپنے محاورہ میں اسکو تلخ سے تعبیر کرتے ہیں جو امر کا لفظی ترجمہ ہے سورہ
 قمر رکوع - ۳۔

۱۔ اقول اسکا ترجمہ اور قیامت بڑی ہی سخت اور کڑوی ہے۔ ایسا
 صاف ترجمہ ہے کہ جس سے قرآن شریف کے مطلب سمجھنے میں کوئی اشکال
 و دقت عارض نہیں ہوتی پھر خواہ مخواہ اسکے لئے اردو کا ایک ایسا محاورہ

نے آسمان کی دو حالت بیان فرمائی ہے اول اس کے رنگ کی۔ اور دوسرے
 اس کے ضعف و کمزوری کی۔ رنگ میں تو یہ فرمایا کہ جب وہ پھیکا تو اس کا
 رنگ گلابی سرخ چمڑے کے مانند ہو جائیگا چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے
 ان الدھان هو الادم الاحمر اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
 ہن چون بشکاف آسمان پس شود مثل گل سرخ مانند ادم سرخ اور مولانا
 رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں پس جبوقت کہ پھٹ جائے آسمان
 پس ہو جائے سرخ مانند تیری کے اور اس کے کمزوری کو لفظ دھان سے
 بیان فرمایا چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ان التشبيه بالدهن تیس فی اللہ
 بل فی الذوبان یعنی تیل سے جو اسکی تشبیہ دی گئی ہے تو رنگ میں نہیں کہ
 ذرا گرمی سے گل کر گر پڑنے میں تشبیہ دی گئی ہے۔ پس اس مقام پر پڑتی ہو
 کو لازم تھا کہ ترجمہ ایسے انداز سے کرتے کہ اسکی دونوں صفتیں علیحدہ علیحدہ
 ممیز ہوتیں اور ترجمہ مطلب خیر ہوتا مثلاً یون لکھتے کہ جب آسمان پھیکا
 تو سرخ گلابی نری کی مانند لال اور تیل کے مانند ٹپک پڑنے والا ہوگا۔
 چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے فکانہ قال حرکتها تكون وردة واحدة
 كالدهان المصبوبة صباً اور چونکہ یہ مقام حاشیہ کا محتاج تھا اسلئے

اور ڈپٹی صاحب نے اسکو خط و حدانی میں محدود بھی نہیں کیا تاکہ تفسیر یا حاشیہ سمجھا جائے پس ۶ زہے وہ معنی قرآن کہے جو تو وواعظ -

قولہ شواظ من نار و نحاس آگ کی کچی پکی لوف کچی ترجمہ ہے نحاس کا یعنی دھوان اور پکی شواظ کا یعنی لپٹ سورہ حٰجّٰن رکوع ۲

۲ قول جبکہ دھوان اور لپٹ یا شعلہ سے مطلب صاف طور پر سب کے سمجھ میں آجاتا تھا تو پھر کچی پکی ایجاد کی کیا ضرورت تھی یہ تو وہی مثل صادق آئی کہ خشکہ باگندہ بروزہ اگر چہ گندہ ولیکن ایجاد بندہ

گرمی بھی کلام میں لیکن نہ اسقدر | کی جس سے بات اسنے شکایت ضروری

قولہ فاذا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان پھر جب آسمان پھٹے اور تیل کی طرح اسکی رنگت لال ہو جائے سورہ حٰجّٰن رکوع ۲

۲ قول اولاً مطلق تیل نہیں بلکہ زیتون کا تیل یا اوسکا تلچھٹ چاہے چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے وہو عکر الزیت اور مولانا عبد القادر صاحب نے بھی تلچھٹ ہی لکھا ہے -

ثانیاً اسکی مشابہت تیل کے ساتھ رنگ میں نہیں ہے بلکہ ٹپک پڑنے میں ہے اور سرخی کا بیان لفظ وردة سے کیا گیا ہے - الحاصل اسنے

من الاولین الایة وحرست وتسعون آية سورة واقعه کے میں آتی
اور اسکی چھیانوئی آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر خطبے اور سکتا ترجمہ نہیں ہیں پس پورا
ترجمہ یہ ہے افیہذا الحدیث آخر آیت تک اور ثلثہ من الاولین آخر
آیت تک کے سوا سورہ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی الخ

قوله واصحاب المشمة ما اصعب المشمة سوبائین ہاتھ والون کا کیا ہے
براہدڑا ہے سورہ واقعہ رکوع ۱۔

اقول ہدڑا نہایت ہی کریمہ و مکروہ و بااہمہ عموماً غیر مفہوم بھی ہے
اگر اسی پر ایہ میں آپ کو ترجمہ لکھنا تھا تو اگر یوں لکھتے کہ بائین والون کا
کیا ہے برا حال ہے یا کیا سی بری گت ہے تو بیشک عموماً عام فہم نہ ہو تا لیکن

ہر غزل کی اپنی ہی تیری زین سنگلاخ	ہم کو بجاتی ہی نہیں ہے ای طرف سیدھی
-----------------------------------	-------------------------------------

قوله فشادبون شرب الہیم اور پیاسی ہو گاتو (دنگڈ کا کر) پیاسے

اونٹ کا سا پیاسا سورہ واقعہ رکوع ۲

اقول اولاً دنگڈ کا نے کا لفظ یہاں پر محض زاید و بالکل غیر مفید ہے

ثانیاً ہیم کے معنی مطلق پیاسے اونٹ کے نہیں ہے بلکہ ہیم اور اونٹ

اگر ترجمہ صاف نہ ہو سکتا تھا تو حاشیہ و فائدہ میں اس کے توضیح و تشریح ضرور
 تھی تاکہ عموماً لوگوں کے سمجھ میں آجائے لیکن ڈپٹی صاحب نے نہ تو ترجمہ
 ہی صحیح و صاف لکھا ہے اور نہ حاشیہ ہی لکھ کر اس کو واضح فرمایا پس یہ
 نہایت غیر مفہوم و بالکل غیر مفید ترجمہ ہے۔

۵

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہنگو کوئی خم تیری سینے میں بہت کام رفو کا نکلا
 قولہ فیوخذ بالنواصی الاقدام پھر ان کے پٹھے اور پاؤں پکڑی
 جائیگے۔ سورہ رحمن رکوع ۲۔

۲ قول نواصی جمع ہے ناصیہ کا اور اس کا ترجمہ جیسے ڈپٹی صاحب نے
 یہاں پٹھا لکھا ہے ویسی ہی سورہ اقرار کے ترجمہ میں بھی پٹھا ہی تحریر
 فرمایا ہے لیکن ناصیہ کے معنی پٹھا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی ہے پیشانی
 یا پیشانی کا بال غیاث اللغات میں لکھا ہے۔ نوہی جمع ناصیہ بمعنی
 موہی پیشانی است اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب ماتھے کا بال
 اور مولانا رفیع الدین صاحب نے بھی پیشانی کا بال لکھا ہے۔ پس

غلط نویسی ہے اور نکیسین طبع سہی

نہ بیان

تک کے

لگے

کرنے

اب

کلام

غلط

قولہ سورۃ الواقعة نزلت بمکہ لا افہذا الحدیث الہیہ وقلہ

قسم کھاتے ہیں ف ۳ نجوم سے تو جہنہ شہاب مراد لے اور لفظ مواقع سے
انکا ٹوٹنا اور بعض مفسرین نے نجوم سے عام ستارے مراد لئے ہیں اور
مواقع سے انکے مقامات یا رستے یا ان کے طلوع و غروب کی جگہ سورہ

واقعہ رکوع - ۳

۲ قول یہ سب تو آپ نے مراد لیا لیکن ایک ضروری مراد جسکو عام مفسرین
و کا فہم تحقیقین نے لکھا ہے اور باعتبار سیاق و سباق کے الفاظ قرآن سے

وہ بہت ہی چسپان بھی ہے اسکو آپ نے خدا جانے کس مصلحت و خیال
سے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے

ہیں ایک معنی یہ ہے کہ آیتیں او ترنی کی پیغمبروں کے دل میں اور امام
رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں و اما مواقع نجوم القرآن فہی قلوب عبادہ
اور لیکن مواقع نجوم القرآن میں اس کے بندے اور

وملائکتہ و رسلہ و صالح المؤمنین او معانہا و احکامہا التي وردت
فرشتوں اور انکے رسولوں اور نیک مومنوں کے دل میں یا وہ معانہ یا احکام ہیں جو ان کو
فیہا اُنہی اور تفسیر ابو السعود میں لکھا ہے و رسل الخوم نجوم القرآن
اور یہ بھی ہے کہ مراد نجوم سے نجوم القرآن

و مواقعہا اوقات نزولہا اور تفسیر کشاف میں ہے و قبل مواقع الخوم
اور مواقع اوکے اوقات نزول اوکے ہیں اور کہ گیا ہے کہ مواقع نجوم

اوقات وقوع نجوم القرآن ای اوقات نزولہا۔

اوقات وقوع نجوم القرآن یعنی اوقات نزول اوکے ہیں
اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال ابن عباس ادا نجوم القرآن فانہ کاب
ابن عباس نے کہا کہ اس سے نجوم القرآن مراد ہے

کو کہتے ہیں کہ جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس میں پیاس کے سبب سے وہ
دیوانہ ہو۔ یا ہو چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں اصلہ ہوم و
ہذا من ہام بیہم کاذہ من العطش یبیم والہیام ذلک الداء الذی
یجعلہ کالہام من العطش۔ اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے
ہیں پس خواہندہ راشامید مانند اشامیدن شتران مستقی اور مستقی کے
معنی غیات اللغات میں لکھا ہے صاحب مرض استقا چون در بعض
اقسام استقا تشنگی بسیار باشد لہذا صاحبش را مستقی گویند پس چنانچہ
کے سرسری ترجمہ میں یہ قوت و زور کا جو مضمون متن میں ہے کچھ بھی نہیں
پایا جاتا اور مضامین گرم کو نرم کر دینا یا نرم کو گرم کر دینا یا تو مترجم کی نالیقتی
ہے یا بددیانتی و کلاہما کما تری۔

قولہ غن قدرنا بینکم الموت ہم ہی نے تم کو گون میں موت کا قرار دیا
کر دیا ہے سورہ واقعہ رکوع - ۲

اقول اسکا و انخ یہ ترجمہ ہے۔ ہم ہی نے تم کو گون میں موت کا وقت
مقرر کر دیا ہے۔

قولہ فلا قسم بمواقع النجوم سو ہم (شہاب) ستاروں کے ٹوٹنے کی

اور معتقد المنتقدین ہے مگر ان الصفات لیست بعین الذات بمعنی

ان مفہومہا غیر مفہومہا ولا غیرہا مفصلاً عنہا لقيامہا بہا

اور نہ غیر اسکا اور نہ جدا ہے کیونکہ وہ اویسے ساتھ قائم ہے اور اس سے جدا نہیں

وعدم انفکاکہا لا یتوجہ احدیت تغلر القدماء اذ لا مغایرة

تو حدیث تغلر قدما کے متوجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حقیقت میں اسکے اور ذات

فی الحقیقة بنہا وبن الذات ولا ین بعضہا بعضاً انتہی۔

کے درمیان میں کوئی تغلر نہ ہو سکتی ہے اور باوجود باقی اس میں مغایرت نہیں ہے

اور حل المعانی فی شرح العقاید یعنی عقائد جلالی میں ہے اعلم ان الفلاسفة

ذہبوا الى ان الصفات عين ذاته تعالى ومرجع كل امهم اذ احقق

کئے ہیں کہ صفات عین ذات اللہ تعالیٰ ہے اور ان کے کلام کا مرجع جب تحقیق ہو

الى نفى الصفات وترتب ثمرات الصفات على الذات وهذه المعتزلة

تو طعن نفی صفات کے ہے اور ترتیب ثمرات کا ذات پر ہے اور معتزلہ اس طرف سے ہیں

الى انها غير ما كذا ذكره ابن جهم عما جبه والمشهور عن المعتزلة

کہ وہ غیر ذات ہے ایسا ہی ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے اور مشہور معتزلہ سے یہ ہے کہ یہ

انهم موافقون للفلاسفة ومذهب اهل السنة والجماعة

انہم موافقون للفلاسفہ ومذہب اہل السنۃ والجماعۃ

فلاسفہ کے موافق ہیں اور اہلسنت والجماعہ کا یہ مذہب ہے کہ صفات عین ذات نہیں

ان الصفات لیست عين الذات ومختدة معها مفهوماً ومصدراً

اور مفہوم و مصداق میں اس کے ساتھ متحد ہیں

ضرورية ثبوت التأثيرين الصفة والموصوف وليست غير الذات

واعتبار ثبوت تفاير درمیان صفت اور موصوف کے اور غیر ذات ہی نہیں ہے

انتہی پس معلوم نہیں کہ ڈیڑھی صاحب اہلسنت کے اقوال محققہ کو چھوڑ کر

فلاسفہ و معتزلہ کے اقوال مخدوشہ سے اپنے ترجمہ قرآن کی تحشی کیوں

کرتے ہیں العجب کل العجب خاقانی

ہدایت نرا لہن امور و قول فلسفہ کہ طوطی کان زہد آید بخوید کس نہ زہر زشت

نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفرقا نجومًا انتہی۔
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متفرق بار بارہ نازل ہوا ہے
اور تفسیر روح البیان میں ہے وقیل النجوم نجوم القرآن ومواقعها اوقات
اور کہا گیا ہے کہ نجوم سے نجوم القرآن اور مواقع سے
نزولہا والیہ ذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
اوقات نزول اوس کے مراد ہیں اور ایک طرف ابن عباس آگئے ہیں
قوله خدا کے جنہی صفات ہیں سب عین ذات ہیں حاشیہ آیت وانہ
لنقسم لو تغلمون عظیم سورہ واقعہ رکوع ۳۔

اقول یہ فلاسفہ اور معتزلہ کا مذہب ہے سنت جماعت کے نزدیک صفات
بار تعالیٰ نہ عین ذات ہے اور نہ غیر ذات شرح عقاید نسفی میں لکھا ہے وہی
لاہو ولا غیرہ یعنی ان صفات اللہ تعالیٰ لیست عین الذات ولا غیر الذات
نہ وہ ہے اور نہ غیر اوس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات
اور تہذیب الکلام میں ہے الصفة لا عین ولا غیر اور قصیدہ رباعی
اور اسکے شرح میں لکھا ہے صفات اللہ لیست عین ذات ولا غیرہ
صفات اللہ تعالیٰ کے عین ذات نہیں اور نہ سوا اوس کے کوئی غیر معلوم چیز
سواہ ذات انفصال + اطلاق الناطق صفات اللہ فشمئذ صفات الذات
ہے ناطقہ صفات اللہ کو مطلق بیان کیا پس اس میں صفات ذات اور صفات افعال شامل ہیں پس
و صفات الافعال بھی لیست عین الذات ولا غیرہا کہا ہوا مذہب
یہ نہ عین ذات ہے اور نہ غیر ذات جیسا کہ غریب الہست کا ہے اور حکا کا یہ مذہب ہے کہ صفات
آہل السنۃ ومذہب الحكماء ان الصفات عین الذات و
عین ذات ہیں اور معتزلہ
مذہب المعتزلۃ انہا غیرہا کذا ذکرہ ابن جماعۃ والمشہور المعتزل
سے نفی صفات کے بالکل یہ مشہور ہے چنانچہ انہوں نے خیال کیا ہے کہ صفات اوس کے
نفی الصفات بالکل یہاں رعمو ان صفاتہ عین ذاتہ انتہی۔
عین ذات اوس کی ہے۔

وہ اثنان وعشرون آیت سورہ مجادلہ مدینہ میں اتری اور اسکی باتیں
آیتیں ہیں۔

۱ قول اس میں جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
یہ ترجمہ ہے اول کے دس آیتوں کے سوا سورہ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی
اور اس کے بعد سورہ حجرات نازل ہوئی۔

قوله ويجسبون انهم على شئ اور سمجھتے ہیں کہ خوب کر رہے ہیں
۲ اس جگہ ترجمہ میں ہم نے بالکل محاورہ اختیار کر لیا ہے۔ ہم یوں
ترجمہ کر نیکو تھے۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ صواب پر ہیں۔ مگر سوائے ایک
لفظ پر کے پھر بھی لفظوں سے الگ رہتے سورہ مجادلہ رکوع۔ ۱۔

۱ قول یہ ترجمہ و محاورہ آپ نے محض اپنے زعم و خیال کے مطابق بنا کر
تفسیر القرآن برائے اختیار کیا ہے ورنہ آپ کا یہ ترجمہ و محاورہ بجائے خود
صحیح اور نہ وہ جسکو آپ لکھنے کو تھے درست ہے بلکہ اگر اسکا ترجمہ فقط
ملا ہو کرتے تو یہ لکھتے کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں چنانچہ مولانا عبد
صاحب نے یہ لکھا ہے اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے
وہی پندارند کہ ایشان بر چیز ہستند اور اگر محض محاورہ کے موافق

قوله سورة الحديد نزلت بالمدينة وقيل بمكة **تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم** وحی شمع وعشرون آية سورة حديد مدینے میں اتری اور اسکی انتیس آیتیں ہیں۔

اقول اس میں جنہی عبارت پر خط ہے اوسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ یہ ہے سورة حديد مدینہ میں اتری اور بعض نے کہا کہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکے بعد سورة محمد صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئی۔

قوله متاع الغرور دھوکے کی ٹٹی ہے فادھوکے کی جنس ترجمہ کرنا تھا مگر محاورہ کے لحاظ سے ہم نے دھوکے کی ٹٹی ترجمہ کر دیا ہے سورة حديد۔ رکوع۔ ۳۔

اقول جبکہ متاع کا ترجمہ جنس باعتبار لفظ کے چسپان اور باعتبار مفہوم و معنی کے واضح تھا اور اس سے قرآن شریف کا مطلب عموماً سب کے سمجھ میں بلا تردد آجاتا تھا تو محض اپنے محاورہ کے لئے اس دھوکے کے ٹٹی کی کیا ضرورت تھی

ہے مجھ کو تجھ سے تذکرہ غیر کا کلمہ ہر چند برسبیل شکایت ہی کیوں نہ ہو

قوله سورة المجادلة نزلت بالمدينة سورة العشر الاول ثم المجارات

ہیں جاگینگے پیٹھے دیکر۔

قوله لا یقاتلوا نکم جمیعاً الا فی قری مصنعة او من وراء جدر یہ
سب ملکر بھی تھے نہیں لڑ سکتے مگر بان محفوظ بستیوں میں یا دیوار کے
آڑ میں فـ محفوظ بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جنکے گرد اگر فاصل
یا خندق ہو اور اسکے حفاظت کا ایسا سامان کیا گیا ہو کہ اگر کوئی دشمن
آئے تو اسکو ہٹا سکیں سورہ حشر رکوع ۲۔

۲ قول جس مطلب کو آپ نے اس اہتمام کے ترجمہ و حاشیہ سے ادا کیا اسکو
مولانا رفیع الدین صاحب قلعہ والی بستیوں اور مولانا عبد القادر
صاحب بستیوں کے کوٹ سے ادا کر دیا یہ ہی ترجمہ کی خوبی اور محاورہ کی
خوش پہلوی لکن ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۵

منہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب	مشق یاروں نے بہت روز غزل بیان
---------------------------------	-------------------------------

قوله سورة المتحنہ نزلت بالمدينة ثوالنساء وھو ثالث عشر

سورہ متحنہ مدینے میں اتری اور سکی تیرہ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثوالنساء کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکے بعد

سورہ نسا نازل ہوئی۔

لکھتے تو یہ تحریر فرماتے کہ ہم بھی کچھ ہیں لیکن آپ نے تو کچھ کوکل کر ڈالا اور
پھر سمجھتے ہیں کہ خوب وٹھیک کیا فمّا هذا الامتاع الغرور۔

قوله سورة الحشر نزلت بالمدينة ثم النصر وهي اربع وعشرون آية

سورہ حشر مدینہ میں اتری اور سکی چوبیس آیتیں ہیں

۲ قول اسمین جتنی عبارت پر خط ہے اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
یہ ترجمہ ہے سورہ حشر مدینہ میں اتری اور اسکے بعد سورہ نصر نازل ہوئی

قوله لیولن الدبار دم دبا کر بھاگتے نظر آئیگے ف لفظی معنی تو یہ
ہیں کہ پیٹھیہ پھیر دیگے مگر ہم نے محاورہ اردو کا لحاظ کیا ہے سورہ حشر کو

۲ قول اولایہ عرض ہے کہ جہاں لفظی ہی ترجمہ سے نفس مطلب سمجھ میں
آجائے وہاں خواہ مخواہ اردو کا محاورہ بھڑانا کیا ضرور۔

ثانیاً جیسے دم دبا کر بھاگنا اردو کا محاورہ ہے ویسی ہی پیٹھیہ پھیرنا اور
پیٹھیہ دکھلانا بھی اردو کا محاورہ ہے اور نفس مطلب فہمی میں دونوں برابر

ہیں لیکن اسمین کچھ بہ نہیں کہ پیٹھیہ پھیرنا لفظی قربت و اتصال کے سوا
شاید وہ تہذیب بھی ہے پس بلحاظ تہذیب الاخلاق پیٹھیہ پھیرنا بھی

مناسب تھا نہ کہ دم دبا کر بھاگنا۔ چنانچہ مولانا عبد القادر صاحب لکھتے

ہی کے فکر میں رہتے ہیں اور نفس مطلب قرآنی چاہے خاص سے عام یا عام سے خاص ہو جائے اسکی کچھ بہ پروا نہیں کرتے چنانچہ یہاں بھی آپ اس آیت شریفہ کو ایک محاورہ عرب قرار دیتے ہیں اور پھر اسکو اپنے اردو ہی کے نہیں بلکہ خاص عورتوں کے محاورہ میں نازل کر کے جان بوجھ کر ایک صوت خاص کھڑی کر دینے کی کوشش فرماتے ہیں حالانکہ آیت شریفہ کا جو ترجمہ حوا مطلب: اوسکو جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اپنے فائدہ میں یوں افادہ فرماتے ہیں بطوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں یہ کہ کسی پر جموٹھا دعویٰ کریں جموٹھی گواہی دین یا کسی معاملہ میں جموٹھی قسم کھاویں اپنی عقل سے بنا کر اور ایک منی یہ کہ بیجا جناسی اور سے لگاویں کسی اور کو ملین جنائز لیبیوں اور باپ پر لگاویں حدیث میں فرمایا جو عورت بیٹا لگاوے اسیکا کسیکو او سپر بہشت کی بوجرام ہے انتہی۔

اور امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں مَا الْفَائِدَةُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى بَيْنَ يَدَيْهِمْ
اور اس کے قول ایہ ہیں وارطین میں کیا فائدہ اور اسکی
وارجلہن وما وجہ نقول من قال المرأة اذا التفتت ولدا فانما
کیا وجہ ہے کہ ہم جسے کہہ عورت نے جب پڑے ہوئے بچہ کو اٹھایا تو اوسکو اپنے ہاتھ سے
التفتت بیدھا و مشیت الى اخذه برجلها فاذا اضافته الى رجليها
اٹھایا اور اس کے لیٹنے کے لئے اپنے پاؤں سے چلے پھر جب اسکی نسبت اپنے شوہر کے طرف کیا تو ایسا
فقد انت بيهتان تفترية بين يديها ورجلها وقيل يفترية
بیہتان لائے جو اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہے اور کہنایا ہے کہ اس کے سامنے ہے

قوله ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا ۱۰ ای ہمارے پروردگار ہمارے
کافروں کے زور و ظلم کا تختہ مشق نہ بنانا۔ لفظی معنی تو یہ ہے۔ ہمارے کافروں کے
آزمائش کا محل نہ بنا کہ کافر ہم پر ظلم کریں اور وہ اس کے سزا پائیں۔ مگر چونکہ اس کے
اچھی طرح مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا اس لئے ہم نے محاورے کے لحاظ سے لازم
معنی اختیار کر لئے ہیں۔ سورہ ممتحنہ رکوع ۱۔

۲ قول باعتبار آپ کے محاورہ کے اس لفظی ہی ترجمہ سے مطلب بہت اچھی طرح
سمجھ میں آتا تھا پس اگر آپ اپنا تختہ مشق نہ کالتو تو بہت اچھا ہوتا لیکن
شعر اپنی ہوا باندھتے ہیں۔

قوله ولا یاتینہن فی فترتینہ بین یدیمہن وأرجلہن اور
نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان کھڑا کرے۔ ف یہ عرب کا ایک
محاورہ معلوم ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں انکھون دیکھتے جس کا مطلب ہے جان
بوجھ کر یا جیسے بد دعائیں کہتے ہیں کہ تیرے دیروں اور گھٹنوں کے آگے
آئے تو مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر کوئی بہتان کھڑا کریں اور اون کے
ہاتھ پاؤں دیکھ رہے ہوں کہ جھوٹہ بنا رہے ہیں۔ سورہ ممتحنہ رکوع ۲
۲ قول ڈپٹی صاحب محاوروں کے ایسے شیفٹہ ہیں کہ ہر جگہ اپنے محاوروں

قوله فاسعوا الى ذكر الله تو ياد آہی (یعنی نماز) کے طرف، لپکو

سورہ جمعہ - رکوع - ۲ -

اقول قرآن میں ذکر اللہ مطلق ہے پس بحسب منطوق قرآنی اسکا ترجمہ
یاد آہی کافی تھا اور مفسرین کے دائرہ تحقیق میں اگر جوڑ ڈی صاحب نے بین القوسین
(یعنی نماز) لکھا ہے تو اکثر مفسرون کے نزدیک اس سے خطبہ مراد ہے اسی
مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کہا خطبے
کو ایسے وقت جاوے کہ خطبہ سنے - اور امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں
الذکر هو الخطبة عند الاكثر من اهل التفسير وقبل هو الصلاة
ذکر ہے اکثر مفسرون کے نزدیک خطبہ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے نماز
پس بقاعدہ اختیار و تفسیر مفسرین ڈی صاحب کو چاہتا تھا کہ بین القوسین
پہلے خطبہ لکھتے تب نماز تحریر فرماتے یا نماز و خطبہ دونوں لکھتے ورنہ قول
مرجوع ہی کو ذکر کرنا اور قول راجح سے اعراض بحث کرنا ترجیح بلا مرجع بلکہ
ترجیح مرجع ہے کمالہ بخفی۔

قوله وذروا البيع اور بیچا کھو چنا چھوڑ دو سورہ جمعہ رکوع - ۲ -

اقول کھو چناے معنی اگر بیچنا ہے تو یہ لغت غریب ہے -

دنیا سے ہر مالی کچھ بول چال تیری	سن شوخ بنیہ طیر کے کہتے ہیں سب بانڈن
----------------------------------	--------------------------------------

علم انفسہن حیث یقلبن هذا ولیدنا ولس كذلك او الولد ولد الزنا
 کہ اپنے ہی جان پر حضورؐ باندھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا لڑکا ہے اور واقعی طاہر
 وقیل الاولاد اوضعتہ امہ سقط بین یدہا وحلبہا اور مولانا محمد
 اویس لڑکا نہیں ہوتا بلکہ حرامی ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ لڑکے کو بیباں دیکھ کر کہتی ہیں تو وہ تو لڑکا ہے اور یہ لڑکا ہے
 فتی جنہون نے کامی لغات قرآن و احادیث و محاورات عرب کی محققانہ

شرح لکھی ہے مجمع البحار میں فرماتے ہیں۔ بین یدہا و احلبہا
 ہاتھوں اور سر پہنچانے یعنی ہر طرف سے چومنا
 ۲۱ من جمیع المہات لان الافعال تنسب الی الجوارح او کفی بہا
 کی نسبت اعضا کے طرف سے جاتی ہے یا اس سے حرامی لڑکا کنیز بیان کیا گیا ہے کیونکہ فرج اسکا اس کے دونوں پروں
 عن ولد یحمل من غیر زوجہ لان فرجہا بین الرجلین وبطنہا
 کے درمیان اور پیٹ اسکا اس کے دونوں ہاتھوں کے سامنے ہے۔
 بین الیدین انتھی

قوله سورة الصف نزلت بالمدينة او بمكة ثم آتته وهي اربع عشرة
 آية سورة صف مدینہ میں آئی یا مکہ میں اور اسکی چودہ آیتیں ہیں۔
 اقول اس میں ثم آتته کا ترجمہ نہیں ہے جسکے معنی ہے اسکی بعد سورہ
 فتح نازل ہوئی۔

قوله سورة الجمعة نزلت بالمدينة ثم التغابن وهي احد عشرة آية
 سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکے گیارہ آیتیں ہیں۔
 اقول اس میں ثم التغابن کا ترجمہ نہیں ہے جسکی معنی ہے اسکے بعد سورہ
 تغابن نازل ہوئی۔

سورہ منافقون مدینے میں اتری اور اسکی گیارہ آیتیں ہیں۔

۲ اقول اسمین ثمر المجادلہ کا ترجمہ نہیں ہے اسکی معنی ہے اسکے بعد سورہ مجادلہ نازل ہوئی۔

قوله سورة الطلاق نزلت بالمدينة ثمر البينة وهو احد ما وثقتنا
ا وثلت عشرة آية سورة طلاق مدینے میں اتری اور اسکے گیارہ یا بارہ
یا تیرہ آیتیں ہیں۔

۲ اقول اسمین ثمر البينة کا ترجمہ نہیں ہے اور اسکے معنی ہے اسکے
بعد سورہ بینہ نازل ہوئی۔

قوله سورة التحريم نزلت بالمدينة ثمر الجمعة وهو اثنتا عشرة آية
سورہ تحریم مدینے میں اتری اور اسکی بارہ آیتیں ہیں۔

۲ اقول اسمین ثمر الجمعة کا ترجمہ نہیں ہے۔ یعنی اسکے بعد سورہ جمعہ
نازل ہوئی۔

قوله پیغمبر صاحب کے کئی بیبیاں تھیں اور کئی بی بی والے کو جو مشکین
پیش آتی ہیں وہ انکو بھی پیش آتی تھیں انکے خانہ داری کے معاملات
کو دین سے کچھ تعلق نہیں حاشیہ آیت یا ایہا النبی لم تحرم الخ سورہ

اور اگر بطور تابع مہل ہے تو اس مہل کی جگہ اگر مول لینا یا خریدنا لکھ دیا گیا ہوتا تو ایک بڑا مطلب نکل آتا یعنی بیع سے فقط بیچنا ہی مراد نہیں ہے بلکہ بیچنا اور مول لینا دونوں مقصود ہے کیونکہ بیع لغات اضداد میں سے ہے۔ پس بنا علیہ اسکا ترجمہ اگر یوں لکھا جاتا کہ خرید فروخت یا تجارت یا دین لین یا سودا یا بیوہا یا بیوپار وغیرہ وغیرہ چھوڑ دو تو قرآن شریف کا پورا مطلب ادا ہو جاتا چنانچہ تفسیر کبیر و ترجمہ رفیعہ وغیرہ میں اسی خیال سے یہی لکھا گیا ہے لیکن ڈپٹی صاحب تو اپنے محاورہ کے کھپانے فکر میں رہتے ہیں مطلب قرآنی چاہے ادا ہو یا نہ ادا ہو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیچ ہے

شعر کچھ اور شئی ہے یوں تو لوگ	اسکے سے لیتے ہیں ہر زبان میں جو
-------------------------------	---------------------------------

قولہ ملک شام کا ٹانڈا.... ٹانڈے کی سیر حاشیہ آیت و اذا انزلنا تجارۃ سورہ جمعہ رکوع ۲۔

اقول ٹانڈا بمعنی بخارہ و قافلہ عموماً عام فہم نہیں پس اسکی جگہ اگر انہیں دونوں سے کوئی لفظ لکھا گیا ہوتا تو ضرور عموماً عام فہم ہوتا۔

قولہ سورۃ المنافقون نزلت بالمدینۃ ثم الجنادلہ وھی احد عشر آیت

قالوا فاین یحیی من رسول الله صام وقد غفرها ما تقدم من ذنبه وما تأخر
 سم سب کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نکت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوہ کی سب پہلی اور چھٹی گناہیں
 قال احدثهم اما انا فاصلي الليل اذنا وقال لاخروانا اصوم الدهر كما قال لاخرو
 بخشدی ہے یا انہمہ ایک نے اوہین سے کہا کہ میں برابر رات کو نماز پڑھا کروں گا اور دوسری نے کہا کہ
 وانا اعتزل النساء ولا اتزوج اذنا فجاء رسول الله صلعم اليهم ففقال
 میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور تم سے بے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور ابھی یہاں تک کہ
 انتم الذين قلتم كذا وكذا اما والله اني لا خشاكم الله تعالى واتقاكم له
 پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شریف لاکھ اور فرمایا کہ تمہیں لوگوں نے یہ یہ یہ باتیں کی ہے خود
 وانا صوم وافطروا اهلتي وارقدوا تزوج النساء فمن رعب عن شئني
 میں تم سے کہیں بڑھ کر ابھی تم سے ڈرتا ہوں اور تم سے کہیں بڑھ کر شقی و پرہیزگار ہوں لیکن تو بھی میں روزہ
 فلا تبس مني انهي۔

رکتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور سو رہتا ہوں اور شادی کرتا ہوں پر جو میری سنت کو نہ مٹا دے وہ مجھ سے
 ثانیاً بڑے بڑے حکما و فلاسفہ نے قواعد منزلیہ یعنی معاملات خانہ داری

کو عقلی طور پر فقط اسی لئے مدون و مقرب نہیں کیا کہ شریعت محمدی علیہ

صاحبہ الصلوۃ والتیمۃ میں یہ امر بوجہ حسن بیان کیا گیا ہے چنانچہ علامہ

میندی نے ہدایۃ الحکیم کے شرح میں لکھا ہے کہ ان الشریعة المصطفویۃ
 اس لئے کہ شریعت مصطفویہ کا مل طور پر

قد قضت الوطعن اعلیٰ کمال وجہ و آخر تفصیل اور یہی عبارت
 اس کی حاجت روائی کر دی ہے

صدر شیرازی نے بھی لکھی ہے اور عین القضاۃ مدرسی حاشیہ میندی میں

لکھتے ہیں حاصلہ ان الشریعة المصطفویۃ لما قضت حاجتنا فی
 میں اس کا یہ ہے کہ شریعت مصطفویہ نے جب ہمارے امور معاش اور معاشرت اور تداریک خانہ داری کی

معاشنا و معادنا و التداریک المنزلیہ و السیاسات المدینۃ و ما کانہا
 اور ہم لوگ انہیں امور میں محتاج ہوئے ہیں

الحکمة العملية الا باحتنا جانی نلک الامور کلہا فاستغننا فی
 حکمت عملیہ کے محتاج تھیں شریعت محمدیہ کے سبب ہم لوگ اس سے بے پروا ہو گئے اس لئے تصنیف نے

تحریم رکوع - ۱ -

۱ قول یہ ڈپٹی صاحب نے ایسی بات لکھی ہے کہ کبھی کوئی مسلمان ایسی بات
 نہیں کہہ سکتا کیونکہ بالاتفاق مسلمانوں کے نزدیک سنت وہی افعال و اقوال
 ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کیا یا صحابہ رضوان اللہ عنہم
 اجمعین کو اس کے کرنے کو فرمایا ہو۔ علامہ فتنی مجمع البحار میں لکھتے ہیں السنۃ
 فی اصل الطريقة والسیرۃ وفي الشریع یراد بها ما امر به النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم ونهی عنه وندب الیہ قولاً وفعلاً۔ پس ظاہر ہے کہ معاملہ
 خانہ داری کو بذات خود آپ برابر مدام الحیات برتتے رہے اور صحابہ رضی اللہ
 عنہم کو بھی اسکی تعلیم و تاکید فرماتے رہے چنانچہ محدثین نے جو کتاب عن شریۃ النسا
 و کتاب المعاشرة و حقوق الزوجین تالیف کی ہے اور ارباب السیر والہدی
 نے اس بارہ میں کتابیں تالیف فرمائے ہیں اون سب میں زیادہ تر معاملہ
 خانہ داری ہی مندرج ہیں پس اگر انکو دین سے کچھ تعلق ہی نہ تھا تو اس
 تالیف و تدوین کی کیا ضرورت تھی۔ اور مشکوٰۃ شریف میں انس رضی اللہ
 عنہ سے روایت ہے انه قال جاء ثلثة رهط الی بیوت اذ ولج النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم فکلموا کثر من جماعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کے پاس آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کہا کہ تم نے کئی کئی نوکریاں اسکو انہوں نے کم سمجھا اور کہا کہ
 لیسئلون عن عبادۃ النبی علیہ السلام فلما اخبروہا کانہم تقالوہا
 علیہ وسلم عبادت کا حال پوچھنے کو ان کے پیش جب وہ سب اسکی خبر دی گئی تو گویا اسکو انہوں نے کم سمجھا اور کہا کہ

نہیں کرتی دواہ۔ اور خصوصی معنی دو باجن نہیں کہی جاتی۔ مصطلحات
 اردو میں لغت دو باجو۔ مین لکھا ہے۔ وہ عورت کہ بکا شوہر مر گیا ہو اور
 دوسرا شوہر کیا ہو یا مرد جسکی عورت مر گئی ہو اور دوسری عورت کری بنیم

دانہ بی بی کا نہ کھا کوڑی کوڑی چھو کو کا | بھولت جا بیوی تو تو دو باجو کو کا

پس شبیات کا ترجمہ دو باجن لفظ بمعنا کسی طرح صحیح و درست نہیں لگا صحیح
 وہی ترجمہ ہے جو مولانا عبدالقادر صاحب لکھا ہے۔ بیاہیان۔ او
 مولانا رفیع الدین صاحب لکھا ہے خاوند رکھے ہوئی۔ اور صاحب
 غیاث اللغات لکھتے ہیں زنان شوہر دیدہ ضد بکر یعنی زن شوہر دیدہ خوا
 شوہر ش ز ندہ باشد خواہ مردہ انتہی

قوله سورة الملائک نزلت بمكة ثم الحاقه وهي ثلثون آية سورة
 ملک کے میں اتری اور سکی تیس آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم الحاقه کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورة الحاقہ
 نازل ہوئی۔

قوله ان يخسف بكم الارض زمین (کو دلدل بنا کر اس) میں تم کو دبسا کر
 سورة ملک رکوع ۲۔

تحصيل تلك الامور بالشرعية عنها فلذلك اعرض لمصعنها ولم يبينها
اس نے اعراف کیا یعنی اس کو بیان نہ کیا۔

انتہی۔ اور آپ کے سیرید ڈاکٹر ہنٹر کے رسالہ کے جواب میں لکھتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

یا اُن کے صحابہ کا کوئی سرسری فعل بھی ایسا نہیں ہے جس سے معاملات دنیوی میں

کسی نہ کسی مذہبی ہدایت کا استنباط نہیں کیا جاتا انتہی۔

پس ڈپٹی صاحب کا یہ قول عقلاً و نقلاً ہر طرح سے لائق رد و قابل طرد ہے

کمالاً مخفی

قوالہ ایک حد پر پہونچ کر پیغمبر صاحب کو دوسری بیبیوں کی ممانعت

تھی۔ حاشیہ آیت مذکورہ بالا۔

۲ قول ڈپٹی صاحب اگر اس کو مدلل کئے ہوتے تو اسکے کیل کا ٹون کو ہم بھی

دیکھتے والا۔ ۴ دعویٰ بے دلیل قبول خرد ہیں۔

ع۔ ہم معتقد دعویٰ باطل نہیں ہوتے۔

قوالہ ثابت رہا جنین سورہ تحریم۔ رکوع ۱۔

۲ قول شاید ڈپٹی صاحب نے دہا جن او نہیں عورتوں کو لکھا ہے جنکو اید ہر روز

وصوبہ بہار وغیرہ میں دواہ۔ اور۔ دخصمی۔ کہتے ہیں۔ پس اگر یہی ہے تو یہ

اطلاق جہی ہوتا ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرا کر رہی ہے اور جب تک دوسرا

گویا انکس از انسانیت برآمده و در خست حکم خنر پرورد در نخوت و تکبر حکم
فیل گرفته است و نیز قصه اصحاب الفیل دیدہ و شنیدہ بود تعریفی بان قصہ
نیز منظور است کہ ما ہمانیم کہ خراطیم اخیال را می بریم اہل تدقیق نوشتہ اند کہ
بینی ہر جانور بسوی بلندی مائل می باشد مگر بینی فیل و خنر پر کہ بسوی بستی
او نیز ان میشود پس در ذکر لفظ خرطوم اشارت باین است کہ ہمگی بہت بلند و
در بستی ترقی معکوس میکنند و مانند مرغ ہر قدر کمان میشود مقعد او تنگ تر
میگردد و ہر قدر این پست بہت را مال و پسران زیادہ میشوند در خست
و رذالت فردی افتد و این ہم از خواص ار ذال و پوچ است انتہی۔

قوله قرآن میں لفظ حث واقع ہے جس کے لغوی معنی کھیتی کے ہیں تو
یا تو باغ کو کھیتی فرما دیا ہے کہ ان لوگوں کی کھیتی بھی باغات تھی یا باغ کے
اند کھیتی بھی ہوگی حاشیہ آیت انا بلونا ہم کما بلونا اصحاب الجنہ
سورہ القلم رکوع ۱۔

۲ قول بنا علی ہذا اگر واقعی وہ باغ ہی تھا تو فاصحت کا الصریح کہ جو
ترجمہ اپنے لکھا ہے۔ جیسے کوئی سارے پھل توڑ لیگیا ہو۔ صحیح ہے اور
اگر وہ کھیت تھا جیسا کہ قرآن شریف میں لفظ حث یعنی کھیت ہی ہے

۱ قول دل بنائیکی قید محض زاید ہے۔

قوله سورة القلم نزلت بمكة ثم المزل وهي اثنتان وخمسون آية

سورة القلم مین انتری اور کسی باوان آیتین ہیں۔

۲ قول امین ثم المزل کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ مزل

نازل ہوئی

قوله سلسله علی الخطوم اسکے ناکڑے پر داغ لگانے کے ف

خرطوم کے لفظی معنی سوڈ کے ہیں یہاں حقارت کے لئے آدمی کے حق میں استعمال

کیا گیا ہے تو اسکو ناکڑے سے تعبیر کر سکتے ہیں جیسا جمنے ترجمہ میں اختیار

کیا ہے سورہ القلم رکوع ۱۰۔

۱ قول عموماً ہرگز اسکو ناکڑے سے تعبیر نہیں کر سکتے اسلئے آپ نے جو ترجمہ

میں اختیار کیا ہے خوب نہیں کیا ہے کیونکہ الہ آباد کے ایدھر کے لوگ ناکڑہ ناک

کی ایک مشہور بیماری کو کہتے ہیں پس ہر شخص کا ذہن اوسی طرف منتقل ہو گا

آپ کے اس ناکڑے سے مطلب قرآن کبھی مفہوم نہیں ہو سکتا اور پھر خرطوم یعنی

سوڈ کا لفظ جس مطلب وقت کے لئے اختیار کیا گیا ہے وہ ناکڑہ میں نہیں

پایا جاتا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح الغریز میں لکھتے

ہیں در لفظ خرطوم کہ درخت بینی فیل و خنزیر را گویند کمال حقارت اوست

صاحب لکھا ہے۔ و مباحث مانند ان پیغمبر کہ در شکم ما ہی زندانی شد۔ انتہی
قوله سورة الحاقة نزلت بمكة ثم المعالج وھی اثنتان وخمسون آية
 سورة حاقہ کے مین اتری اور اسکی باون آیتیں ہیں۔

اقول اس میں ثم المعالج کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ معالج اتری
قوله ولو تقول علينا بعض الاقاويل اور اگر کوئی بات ہمارے سر
 چسکتا سورہ الحاقہ شروع ۲۔

اقول چسکنے کا لفظ عموماً عام فہم نہیں ہے اس لئے اگر اسکا ترجمہ یون کیا جاتا
 کہ اگر کوئی بات ہمارے سر دھوپتا۔ یا بطور ملخص جملہ یون لکھا جاتا کہ۔ اور اگر
 ہم پر کچھ جھوٹھ باندھتا تو ضرور عموماً عام فہم ہوتا۔ والاع آب شیم ترجمانی ممکن
قوله سورة المعالج نزلت بمكة ثم النبا وھی اربع واربعون آية سورہ
 معالج کے مین اتری اور اسکی چوالیس آیتیں ہیں۔

اقول اس میں ثم النبا کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ نبا نازل ہوئی
قوله سال سائل بعذاب واقع للكافرين ليس له دافع من الله ولا من الله
 تعرج الملائكة والروح اليه في يوم كان مقداره خمسين الف سنة فاصبر
 صبرا جميلا (سبحو) (آسمان کی) سیڑھوں کا مالک (جنگلی راہ) فرشتے

تو مطابق عام محاورہ کے اسکا یہ ترجمہ ہونا چاہیے کہ گویا اون سبہوں نے
اوسکو کاٹ پیٹ ڈالا۔

الحوت
قولہ ولا تکن کصاحب الحوت اور ذوالنون کے طح تہر دے نہ بنو صاحب
اور ذوالنون دونوں کے ایک ہی معنی ہیں مچھلی والا لکن وہ لفظ اچھا نہیں
اور اس سے مچھلی کا بچنے والا بھی سمجھا جاتا ہے حالانکہ ذوالنون حضرت یونس
کا نام پڑ گیا ہے اسلئے کہ اونکو مچھلی نے نگل لیا تھا غاشیہ سورہ القلم کو ع ۲
اقول جیسے مچھلی والا اچھا لفظ نہیں ہے ویسی ہی تہر دلا ہی جو بزدل کا مراد
ہے اچھا نہیں خصوصاً نبی کے بہ نسبت بہت ہی برا ہے پس کیا ضرورت تھا کہ آپ
ایک ایسے لفظ کو جس میں ادنیٰ شائبہ و واسمہ ادنیٰ بے ادبی کا تھا اوسکو تو چھوڑ
اور اوسکی جگہ پر ایسا لفظ اختیار کیجئے جو ہر طرح سے برا وغیرہ مذہب خصوصاً انبیاء
کے طرف اوسکی نسبت نہایت ہی قبیح و شنیع ہے ایسی ہی محل کے لئے یہ مثل ہے
خزرت من المظروف قدرت تحت المیزاب پس مناسب تھا کہ آپ نہ سکو
اختیار کرتے اور نہ اسکو تحریر فرماتے بلکہ قرآن کا حامل مطلب یون ادا کر دیتے
کہ نہ ہو مثل یونس کے اور اگر صاحب الحوت کا لفظی مفہوم ہی ترجمہ میں ظاہر کرنا
چاہیے تو اسکو اوس پیرایہ میں ادا کرتے جس میں مولانا شاہ عبدالعزیز

اور اس سائل کو اپنے اپنے ایک نہایت ہی کریمہ و غلیظ جملہ زنا عاقبت اندیش
جو محد و د معین کیا ہے یہ بڑی ہی بے باکی و خود رائی ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس
سائل کو بعض علماء نے نفیر بن حارث کو اور بعض نے ابو جہل وغیرہ کفرہ کو ٹھہرایا
ہے مگر بڑے بڑے علماء جلیل القدر و اکابر مفسرین نے بدلائل قویہ اس سے
ذات مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیکر آپ ہی کو متعین کیا ہے
چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنکے ترجمہ کے مقابل
میں اپنے یہ ترجمہ شایع کیا ہے وہ حضرت فائدہ مین افادہ فرماتے ہیں یعنی
پیغمبر نے تم پر عذاب مانگنا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جائیگا اور تفسیر مدارک میں لکھا
ہے اوہو النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا یزول العذاب علیہم انتحی۔
یا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ نے عذاب اور تشریح دعا کیا
اور تفسیر کشاف میں ہے قبل ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعجل
کہا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ کافرون کے لئے جلد عذاب
جذاب الکافرین اور ایسے ہی طبعی حاشیہ کشاف میں بھی ہے۔

اور تفسیر ضیاء میں ہے او الرسول علیہ السلام استعجل عذابہم
یا رسول علیہ السلام ہیں کہ کافرون کے لئے جلد عذاب طلب کیا
اور تفسیر فتح البیان میں ہے قبل ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کہا گیا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ نے عذاب
دعا بالعقاب علیہم۔ اور تفسیر ابو السعود میں ہے قبل ہو الرسول علیہ السلام
طلب کیا
والسلام استعجل عذابہم اور تفسیر روح البیان میں ہے وقیل السائل هو رسول
ہیں کہ کافرون کے لئے جلد عذاب طلب کیا
اور کہا گیا ہے کہ کافرون کے لئے

اور جبریل اسکے طرف چڑھتے ہیں اس کے حکم سے قیامت کے دن جسکا انداز
 بچا پس ہزار کا ہوگا کافرون کو عذاب ہوتا ہے اور کوئی اسکو ٹال نہیں سکتا
 (ایک ناعاقبت اندیش) درخواست کرنے والے نے درخواست کی کہ وہ
 عذاب ابھی آنزل ہو تو (ای بیغیر) تم ان لوگوں کے چھیر ٹخانی پر اچھی طرح
 صبا کی (میٹھے) رہو ف ۴ ان آیتوں کے ترجمہ میں بہت تقدیم تاخیر ہے
 اور بعض جگہ ترجمہ اصل کے لفظ سے علیحدہ ہو گیا ہے مگر بے اسکے عبارت
 مطلب خیر نہیں ہوتی تھی سورہ معارج - رکوع - ۱

۲ احوال کو اپنے اس قدر ہاتھ پانوں مارا کہ کہان کی عبارت کھینچ کر
 کہان پر بنایا لیکن تاہم یہ پابندی الفاظ ترجمہ سلب خیر نہوا - ۵

خط میں بہت آدھ چنان چین لکھی	پر بات اک جہی ہوئی اب تک نہیں لکھی
------------------------------	------------------------------------

جیسے مولانا عبدالقادر مولانا رفیع الدین صاحب نے ہر ایک ترجمہ
 کو علیحدہ علیحدہ ربط و تکریم کیا ہے کاش آپ بھی ویسی ہی ترجمہ کئے ہو
 !! و نہین دونوں بزرگوں کے ترجموں سے خلاصہ کر کے مطلب ادا کئے
 ہوئے تو نہ وہ آپ کا ترجمہ مناسب الفاظ با محاورہ مطلب خیر ہوا ہوتا
 لیکن - ع ہے تو ہے سب کچھ میسر کچھ نہیں تو کچھ نہیں -

کو تفسیر بنادربابہ نہیں ترجمہ ہی ہے۔ پس مطابق اسکے ڈپٹی صاحب
 کو جملہ مکرہ و ناعاقبت اندیش اضافہ کرنا لازم نہ تھا کیونکہ منطوق قرآنی میں کوئی
 سائل متعین نہیں ہے اور اگر باعتبار قرآن لفظی اور دلالت سیاق و سباق ہے
 تو وجود باوجود حضرت رسول قبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے کما فی
 علیہ الرازی و الشریفی وغیرہا۔ پس مطابق اس تحقیق کے ڈپٹی صاحب کے
 طرف سے کوئی عذر معقول پیش نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ڈپٹی صاحب کے مقدمہ
 کے کلیہ سے اغماض کر کے یہ کہا جائے کہ چونکہ لفظ دونوں شق کو محتمل ہے
 اور مفسرین نے دونوں شق کو ذکر کیا ہے تو انہیں دونوں شقوں میں سے
 ڈپٹی صاحب نے اگر ایک شق اختیار کر لیا اور مطابق اوسکے ناعاقبت اندیش
 لکھا تو کیا بر کیا۔ تو کہا جائیگا کہ اس تسلیم و تنزل کے حالت میں ڈپٹی صاحب
 پر یہ اعتراض ضرور عاید ہوگا کہ جب آپ نے تفسیری مضمون لکھا تو دونوں
 شقوں کو لکھنا اور دونوں کے توجیہات کو جسٹا کہ رازی و بیضاوی اور
 زرخشیری و نسفی وغیرہ عامہ مفسرین نے بیان کیا ہے بیان کرنا ضرور تھا یہ
 نہیں کہ ایک شق کو نہایت ہی ثقیل و گران جملہ سے مفید کرنا اور دوسرے
 سے اعراض محض و اغماض محبت کر لینا۔ اس پر اگر کوئی صاحب یہ فرماوین

علیہ السلام استعجل بعذابہم و سال ان یاخذہم اللہ اخذاً شدیداً و
 علیہ السلام بہن کہ اونکے لئے جلد عذاب طلب کیا اور سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ اوں کو سخت پکڑے اور
 جعہ سلین کسی یوسف اٹھئی۔

تفسیر یوسف کے خط کے مابعد اپنے خط والے
 اور صفحات الاقران فی مہجات القرآن میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں سال سائل

قال ابن عباس هو النضر بن الحارث المخرجہ ابن ابی حاتم و قبلہ محمد
 ابن عباس بن کبارک یافرن حارث بن اسکان الی عامی نے نکالا ہے اور کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ

و قبلہ ہونو علیہما الصلوٰۃ والسلام حکما الکرمانی اور خطیب شریعی
 علیہ وسلم ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ان دونوں قولوں کو کرمانی نے حکایت کیا ہے

تفسیر میں لکھتے ہیں قبل ہونو ناصر صلی اللہ علیہ وسلم استعجل بعذاب الکافرن
 کہا گیا ہے کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کافروں کے لئے جلد عذاب طلب کیا ہے

ویدل علیہ قولہ تعالیٰ فاصبر صبراً جمیلاً اسی کا استعجل

اور اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ قول کہ صبر کر اچھا صبر دلات کرنا ہے۔ یعنی اونکے لئے جلدی سکھو
 اور امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں قال بعضهم هذا السائل

بعض نے کہا کہ یہ سائل رسول اللہ صلی اللہ
 ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعجل بعذاب الکافرن فبین اللہ

علیہ وسلم ہیں کافروں کے لئے جلد عذاب طلب کیا
 ان هذا العذاب واقع بهم فلا دفع له قالوا والذی یدل علی صحۃ

فرمایا کہ یہ عذاب واقع ہوئے والا ہے اور اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہے کہنا تو کون ہے کہ اس تاویل کے
 هذا التاویل قولہ تعالیٰ فی آخر الایۃ فاصبر صبراً جمیلاً و هذا ایدل

صحت پر ہی خداوند تعالیٰ کا یہ قول آخر آیت میں دلالت کرتا ہے پس صبر کر اچھا صبر کرنا اور یہ دلالت کرتا ہے
 علی ان ذلک السائل هو الذی امرہ بالصبر الجمیل اٹھئی

کہ یہ سائل وہی شخص ہے جسکو خدا نے مجاہد کرنا حکم کیا ہے اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں نہ ویرا
 اور دُپٹی صاحب اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ہمنے اپنے طرف سے جا بجا عبارت

زیادہ کی ہیں اور امتیاز کے لئے انکو خطوط ہلالی میں محصور کر دیا ہے مگر ہمنے

جو عبارت اپنے طرف سے زیادہ کی ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہمنے ترجمہ

جو نفس متن سے مفہوم ہوتا ہے (ان کا ایک مانگنے والے نے) اور حاشیہ میں
جو ان کے نزدیک اقوال مختلفہ میں سے باعتبار قرین لفظی و درایت کے محقق و
چسپان تھا اور سکو بطور فائدہ کے لکھ دیا اب اونپر کوئی اعتراض نہیں لیکن
ہمارے ڈپٹی صاحب تو ہمیں کھل پڑے اور دوسری تاویل کی راہوں کو
اپنے مقدمہ کے کلیہ سے بند کر دی تو ضرور وہ محل اعتراض اور فن صناعت
ترجمہ میں ماخوذ ہونگے۔ اگر جملہ معانظہ نا عاقبت اندیش نہ بڑھائے ہوتے
اور متن کے مطلق لفظ کا مطلق ترجمہ کے ہوتے تو صاف کورے چھوٹ جاتے
یا مقدمہ میں ترجمہ کو ترجمہ ترجمہ ہی ہے سے نہ مقید کئے ہوتے تو بھی کسی
تاویل و تدبیر سے بری ہو سکتے تھے لیکن اس حالت میں تو ہم اس جملہ نا عاقبت
اندیش کو بے باکی اور خود رای کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے آئندہ وللائس
فیما یعشقون مذاہب اب بعض حضرات جو یہ فرماتے ہیں کہ نضر بن الحارث
والی روایت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت بوگون نے روایت کی ہے
مٹی کہ بعض نے اسکو قول مجہور کہا ہے اور نبی و رسول والی روایت کو
مطابق قیل قیل کے بعض ہی نے روایت کیا ہے پس ضرور اسکو اوپر ترجیح
ہونی چاہیے کیونکہ اکثر مجہور کے مقابل میں بعض کا کیا اعتبار ہے تو کہا جائیگا

کہ اس میں کیا مضائقہ ہے جیسے مولانا عبد القادر صاحب نے ایک شق خاص کو اختیار کر لیا اور دوسرے شق کا کچھ بھی ذکر و چرچا نہ کیا و یہی اگر ڈپٹی صاحب نے اس کے شق مقابل کو اختیار کیا تو کیا برا کیا تو اولاً یہ کہا جائیگا کہ ڈپٹی صاحب کے نزدیک جناب مولانا مطلقاً مسلم الثبوت کب ہیں پس ان کا قال آپ کے لئے قابل استدلال کیونکہ یہ ہوگا کیونکہ اگر یہی ہوتا تو یہ ترجمہ یا اس طرح کا ترجمہ ہی کیوں نکلتا۔

ثانیاً یہ کہا جائیگا کہ مولانا نے مضمون تفسیری درج کیا ہے چنانچہ اس کا ترجمہ تفسیر موضع القرآن کے نام سے مشہور بھی ہے اور تفسیر میں اقوال شتیٰ کے لکھنے کا مفسر مجاز ہوتا ہے کیونکہ اس کے اقوال مختلفہ کی تنقیح و تنقیب اور علما کے تحقیق و تشریح سے کر لی جاتی ہے لیکن نفس ترجمہ میں مترجم کو اقوال مختلفہ کے لکھنے کی مجال نہیں کیونکہ مترجم جو قول ترجمہ میں اختیار کر گیا وہی اس متن کا مطلب اصلی و مفہوم واقعی سمجھا جائیگا۔ پس چونکہ جناب مولانا عبد القادر صاحب رحمہ اللہ کا علم و تجربہ ایسا تھا کہ جس کے پاسنگ کو بھی الجھل کے شمس العلماء و قمر الفضل لوگوں کے علوم و مفہوم نہیں پہنچ سکتے اس لئے انہوں نے نہایت ہی حزم و ہوشیاری سے اپنے ترجمہ میں اسی مضمون کو لکھا ہے

کے تفسیر میں لکھا ہے کہ لا ترفعون ایدیہم فی الصلوة پس یہ مناقضت
^{فازمین رفع یدین نہیں کرتے}
 اسکے مجروح و مخدوش ہونیکے بہت ہی بڑی و عمدہ دلیل ہے۔

پس بدون دلیل قوی و استدلال سوئی گو مجبور ہی کا قول ہو مطلقاً مقبول
 نہیں کیونکہ ارباب اصول و علماء فحول کا یہ قول معقول بالتواتر منقول

و بلا تکبر مقبول ہے۔ لاکھن مرتابا ان الامر المنصور ما علیہ الجمهور۔
^{اس شخص و دیگر کہ میں نے پڑھ کر امر منصور یعنی تمھارے کئے کی بات دیکھی ہے}
 ثانیاً علامہ سیوطی نے صفحات الاقرآن فی مبہات القرآن میں جیسے قول

اول کو ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے ویسہی قول ثانی بلکہ قول ثالث یعنی
 حضرت نوح کو بھی علامہ کرمانی سے حکایت کیا ہے کما امر فسقط الزجج
^{جیسا گذر پس ترجیح ساقط اور برابر کی ثابت}

و ثبت بالتساوی

ثالثاً کلمہ قیل محال تقیسات میں ضعف و شذوذ پر دلالت نہیں کرتا بلکہ

اوس سے مساوات ہی مفہوم ہوتی ہے

قیل ان الامم ذو ولد	قیل ان الرسول قد کھنا
کہا گیا کہ خدا کے بچے والے والے	کہا گیا کہ رسول کا بہن ہے

اب ہمارے بعض احباب جو یہ فرماتے ہیں کہ امام رازی نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم والے قول کو تیسرے نمبر میں لکھا ہے پس ضرور ہے کہ پہلے دو نمبر
 نمبروں کے مقابلہ میں یہ قول ثالث ضعیف ہو تو ہم کہتے ہیں کہ محال تعدیل

کہ گواہ کے اکثر و جمہور سب ابن عباسؓ کا نام تو لیتے ہیں لیکن کسی نے اسے
یہ روایت مرفوعہ پیش نہیں کی بخاری اور ترمذی نے تو اپنی کتاب التفسیر میں
اس آیت ہی کو نہیں لیا باقی اور محدثین سے بھی کتب صحاح میں یہ بروایت
مستواترہ مرفوعہ مروی نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ تفسیر عباسی مطبوعہ مروجہ حال
میں تو یہ قول لکھا ہے تو کہا جائیگا کہ یہ تفسیر دو وجہ سے مخدوش ہے
اول اس وجہ سے کہ کثیر فی اصول التفسیر میں لکھا ہے۔ از ابن عباس میں
کہ وی ترجمان القرآن و جہ امت است اکابر صحابہ مثل عمر بن الخطاب و مثال
وی در تفسیر کتاب اللہ بوسے رجوع میگردند اما روایت از وے بطریق
مختلفہ آمدہ اجمود انہا طریق معاویہ بن ابی صالح از علی بن ابی طلحہ از ابن
عباس است بخاری در صحیح خود اعتماد بر ہمین طریق کردہ پس بس و خلیلی
در ارشاد گفته ہذا التفسیر الطوال لقی اسند وھا الی ابن عباس
یہ لمسی ہی تفسیر بن جابر بن عباس رہے طوطی منسوب ہیں یہ سب غیر پسندیدہ
غیر مرضیہ و رواۃ احمال انہی۔

ہیں اور آپ کے راوی سب جاہل ہیں
اور دوسرے اس وجہ سے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ نے تفسیر نعین
فی اثبات رفع الیدین میں ترمذی سے نقل کر کے ابن عباسؓ کو رفع یدین
کرنے والوں میں لکھا ہے اور اس تفسیر عباسی میں فصلو تع خاشعون
اپنے نازون میں عاجزی کرنا

لکھنا شروع کیا تو مولوی یوسف حسن صاحب جعفری چیف مولوی بوڑاقت
 اگر انہیں کلکتہ نے اونکے پاس لکھ بھیجا اور ناعاقبت اندیش کی تحقیق
 و وجہ وجہ اونسے دریافت کی تو ڈپٹی صاحب نے اسکے جواب میں ایک
 کارڈ اونکے نام لکھ بھیجا جسکی نقل ہم اپنے رسالہ کے ناظرین کے ملاحظہ کے
 لئے پیش کرتے ہیں تاکہ صاحبان علم و انصاف ڈپٹی صاحب کے محاورات اور
 اونکے جلے بھنے الفاظ و تہذیب و اخلاق و تاویل وغیرہ سب کا اکٹھا
 تماشا دیکھیں۔

وہو ہڈ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

۸ ستمبر کا کارڈ۔ اگر آپ راست میرے نام بھیجتے تو تین دن سویرے
 ملتا۔ بہر کیف افسوس ہے کہ آپ نے بھی بلا تحقیق کے لغو اور بیہودہ اور غلط
 اعتراض کا اعادہ کر دیا۔ لفظ سائل کا ترجمہ ناعاقبت اندیش پہنچنے والا
 نہیں کیا گیا ناعاقبت اندیش درخواست کرنے والا اور اسے مراد ہے
 کفار میں سے کوئی کافر جو قیامت کا قائل نہ تھا اگلی پہلی عبارت کا پڑھنے
 سے یہ مطلب صاف مفہوم ہوتا ہے افسوس ہے کہ جس نے مسئلہ ذیل

و شمار میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہوتی سب برابر مساویۃ الاقدام ہوا کرتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو تعدید میں اول کو ثانی پر اور ثانی کو ثالث پر اور ثالث کو رابع پر علم جبر الی غیر النہایتہ ترجیح ہوا کرے حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ مراتب اعداد میں من حیث ہوا اعداد سب برابر و مساوی ہیں

قال الله تعالى سيقولون ثلثة راغفهم كلہم ^{اور ان کے} ويقولون خمسة ^{اور ان کے}
 فرمایا اللہ تعالیٰ عنقریب تیسکے تین چوتھا اور ٹکاتا ^{اور ان کے} ^{اور ان کے}
 سادسہم کلہم ^{اور ان کے} ويقولون سبعة وثامنہم کلہم ^{اور ان کے} وقال تعالیٰ نے
 اور تیسکے سات ^{اور ان کے} اور انہوں نے اور ٹکاتا ^{اور ان کے} ^{اور ان کے}
 اور سادسہم ^{اور ان کے} وخمسة ^{اور ان کے} اور انہوں نے اور ٹکاتا ^{اور ان کے}

اور کہنے لگے اہل ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان
ما کیون من بخوی ثلثة الہور ابھم ولا خمسیۃ الہوسلا نام
کوئی تین ہی مشورت ہمیں ہوتی مگر وہ چوتھا اونکا بیڑا بھی اور کوئی پانچ ویں مشور نہیں ہوتا۔ مگر وہ اور چھپا
پس ان دلائل واضح سے امام رازی کے بیون قول برابر ہیں۔ ہاں

اس حیثیت سے کہ قول ثالث کے صحت پر امام صاحب نے قرینہ قرآنیہ
فأصبر کو خاص کر علماء متقدمین سے نقل کر کے مسلم رکھا ہے اس لئے قول
ثالث کو اگر ہم ترجیح دین تو ہمارا قول غیر صحیح نہیں ہو سکتا کما لا یخفى۔

واضح ہو کہ جب ڈپٹی صاحب کے غلطیوں کا اشتہار دیا گیا اور میں نے بموجب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل هذا العلم بكل

خلف عدو له بنفون عبه خريف الغالين وانتحال المبطلين
 هر عادل لوک او مشافير مودت برمنے والون بک خريف کو اور ناحق برمنے والون کے بند شون کے
 و تاويل الجاهلين کے اسکی اصلاح و نصيح کے لئے رفع الغواشي
 اور تاويلون کی نفی کر دینگے

خم کے خم خالی کھسکتی نے لیکن اشکب | ہم کہے جا طلب ساغریہ ساغراورہین

مولوی محمد یوسف حسن صاحب جعفری جنگو آپ نے اگلی پھلی عبارت پڑھنے اور پوری عبارت سنا سنا کر اور دکھا کر لوگوں کو غلطی سے بچانکی ہدایت کی ہے مجھے معلوم نہیں کہ اونہوں نے اسپر عمل کیا یا نہیں لیکن میں تو بار بار اگلی پھلی عبارتوں کو ملا کر پڑھا اور بہت کھوجاٹوٹا لیکن کہیں سائل کا دوسرا ترجمہ اور درخواست کرنے والے کے لئے متن میں کوئی لفظ وجملہ نکلا پرنلا بیچ ہے۔

جا کے پھر آئے اگر کوئی عدم سے توہی | نہ ملا ہے نہ ملیگا کمریار کا کھوج

قوله ان الانسان خلق هلو عا بشیک آدمی بڑا ہی متعجب یا پیدا کیا گیا ہے۔ سورہ معارج رکوع ۱۔

۲ قول جیسے سورہ القلم میں ڈپٹی صاحب نے تہڑ دلا لکھا ہے ویسی ہی بیان متعجب یا اطلاق کیا ہے حالانکہ جیسے وہ غیر مانوس ہے ویسی ہی یہ بھی غیر مانوس کے سوا عموماً غیر مفہوم بھی ہے اسلئے مولانا شاہ عبدالقادر روموٹو شاہ رفیع الدین صاحب نے بے صبر کہے۔ جی کا لفظ لکھا ہے پس بشیک یہ صاف شہ حوا ترجمہ ہے۔

اردو کے سمجھنے کی لیاقت بھی سلب کر لی ہے مین تو ایسے جاہلون کے موہنے
 لگتا نہیں مگر آپ کا فرض اسلامی ہے کہ عوام الناس کو پوری پوری عبارت
 سنا سنا کر اور دکھا دکھا کر ایسی غلط فہمی سے بچائیں۔ والسلام

ملقمسہ

خاکسار نذیر احمد۔ دہلی۔ کھاری باولی۔ ۲۳۔ ستمبر ۱۹۰۰ء

اس کارڈ میں تین دن سویرے اور جاہل و حسد و لغو و بیہودہ وغیرہ جو
 جبے یعنی الفاظ ہیں وہ تو جناب ڈپٹی صاحب کے محاورے و روزمرے
 کے الفاظ ہیں انہیں کلام ہی کیا ہے بجز اسکے کہ

کالیان دیکھے کیا کرتے ہیں وہ قطع کلام	انکے منہ میں یہ زبان ہے کہ ابھی مقرر
---------------------------------------	--------------------------------------

باقی اپنے ترجمہ قرآن کی جو آپ نے تاویل و توجہ یہ کی ہے اوسمیں البتہ بحق
 دعویٰ اسلام یہ تفسار ہے کہ اگر سائل کا ترجمہ نا عاقبت اندیش
 پوچھنے والا نہیں کیا گیا ہے بلکہ نا عاقبت اندیش درخواست کر نیوالا
 ہے۔ تو سائل کا ترجمہ کہاں ہے اور پھر نا عاقبت اندیش درخواست
 کرنے والا کس لفظ و جملہ کا ترجمہ ہے اگر فرمائیے کہ اوسیکا تو ہمون
 آتش در کا سہ اور اگر دوسرے کسی لفظ و جملہ کا ہے تو اوسکو متعین فرماؤ

صاحب وغیرہ نے جو تہان وغیرہ ایک مشہور و معروف لفظ لکھا ہے اور خود آپ بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ میں اسکو چھوڑ کر یہاں پر پالا ایک لغت غریب وغیرہ معمولی لفظ لکھنا خلاف فصاحت کے سوا تسہیل و تفسیر کے بھی خلافت ہے۔ اور پھر پالا کو یہ لکھنا کہ وہ ایک نشان ہے جسکے طرف لڑکے اپنی کھیلوں میں دوڑتے ہیں۔ بیشک اپنے خاص کو عام کرنا ہے۔ کیونکہ پالا فقط کبڈی ہی میں ہوتا ہے نہ کہ ہر کھیل میں۔

قولہ سورۃ نوح نزلت بملکہ ثم ابراہیم وحی ثمان او تسع وعشرون آیتہ سورہ نوح کے میں اوتری اور اسکی ۲۸ یا ۲۹ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثور ابراہیم کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ ابراہیم نازل ہوئی۔

قولہ سورۃ الجن نزلت بملکہ ثم یس وحی ثمان وعشرون آیتہ سورہ جن کے میں اتری اور اسکی اٹھائیس آیتیں ہیں۔

۲ قول ثور یس کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ یس نازل ہوئی

قولہ سورۃ المزمل نزلت بملکہ اولا قولہ ثم ان ربک یعلم الی آخرھا فاما مدینہ ثم املد ثور و تسع عشرة او عشرون آیتہ سورہ مزمل کے

قوله کانهم الى نصب يوسفون گویا کسی پائے کے طرف دوڑ
چلے جا رہے ہیں ۲ پالا ایک نشان ہے جس کے طرف لڑکے اپنے
کھیلوں میں دوڑتے ہیں سورہ معارج رکوع ۲۔

۱ قول یہاں پر ڈوٹی صاحب پہلے تو اپنا آموختہ بھول گئے اور دوسرے
اپنے خاص کو عام کر دے۔

آموختہ یہ کہ سورہ مادہ کے آیت وما ذبح علی النصب کے ترجمہ اور حاشیہ
میں آپ خود یہ لکھ آئے ہیں۔ جو کسی تہان پر چڑھا کر فرج کیا گیا ہو۔ تہان
سے مراد وہ مقامات ہیں جنکو لوگ متبرک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی نذر
و نیاز چڑھاتے ہیں جیسے دیوی یا دیوتاؤں کے تہان یا طاق یا مٹی کا ڈھیر
یا دخت یا قبر یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز۔ پھر باوجود اسکی یہاں نصب
کا ترجمہ پالا کرتے ہیں۔

اور خاص کو عام یہ کہ سورہ یوسف میں آپ نے نستبق کا ترجمہ کبڑی لکھا ہے
ہے اور اسکی شرح جو فارس و کشمیری میں لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ پالا خاص
اوسی خط و لکیر کا نام ہے جو کبڑی کھیلنے والوں لڑکوں کے دو جماعت کے درمیان
میں کہنچی جاتی ہے اور لغت پالامین بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پس لانا فرج الدین

سورہ مدثر کے مین اتری اور اسکی ۵۶ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثوبت کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ تبت نازل ہوئی۔

قوله سورة القيمة نزلت بركة ثم الهمة وهو أربعون آية سورة

قیامت کے مین اتری اور اسکی ۴۰ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم الهمة کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ ہمزہ نازل ہوئی۔

قوله سورة الدهر نزلت بركة او بالمدينة ثم الطلاق وهي

احد وثلاثون آية سورة دہر کے مین اتری یا مدینہ میں اور اسکی اکتیس آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم الطلاق کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ طلاق نازل ہوئی۔

قوله سورة المرسلات نزلت بركة ثم فوج خمس آية

سورہ مرسلات کے مین اتری اور اسکی پچاس آیتیں ہیں

۲ قول اسمین ثورق کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ ثورق نازل ہوئی

میں اتری اور سکی انیس پائیس آئین ہیں۔

اقول اس میں جتنی عبارت پر نشان ہے اور سکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا ترجمہ

یہ ہے سورہ منزل کہ میں اتری مگر قول اوس پروردگار تعالیٰ کا ان ^{ہے}

یعلم آخرایت تک مدینہ میں نازل ہوا اور اسکے بعد سورہ مدثر اتری الخ

قولہ حفظ وقت سے مراد ہے اسکی نگہداشت یعنی تم ٹھیک نہیں جانتے

کہ کتنی رات آئی اور کتنی گئی یہ اون وقتوں کا مذکور ہے جب گھڑی ایجاد

نہیں ہوئی تھی اور رات کے وقت خصوصاً ابرو باد کے دنوں میں اٹھ کرنا

مشکل تھا۔ حاشیہ آیت علم ان لن تخصوہ سورہ منزل رکوع ۲۔

۲ اقول اب بھی مشکل ہے کیونکہ گھڑی اگر چہ ایجاد ہوئی۔ اور کلکتہ

بمبئی میں کہار و گاڑیاں بھی گھڑی باندھے پھرتے ہیں لیکن تاہم

ہر قصبات و دیہات میں سب کو گھڑی کہاں ملتی ہے پس قرآن کا

مضمون علیٰ حالہ قائم ہے یہ نہیں کہ گھڑی کے ایجاد ہونے سے یہ

بدل گیا ہو بلکہ اس مشکل کو پروردگار عالم نے خود فتاب علیکم

فاقر و اما تبیس من القرآن سے دور دفع کر دیا ہے فالمنة لله نعم

قولہ سورۃ المدثر نزلت بملکۃ ثم تبیت وہی ست وخمسون آیۃ

نہیں جتنا کلامین ہے۔ بس ایک ایسے کلمہ کو جو خاص ایک مختص معنی کے لئے موضوع ہے اور اسکو چھوڑ کر دوسرے ایک ایسے کلمہ کو اختیار کرنا جسمین بہت خاص من وجہ مخصوص وہ معنی ضمناً پایا جاتا ہو کیا ضرور ہے پس کلام کے نہایت عمدہ و صاف اور اپنے موضوع کے موافق وہی ترجمہ ہیں جنکو مولانا عبد القادر اور اونے بھائی مولانا رفیع الدین صاحب نے لکھا ہے یوں نہیں۔ اور۔ ہرگز نہیں۔

قوله سورة النازعات نزلت بمكة ثم لا انفطار وهي ست واربعون آية سورة نزعات کے میں اتری اور کئی جھیا لیس آیتیں ہیں۔
 ۲ اقول اس میں ثم لا انفطار کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ انفطار نازل ہوئی۔

قوله رفع سمکھا اسکالینجا خوب اونچا رکھا۔ معماروں کے اصطلاح میں تلینجا چست کے اونچان کو کہتے ہیں۔ سورہ والنازعات رکوع ۲۔
 ۲ اقول۔ اولاً مناسب تھا کہ معماروں کی یا اپنے ہاں کے معماروں کی قید بھی لگا دیتے۔

ثانیاً کیا خود اونچائی یا اونچان یا بلندی اسکے لئے کافی نہ تھی تو تلینجا

قوله سورة النبا نزلت بركة ثلث النازعات وهي ادعون آية

وفيه اركوعان سورة نبا کے میں اتری اور اسکی چالیس آیتیں ہیں

اقول اسمین جن عبارتوں پر خط ہے اور سکا ترجمہ نہیں ہے پس اسکا

پورا یہ ترجمہ ہے سورہ نبا مکہ میں اتری اسکے بعد سورہ نازعات

نازل ہوئی اور اسکی چالیس آیتیں ہیں اور اسمین دو رکوع ہیں۔

قوله کلا جبکا ترجمہ ہم نے خیر کیا ہے دھمکانے کا لفظ ہے اور خیر بھی

کبھی دھمکی کے طور پر بولا جاتا ہے اور یہاں اس دھمکی ہی مراد ہے

حاشیہ سورة النبا۔ رکوع۔ ۱۔

اقول کلا حرف ردع ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کلا لفظ قضت

لر د شئی یعنی زبان عرب میں کلا کا استعمال وہاں پر ہوتا ہے جہاں

مضمون سابق کو رد کرنا منظور ہوتا ہے۔ اور دھمکی کو عربی میں

وعید کہتے ہیں اور خیر کا کلمہ ردع اور وعید کے لئے موضوع نہیں ہے

ہاں اردو میں وہ بھی کبھی جیسا کہ ڈپٹی صاحب بھی لکھتے ہیں بتغیر

و اختیار ہے و او از خاص دھمکی کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے الحال

اور خیر دھمکی کا کلمہ ہوگا بھی تو عموماً و مطلقاً اور اس زور و قوت کے ساتھ

کہ میں قرآن کا ترجمہ منطوق قرآنی ہی سے کروں گا اس لئے سیاق و سباق سیکو
مقتضی ہے کہ اس سبیل سے وہی مقصود ہو جس کو امام رازی نے اپنے تفسیر

میں اقوال مختلفہ میں سے قول اول قرار دیا ہے وہو هذا۔ المراد تشہیل
اور وہ یہ ہے مراد آسانی سے

خروجہ من بطن امہ قالوا انہ کان راس الملوک و فی بطن امہ من
اسیئان کے بیٹ سے نکلتا ہے کہا ہے تو کون نے کہ بچہ کا سر ان کے بیٹ میں اوپر ہوتا ہے اور
فوق ورجلہ من تحت فاذا جاء وقت الخرج انقلب قمن الذی
دونوں ہاتھوں نیچے پھر جب نکلنے کا وقت آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے پس اللہ کے سوا اور کبھی کون الہام
اعطاہ ذلک الا لہام الا للہ واما بولدہ هذا التاویل ان خروجہ
کر سکتا ہے اور اس تاویل کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ بچہ کا اس تنگ سوراخ سے زندہ نکلنا
حیا من ذلک المنفذ الضیق من اعجب العجائب انتہی۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔
وہذا فی التفسیر العزیزۃ۔

اور ایسا ہی ہے تفسیر عزیزۃ میں

قوله سورة التکوید نزلت بمکہ ثم الاعلیٰ وہی تسع وعشرون آیتہ
سورة تکویر مکہ میں اتری اور اسکی انتیس آیتیں ہیں۔

اقول اس میں ثم الاعلیٰ کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ اعلیٰ
نازل ہوئی۔

قوله سورة الانقطار نزلت بمکہ ثم الانشقاق وہی تسع عشر آیتہ
سورة انقطار کے میں اتری اور اسکی انیس آیتیں ہیں۔

اقول اس میں ثم الانشقاق کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکی بعد سورہ

ایک اصطلاح خاص کا مکروہ وغیرہ مانوس لفظ لکھا گیا۔

قوله والاھن بعد ذاك دحجھا اور اسکے علاوہ زمین کو بچھایا سوہ

والنارعات رکوع - ۲۔

۲ قول علاوہ کی جگہ اگر بعد ہی کا لفظ رہنے دیا جاتا تو لفظ سے بہت ہی قریب اور معنی سے بھی بہت ہی چسپان ہوتا چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں وزیرین راجد از آفریدن آسمان ہوا رکرد۔ اور مولانا عبد اور مولانا رفیع الدین دونوں بھائی لکھتے ہیں اور زمین کو چھپے اسکے بچھا دیا۔

قوله سورة عبس نزلت بمكة ثم القدر وهي اثنتان واربعون آية
سورة عبس کے مین اتری اور اسکی بیالیس آیتیں ہیں۔
۲ قول اسمین ثم القدر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ قدر نازل ہوئی۔

قوله ثم السبيل سیرہ پھر نکلی اور بدی کا رستہ اسپر آسان کر دیا
۲ قول گو یہ معنی بھی مطابق تحریر ابو مسلم وغیرہ کے مکاھومذکور
فی التفسیر الکبیر صحیح ہو لیکن چونکہ ڈپٹی صاحب کا یہ قرار دیا ہے

ضروری ہر شاگرد کر نیگی کہ کتاب ہی عام فہم ہے پس ایسے عام لفظ کے رہتے
ہوے ایک ایسی اجنبی لفظ کو جسے ایک قسم کے لوگوں سوا اور لوگ خصوصاً
عورتیں وبچے کچھ بھی نہیں جانتے قرآن ایسی پاک و ضروری کتاب کے
ترجمہ میں اختیار کرنا کیا ضرور تھا اسکے بدلے اگر آپ بھی یا کھاتا لکھے ہوئے
تو باعتبار رحمت کے ضرور عام فہم ہوتا مگر

وہ جھوٹھ سے جو زمین آسمان ملا دینگے	تو پاس جتنے ہیں سب ان میں ان ملا دینگے
-------------------------------------	--

قولہ فلیتنافس لمتنافسون اور پس کرنے والوں کہ چاہیے کہ ایسی کی ہیں
کریں۔ سورہ ویل للمطففین۔

۲ قول اگرچہ پس کا لفظ دہلی وغیرہ میں استعمال ہے لیکن ہندوستان کے
ہر اطراف میں عموماً عام فہم نہیں ہے پس وہی عام فہم ترجمہ کیوں نہ لکھا گیا
جو مولانا رفیع الدین صاحب نے لکھا ہے۔ پس چاہیے کہ رغبت کریں
رغبت کرنے والے۔

قولہ واذا مروا بهم يتغامزون اور جب انکے پاس ہو کر گذرتے
ہیں ان پر سینیں چلاتے ۱۰ سین انکے ہمارے کو کہتے ہیں عربی میں اس کا
مقابل غمزہ ہے سورہ ویل للمطففین۔

انشقاق نازل ہوئی۔

قوله سورة التطفيف نزلت بمكة او بالمدینہ ثم البقرة وهي
ست وثلاثون آية سورة تطفيف کے میں اتری اور اسکی چھتیس آیتیں ہیں
۲ قول اس میں جتنی آیت پر نشان ہے اور اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا
ترجمہ یہ ہے سورة تطفيف مکہ یا مدینہ میں اتری اور اس کے بعد سورة البقرہ
نازل ہوئی۔

قوله كتاب الفجار لفی سبعین بدکار لوگون کے نامہ اعمال قیدیوں
کے جسٹریں درج ہوتے رہتے ہیں فل۔ رجسٹر انگریزی لفظ ہے مگر اس
ملک میں اس کثرت سے شائع ہو گیا ہے کہ ہر ایک شخص جسکو کچھ ہی سے کچھ
بھی تعلق ہے اسکو جانتا اور سمجھتا ہے اور اس لیے ہمنے ترجمہ میں اختیار
کیا ہے۔ سورة ويل للمطففين۔

۱ قول اس لفظ کو اپنے کئی جگہ استعمال کیا ہے پس اولاً میں آپ سے
پوچھتا ہوں کہ جسکو کچھ ہی سے کچھ بھی تعلق نہ ہو وہ اسکو کیا سمجھے گا اور
پھر آپ سے یہ بھی دریافت کرتا ہوں کہ باعتبار کتاب و علمنامہ وغیرہ کے رجسٹر
عام فہم ہے یا کتاب و علمنامہ وغیرہ اگر آپ دیانتہ و انصاف فرمائیں گے تو

۲ قول اسمین ثورالتین کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ واثنتین نازل ہوئی۔

قوله سورة الطارق نزلت بمكة ثور القمر وهي سبع اوثمان عشرة آية سورة طارق کے مین اتری اور سکی سترہ یا اٹھارہ آیتیں ہیں ۲ قول اسمین ثور القمر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ قمر نازل ہوئی۔

قوله سورة الاحقاف نزلت بمكة ثور الليل وهي تسع عشرة آية سورة اعلیٰ کے مین اتری اور سکی انیس آیتیں ہیں۔ ۲ قول اسمین ثور اللیل کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ واللیل نازل ہوئی۔

قوله اور اس سے وحی مین گول مال ہونیکا احتمال تھا۔ حاشیہ آیت انه يعلم الجهر وما يخفى سورة الاحقاف

۲ قول گول مال خاص بنگالی محاورہ ہے پس ڈپٹی صاحب نے جیسے اپنے اس اردو ترجمہ مین پنجابی محارون کو داخل کیا ہے ویسہی بنگالی جملوں کو بھی شامل کر کے ہندوستان کے سرماپون کو ایک کر دیا ہے

۲ قول سین چلانے پر جو اپنے حاشیہ پڑایا ہے اوسی سے ثابت ہو کہ گویہ
لفظ دہلی میں مستعمل ہے لیکن عام فہم ہرگز نہیں بلکہ اسکی مقابل کا عربی لفظ
غمرہ ہے اس سے کہیں زیادہ مشہور و عام فہم ہے۔ میر ۵

مت آنکہہ سین دیکھہ کیوں مار دیا کر | غمرے ہین بلا اسکو سنکار دیا کر

پس سین چلانے کی جگہ اگر آپ غمرہ۔ یا آنکہہ مارنا۔ یا سنکارنا۔ یا شکی
مارنا۔ وغیرہ لکھے ہوتے تو ضرور عموماً عام فہم ہوتا۔ چنانچہ مولانا

رفیع الدین صاحب آنکہہ مارنا ہی لکھا ہے ورنہ الہ آباد کے پورب
اور صوبہ بہار وغیرہ کے لوگ سین کو حرف س کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے
اور کلکتہ کے لوگ اسکے سوا اگر کچھ سمجھتے ہین تو تماشا سمجھتے ہین پس ۵

ای تماشا گاہ عالم روے تو | تو کجا بہر تماشا میروی

قوله سورة الانشقاق نزلت بمكة ثوالروم وهي خمس وعشرون

آية سورة انشقاق کے میں اتری اور اسکی پچیس آیتیں ہین۔

۲ قول سین ثوالروم کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ روم نازل ہوئی

قوله سورة البروج نزلت بمكة ثوالتین وهي اثنتان وعشرون آية

سورہ بروج کے میں اتری اور اسکی پچیس آیتیں ہین

۲ قول اسمین ثم الفجر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ فجر نازل ہوئی۔

قوله سورة الضحیٰ نزلت بملکة وسن التکبیر اخرها و اخر کل سورة نزلت بعدها ثم الاشرار وهي احدى عشرة آية سورة ضحیٰ کے مین اتری اور اسکی گیارہ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین یعنی عبارت پر مبنی خط کھینچ دیا ہے اور اسکا ترجمہ نہیں ہے پس پورا یہ ترجمہ ہے سورہ والضحیٰ کے مین اتری اور اسکی اور اسکے بعد جو سورتیں نازل ہوئیں اون سب کے آخر مین تکبیر یعنی اللہ اکبر بنا سنت ہے اور اسکے بعد سورہ اشرار نازل ہوئی اور اسمین گیارہ آیتیں ہیں قوله سورة الاشرار نزلت بملکة ثم العصر وهي ثمان آیات سورہ اشرار کے مین اتری اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم العصر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ عصر نازل ہوئی قوله الاشرار لك صدر لك (ای پیغمبر) کیا ہے تمہارا حوصلہ فراخ نہیں کیا (یعنی کیا) فم حوصلہ فراخ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تبلیغ راست کوئی آسان کام نہ تھا پیغمبر صاحب اپنا کام ایسے لوگوں مین شروع کیا

ع جو کام ہوا ہے وہ رستم سے نہ ہوگا
قوله سورة الفجر نزلت بمكة او بالمدينة ثور الضحیٰ وہی
 ثلثون آية سورة فجر کے مین اتری یا مدینے مین اور اسکی تیس آیتیں ہیں
 اقول اسمین ثور الضحیٰ کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ وضحیٰ
 نازل ہوئی۔

قوله سورة البلد نزلت بمكة ثور الطارق وہی عشرون آية
 سورہ بلد کے مین اتری اور اسکی بیس آیتیں ہیں۔
 اقول اسمین ثور الطارق کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ طارق
 نازل ہوئی۔

قوله سورة الشمس نزلت بمكة ثور البروج وہی خمس عشرة آية
 سورہ شمس کے مین اتری اور اسکی پندرہ آیتیں ہیں۔
 اقول اسمین ثور البروج کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ البروج
 نازل ہوئی۔

قوله سورة الليل نزلت بمكة ثور الفجر وہی احد عشر آية
 سورہ اللیل کے مین اتری اور اسکی اکیس آیتیں ہیں۔

میں تحریر فرماتے ہیں شرح صدر حسی نمونہ شمع معنوی بود۔
 اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب سرور المخزون میں ارشاد فرماتے
 ہیں و نزدیک حلیمہ شگفتند سینه آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) و پرکردند
 انرا بدنش و ایمان۔

اور جلاء العیون نظم سرور المخزون میں ہے ۵

بود بہ نزدیک حلیمہ کہ تا	سینہ او گشت بحق آشنا
یک دو ملا یک ز سپہر بلند	آمدہ نزدیک شہر ارجمند
صدر شمعش چو قمر کرد شوق	ساختہ مشحون ز انوار حق

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوة میں لکھتے ہیں
 و قضیۃ شوق صدر شریف و غسل قلب و صلی اللہ علیہ وسلم نیز پیش حلیمہ
 واقع شد انتہی۔

اور مولوی سید محمد صدیق حسن خان مرحوم ترجمان القرآن
 میں لکھتے ہیں شرح صدر کیا یعنی جو عملہ کشارہ دریا اتنا بڑا کام اوشٹا کیو
 او ظاہر میں بھی فرشتوں نے حضرت کا سینہ چاک کیا۔

اور قرۃ العیون شرح سرور المخزون عنہ نواب محمد علی خان

جو اس زمانے میں بڑے جاہل اور اکھڑ اور درشت خوا اور جنگجو اور تہذیب
اور شائستگی کے اعتبار سے بڑے پست حالت میں تھے ایسے لوگوں کو
راہ پر لانا گویا سپار سے جوی شیر کا لانا تھا جس نے اسلام کے ابتدائی
تاریخ پڑھی ہوگی وہی ان مشکلات کا کسی قدر اندازہ کر سکتا ہے
جو پیغمبر صاحب کو اسلام کے رواج دینے میں پیش آئیں دہلیان الگ
دیجاتی تھیں یہ پیغمبر صاحب ہی کا حوصلہ تھا کہ اپنے ارادے پر ثابت
قدم رہے اور اپنی زندگی میں تمام جزیرہ عرب کو مسلمان کر لیا اس وقت
میں انہیں باتوں کے طرف اشارہ ہے۔

۲ قول ان باتوں کے سوا اور ایک بات کے طرف بھی اشارہ ہے جسکو
آپ نے بتقلید سرسید شائع خان نجر سمجھ کر چھوڑ دیا ہے وہ یہ
ہے کہ جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فائدہ
میں افادہ فرماتے ہیں حوصلہ کشادہ کیا بڑا کام اوٹھانے کو اور ظاہر میں
بھی فرشتوں نے حضرت کا سینہ چاک کیا دل میں سے سیاہی نکال کر
دھو ڈالا انتہی۔

اور جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتح العزیز

واعلم ان القاضي طعن في هذه الرواية من وجوه
اور جان کر قاضی نے اس روایت میں کئے وجہ سے طعن کیا ہے۔

الحديثان الرواية ان هذه الواقعة انما وقعت في حال
ایک یہ کہ اس واقعہ کے روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کے متعلق ہے

صغره عليه السلام وذلك من المعجزات فلا يجوز ان تتقدم نبوته
اور یہ معجزہ معجزات کے ہے پس اس کو نبوت کے پیش نہ ہونا چاہیے

وثانيها ان تاثير الغسل في ازالة الاحياء والمعاصي ليست بلحسام
اور دوسرے یہ کہ وہ ہوشم کی تاثیر اجسام میں ہوا کرتی ہے اور گناہین اجسام نہیں ہیں

فلا يكون الغسل مبرا اثر
پس نہ ہو نہ ہو گا کوئی اثر نہ ہو گا

وثالثها انه لا يجوز ان يملأ القلب علما بل لله تعالى يخلق فيه
اور تیسرے یہ کہ صحیح نہیں کہ دلوں میں علم بھرا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ علم کو وہ سمیں پیدا کرتا ہے

العلوم۔

والجواب عن الاول ان تقدم المعجزة على زمان البعث هما
اور زبوں کا یہ جواب ہے کہ بعثت کے زمانہ میں پہلے معجزہ کا ہونا لازم کوون کے نزدیک جائز ہے

عندنا وذلك هو المسمى بالارهاص ومثله في حق الرسول
اور اسکو ارہاص کہتے ہیں اور مثل اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت

عليه السلام كثير

واما الثاني والثالث فلا معدان يكون حصول ذلك لادم
اور لیکن دوسرا اور تیسرا تو کوئی بعید نہیں کہ وہ سیاہ خون جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

الذي غسلوه من قلب الرسول عليه السلام علامة للقلب الذي
کے قلب مبارک سے نکال کر دھو کر الہی مقامی کے طرف بھینکے اور طاعت سے رکھے

مسل الى المعاصي وعجم عن الطاعات فازالوه عنه كان في
مسل الی المعاصی و عجم سے طاعتوں سے دور کیا تو یہ طاعات پر جے

علامه تكون صاحبه مواظبا على الطاعات محترزا عن السيئات
علامہ ہونے سے چھنے کی علامت ہو گئی

فكان ذلك كالعلامة للارادة على كون صاحبه معصوما وايضا
پس یہ فرشتوں کے لئے گویا اس بات کی علامت قرار دی گئی کہ یہ حضرت معصوم ہیں

بہادر رئیس ٹونک میں ہے حکمت اس شوق صدر میں یہ تھی کہ حکما اور
اطبا اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شوق ہونا سینہ اور دل
کا سوت ہے کہ زندگی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے سو پروردگار
تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کی اور عقلا لوگ اس میں تاویل کرتے ہیں کہ
مراد اس سے پاک کرنا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس جہان
کے برائیوں سے اور اہل ایمان اسکی تصدیق کرتے ہیں بے تاویل اور
انکار کے اور کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ حکما وغیرہم کہتے ہیں اسباب عادی
ہیں اور خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز محال نہیں انتہی۔

ایسا ہی ہے سیرۃ ابن ہشام اور سیرت احمدی اور مواہب لدنیہ و زقانی
اور تانچ خمیس اور تفسیر درمشور وغیرہ عامہ کتب تفسیر و سیر و تواریخ میں
اور امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں فی شرح الصدر فوقہ ان
شرح صدر میں دو قول ہیں۔

الاول ما روی ان جبریل علیہ السلام اتاہ و شق صدرہ و اخرج
قلبه و غسلہ و انقاہ من المعاصی ثم ملأہ علما و ایمانا و وضعہ
سینہ کو ماک کیا اور دل کو نکالا اور اسکو گناہوں سے صاف کیا پھر اس میں علم اور ایمان بھرا اور
فی صدرہ سے سینہ میں رکھا

والثانی ان المراد من شرح الصدر ما يرجع الى المعرفة والطاعة
اور دوسرا یہ کہ شرح صدر سے مراد وہ امور ہیں جنکا معراج معرفت اور طاعت کے طرف ہے

کہ اسکے بعد بلی وانا علی ذلک من الشاہدین کہے اور اسکے معنی
ہے۔ بان اور میں اسپر گواہ ہوں۔ اور اسکے بعد سورہ قمر نازل ہوئی
اور اسمین آٹھ آیتیں ہیں۔

قولہ سورة العلق نزلت بملکة وصدرا الی ما لم یعلم اول ما
نزل من القرآن ثم القلم وہی تسع عشرة آية سورة علق کے معنی ابوی
اور ما لم یعلم تک قرآن میں سب سے اول نازل ہوئی اور اسکی تفسیر
اقول اسمین ثم القلم کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ قلم آئی
قولہ سورة القدر نزلت بملکة او بالمدینة ثم الشمس وہی خمس آیات
سورہ قدر کے میں اتری یا مدینے میں اور اسکی پانچ آیتیں ہیں۔
اقول اسمین ثم الشمس کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
والشمس نازل ہوئی۔

قولہ سورة البیة نزلت بملکة او بالمدینة ثم الحشر وہی ثمان
آیات سورہ بینہ کے میں اتری یا مدینے میں اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں
اقول اسمین ثم الحشر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
حشر نازل ہوئی۔

فلان اللہ تعالیٰ يفعل ما يشاء وحكم ما يريد انتہی
 اور یہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کو مضبوط کرتا ہے
 پس جبکہ ایسا آیت کبریا مفسرین و علماء محققین اس جلیل القدر و عظیم
 مسلم الثبوت واقعہ کے مثبت ہونے تو ڈیڑھی صاحب ایسوں کی کیا و
 ہے کہ اس کے سامنے ایسے مشہور و ضروری مضمون کو اپنے ترجمہ قرآن سے
 بالکل منہ دے دیا گیا کہ اس کو نسیا نسیا کر جائیں

گس زرد عوی پرواز لب و بندہ | چو جبریل درآید بال جنبانی

اگر زانو است یہ امر صادر ہوا تو خیر کہا جا سکتا تھا کہ انسان
 مرکب من الخطاء والنسیان لیکن غضب تو یہ ہے کہ دیدہ و دانستہ
 دن و رات اس متاع اسلام پر یہ ڈانچا پڑا ہے فی اللہ و فی اللہ

آہی الامان رہو نگہبان اپنی منبر | بلا نازل ہوئی شانہ کا کل و نہی

قولہ سورة التین نزلت بکلمة او بالمدینة و سن القاری ان
 یقول بعد ما بلی و انا علی ذالک من الشاهدین ثم القریش و حتی ان

سورہ تین کے میں اتری یا مدینہ میں اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں۔

انزل اس میں تین عبارت پر میں نے خط کھینچ دیا ہے اسکا ترجمہ نہیں

ہے اور اسکا یہ ترجمہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے لئے سنت ہے

اقول مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فتح العزیزین فرماتے

ہیں۔ مثل پروانہ بای پر گندہ۔ اور مولانا عبدالقادر صاحب کہتے

ہیں جیسے بنگے کا بھرے۔ پس اسکا ترجمہ پر در چوئی کیونکر صحیح ہو سکتا

قوله سورة التكاثر نزلت بمكة ثم الماعون وهي ثمان آيات

سورة التكاثر کے مین اتری اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثم الماعون کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ

ماعون نازل ہوئی۔

قوله سورة العصر نزلت بمكة او بالمدينة ثم العاديات وهي ثلث

آيات سورة عصر کے یاد دینے مین اتری اور اسکی تین آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثم العاديات کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ

عاديات نازل ہوئی۔

قوله سورة الفمزة نزلت بمكة او بالمدينة ثم المرسلات وهي

سبع آيات سورة حمزہ کے یاد دینے مین اتری اور اسکی نو آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثم المرسلات کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ

والمرسلات نازل ہوئی۔

قوله سورة الزلزال نزلت بمكة وقيل بالمدينة ثم الحديد وهي
ثمان آيات سورة زلزال کے میں اتری اور بعض کہتے ہیں مدینے میں
اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم الحديد کا ترجمہ نہیں ہے جبکہ معنی ہے اسکے بعد
سورہ حدید نازل ہوئی۔

قوله سورة العاديات بمكة او بالمدينة فختلف فيها ثم الكوثر
وهي احدى عشرة آية سورة عاديات کے میں اتری یا مدینے میں
اور اسکی ۱۱ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم الكوثر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
کوثر نازل ہوئی۔

قوله سورة القارعة نزلت بمكة ثم القيامة وهي احدى عشرة آية
سورہ قارعہ کے میں اتری اور اسکی گیارہ آیتیں ہیں۔

۲ قول اسمین ثم القيامة کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
قیامت نازل ہوئی۔

قوله كالفراش المبثوث جیسے پروار چوڑیاں ۔

۲ اقول اسمین ثم القارعة کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
قارعة نازل ہوئی۔

قوله سورة الماعون نزلت بمكة وقيل بالمدنية ثم الكافرون
وہی سب سے آیات سورہ ماعون کے مین اتری اور بعض کہتے ہیں مدینہ
مین اور اسکی سات آیتیں ہین۔

۲ اقول اسمین ثم الكافرون کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
کافرون نازل ہوئی۔

قوله سورة الكافرون نزلت بمكة او بالمدنية ثم الفيل
ست آیات۔ سورہ کافرون کے مین اتری یا مدینہ مین اور اسکی چھ
آیتیں ہین۔

۲ اقول اسمین ثم الفيل کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
فیل نازل ہوئی۔

قوله سورة النصر نزلت بالمدنية ثم النور وهي ثلاث آيات
سورہ نصر مدینہ مین اتری اور اسکی تین آیتیں ہین۔

۲ اقول اسمین ثم النور کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ نور

قوله سورة الفيل نزلت بمكة ثم الفلق وهي خمس آيات سورته
کے میں اتری اور اسکی پانچ آیتیں ہیں۔

۲ قول اس میں ثم الفلق کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورۃ فلق
نازل ہوئی۔

قوله فجعلهم كعصف ماكول۔ ان کو کھای ہوئی خویہ کے طرح
تباہ کر دیا۔

۲ قول خویہ فارسی لفظ اردو بلکہ فارسی میں بھی بہت ہی کم مستعمل
ہے اور اسکے معنی کچی زراعت کے ہے چنانچہ حضرت سعدی گشتا
میں لکھتے ہیں

ہر کہ مزروع خود خورد بخوید	وقت خرمش خوشه باید چید
----------------------------	------------------------

پس عصف کا ترجمہ خویہ لفظاً و معنایاً کسی طرح درست نہیں مولانا شب
عبدالقادر صاحب اسکا ترجمہ جس لکھتے ہیں اگر سی لکھا گیا
ہوتا تو ضرور مفید اور عموماً عام فہم بھی ہوتا۔

قوله سورة القدر نزلت بمكة او بالمدینة ثم القاعة وهي اربع
ایات سورۃ قدر کے میں اتری یا مدینے میں اور اسکی چار آیتیں ہیں

ہے کمالہ یحییٰ۔

قوله فحید حاصل من مسد اس کے گردن میں بعنوان سی ہوگی

اقول بعنوان کا لفظ مشہور و فصیح نہیں ہے بعض گنوار بعنوان البتہ کہا کرتے ہیں۔

قوله سورة الاخلاص نزلت بمكة او بالمدينة ثم النجم وهو اربع او خمس آیات۔ سورة اخلاص کے میں اتری اور بعض کہتے ہیں مکہ میں اور اس کی پانچ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثم الناس کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورة ناس نازل ہوئی۔

قوله ومن شرجا سدا اذ الحسد اور ہونسنے والے کے شر سے جب وہ ہونسنے لگے۔

اقول ہونسنے سے حسد ہی کا لفظ زیادہ واضح اور عام فہم ہے۔

قوله سورة الناس نزلت بمكة وقيل بالمدينة ثم الاخلاص

وہمست آیات سورة ناس کے میں اتری اور بعض کہتے ہیں مدینے

میں اور اس کی چھ آیتیں ہیں۔

نازل ہوئی۔

قولہ سورۃ اللہب نزلت بمکۃ ثلث التکویر وہی خمس آیات

سورہ ایک مین اتری اور سکی پانچ آیتیں ہیں۔

اقول اسمین ثلث التکویر کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورۃ تکویر

نازل ہوئی۔

قولہ حمالة الحطب جو لگائی بھجائی کرتے پھرتی ہے۔

اقول حاشیہ میں آپ خود فرماتے ہیں کہ حمالة الحطب کے لفظی معنی

ہیں لکڑیوں کی اوٹھانے والی اور عربی کے محاورہ میں چٹانخور کو بھی

کہتے ہیں اس سے ثابت ہے کہ لکڑی اوٹھانے والی اسکے حقیقی معنی

ہے اور لگائی بھجائی کرنے جو چٹانخور کا حاصل معنی ہے اسکی مجازی

معنی ہے پس حقیقی معنی کے رہتے اور بنتے اور مطابق واقع کے

پانچانے کے بھی نفس ترجمہ میں مجازی ہی معنی کو اختیار کرنا کیونکر جائز

و درست ہوگا اگر آپ کو یہ لکھنا ہی تھا تو پہلی آپ اسیکو لکھے ہوتے

اور حاشیہ میں اس معنی کو بھی ظاہر کر دیتے جیسے اسکے عکس کو آپ نے

اختیار کیا ہے پس اس عکس کا عکس البتہ درست ہے والا ترجمہ معکوس

ثانیا۔ اس ترجمہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان مبارک سے یہ جملہ جو متن قرآن میں نہیں ہے شیطان کے بارہ میں کہلایا گیا ہے کہ وہ خود نظر نہیں آتا۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ اس سے نیچری مذہب کے اس مسئلہ کو کہ شیطان کا وجود خارجی نہیں ہے لہذا وہ ایک قوت مفضی الی البشر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کس قدر زور دیا گیا ہے حالانکہ احادیث متواترہ و روایات متکاثرہ سے وجود خارجی شیطان ملعون بواقعات مختلفہ ثابت و مروی ہے پس باوجود اسکے نفس قرآن کے ترجمہ میں اسکے خلاف مضمون کو ایسے انداز سے لکھنا کہ معاذ اللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان مبارک سے نکلا اور وحی سے صادر ہوا ہے ضروریات کے خلاف کرنا اور نیچری مذہب کی جڑ و ہوا باندھنا ہے اس طرح کہ اس ترجمہ کے وجہ تالیف میں تراجم رفیعہ و قادر فیہ غیر تو محض و شش و بیکار ہی کر دیئے گئے ہیں اور اسمین ابتدا سے انتہا تک یہی ملحوظ نظر رکھنا تھا کہ جہاں تک ہو سکے مضامین و دعاوے نیچریہ بفقہ ای قرآنیہ ثابت کی جائیں پس اب جہاں کسی سے کچھ گفتگو اڑیگی تو نیچری لوگ یہی ترجمہ نکالینگے اور اسمین تو پہلے ہی سے یہ مصالح

اقول اسمین شر الہ خلاص کا ترجمہ نہیں ہے یعنی اسکے بعد سورہ
اخلاص نازل ہوئی۔

قوله قل اعوذ برب الناس ہ الہ الناس ہ من شر الوسواس الخناس

الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس ہ

(ای پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں دعا مانگا کرو کہ (شیطان) جو لوگوں
کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود) نظر نہیں آتا (اور) جنات اور
آدمی (دونوں ہی اس قسم کے) وسوسہ انداز رہتے ہیں) انکے شر سے
میں لوگوں کے پروردگار لوگوں (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود و رب
یعنی خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

اقول اولاً اس سورہ مبارکہ کے ترجمہ میں اس قدر تقدیم و تاخیر

ہے کہ سر کا پیر کر دیا گیا ہے یعنی اعوذ کا ترجمہ من الجنۃ والناس کے

نیچے لکھا گیا ہے پس گوار دو درست نہیں بشیل ہی ہو جائے لیکن

ترجمہ میں اس قدر تقدیم و تاخیر ہرگز درست نہیں خصوصاً جبکہ قرآن

ایسے مبارک متن کے نیچے وہ ترجمہ لکھا ہو تو از بس نازیبا ہے

نہیں آگاہ وہ رنگین ادارت محبت ہے | کرمی سورت گسٹو خط میں رنگینی عبادت

التاسع

وہی کہو گا جو ہو گا بجا سنو سنو | انہیں وہ میں کہ میری التماس بجا ہو

اولاً اس رسالہ میں (شمس العلماء دُرُپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی کے ترجمہ و حاشیہ قرآن کی) ————— چند غلطیاں بطور

نمونہ محض حبیبتہ اللہ اظہار الحق والصواب دکھلائے گئے ہیں۔

کسی کی حمیت و حسد سے اسکو کچھ تعلق نہ لگاؤ نہین ۵

کفرست در طریقہ ماکینہ و دشمن | ایمان ماست سینہ چو آئینہ و دشمن

ثانیاً اس رسالہ میں عبارات مقدمہ ترجمہ۔ دیا چہ ترجمہ جلد صحیح

مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۲ھ و عبارات ترجمہ حائل مطبوعہ

مطبع انصاری دہلی سنہ ۱۳۱۲ھ سے بر نشان نام سورہ و شمار رکوع

منقول ہے پس ان دونوں کے سوا اور نسخوں میں اگر اسکے کچھ خلا

ہو تو ناقل پر اسکا الزام نہین اور چونکہ مترجم صاحب نے حائل ہذا میں

نشان آیات سا قط کر دیا ہے اسلئے ناقل نے بھی اسکو فرگذاشت

سونے میں سہاگہ اور گندہک میں شورہ ملا کر رکھا ہی ہوا ہے پس فوراً
اسکے استعمال سے نیچری مذہب کنڈن کے مانند چکنے لگے گا یا فاسفورس
و ملیہ یا کے مانند بھڑک اٹھے گا اور اسکا مقابل و مزاحم بیچارہ گو یا قرآن
ہی سے مغلوب و معقول ہو کر سبکت و صامت ہو جائیگا پھر آپ بغلین
بجائینگے اور قہقہے اور رائینگے لیکن یاد رہے کہ یہ تدابیر و افکار کچھ
کام نہ آئینگے اور ساری بندشیں اور پیش بندیاں بیکار و محل ہو جائیں
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذات پاک سے یہ امید ہے کہ کسی طرح سے کوئی اس
دین و ملت کو بگاڑے یا قرآن شریف کی تصحیف و تحریف کرے لیکن
مہوجب و انا لہ لحاظون کے وہ برابر اسکی حفاظت و نگہبانی کرے گا
اسلئے ہمیشہ دودہ کا دودہ اور پانی کا پانی ہی ہونا رہے گا ۵

کبھی رتبہ بلند اور نانا ہو جو بہت ہیں | دکھائیں گر بلندی لکھو وہ اپنی عمارت کی

۵

۲۴ ربیع الثانی - روز چار شنبہ ۱۳۱۵ھ
(کھتہ)

تو نعم الوفاق و جلد اتفاق و سہی آپ حضرات بھی اونکو خدمت عالی میں بریل پل کرن اور سب کو
 اگر میری ہی ایرادات یا باتوں کو بذریعہ خط خاص مجھے مطلع کریں میں شکریہ ادا کر کے اپنی ایرادات کو سب کو
 واپس لوٹگا اور اپنی غلطی کا آپ مشتہار و لوگاکو نیکہ معاذ اللہ میں اون
 لوگوں میں نہیں ہوں جنکے شان میں کہا گیا ہے اذ اقبل له اتق الله
 جب اوسکو کہاجاتا ہے کہ خدا سے ڈرو

الخذت العزّة

خاصاً مبادا۔ اگر کوئی صاحب کیسی محبت خاص و کسی خیال مختص
 سے خواہ مخواہ اسکا کچھ جواب ہی لکھیں تو اونکو چاہیئے کہ پورے رسالہ
 کا جواب لکھیں اگر تیرہم خود فقط دو ایک قول کا جواب لکھ کر کسی رسالہ
 یا پرچہ کی ذریعہ سے شائع کرینگے تو وہ جواب نہ سمجھا جائیگا۔ ہاں جو حضرت
 معقول طور پر تہذیب کے ساتھ پورے رسالہ کا متفقانہ جواب لکھینگے
 تو اونکی مقول باتیں بالراس والعین قبول کی جائینگے کیونکہ بھلا اللہ میں اون
 لوگوں میں ہوں جنکے شان میں قرآن پاک میں کہا گیا ہے قل ان کان
 بلرحمان ولد فانا اول العابدین۔ اور اگر ناحق کوئی صاحب ایذا دہر
 کی بالائی باتوں سے کوئی رسالہ ترتیب دیکر یا کسی پرچہ کے دو ایک کالم کو
 رنگ کر پانچ سواروں میں شامل ہونگے تو مصنف کو بھی بموجب جواب

کیا ہے دناہم کما دافوا۔ ہننے اونسے وہی معاملہ کیا ہے جو اونہونج کیا ہے
ثالثاً اس رسالہ میں زیادہ تر اونہین مضامین پر ایرادات وارد
 کئے گئے ہیں جو عقائد و اعمال محققہ اسلام کے ضرور خلاف ہیں۔
 بان کہین کہین کچھ لفظی گفتگو جو اگئی ہے تو۔

۱ اولاً اس حیثیت سے کہ المعنی تند و سرکالا لفاظ
 معنی لفظوں ساتھ کہو ماکتے ہیں۔
 ثانیاً اس لحاظ سے کہ یہ الفاظ مختارہ ترجمہ اوس تسہیل و تیسیر کے خلاف ہیں جو ترجمہ قرآن
 میں مطلوب اور ترجمہ صاحب اوسکے مدعی ہیں اور پھر اوسکے لئے دوسری الفاظ سہل و آسان
 عام فہم موجود بھی ہیں۔

سرکالا ہر ذی علم کے خدمات عالیات میں عرض ہے کہ آپ حضرات شد
 ذرا تکلیف گوارا کر کے ان ایرادات کو جو اس رسالہ میں پیش کئے گئے ہیں
 اصل متن قرآن و ترجمہ ہذا سے ملا کر ملاحظہ کریں اور لفظاً و معناً اگر یہ ایرادات
 بجائے خود درست و صحیح ہوں تو جیسے ہم مترجم ذیشان کے خدمت
 عالی میں اپیل کرتے ہیں کہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی ترمیم و تصحیح کرا کے
 اور مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا شاہ رفیع الدین صاحب
 کی تجویزات و ترمیمیں بطور ملح لکھی گئی ہے اوسکو حذف کرا کے چھپواوا

تقریب مولانا بقیہ السلف و محبت الخلف زید المحدثین و
نخبۃ المفسرین محمد علی اکرم صاحب آروزی

ابقاء اللہ بافضالہ القوی - قاضی - خضر پور - کلکتہ
الحمد لله على نواله - والصلاة والسلام على رسول محمد وآله

اما بعد

واضح ہو کہ جب ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد صاحب کامیرے مطالعہ سے گذرنا تو اسکی بہت سی
باتیں خلاف تفسیر مفسرین بلکہ خلاف دین تین معلوم ہوئیں مگر انکی تحریر ایسے ڈھنگ سے کی گئی
ہوئی ہے کہ غور و تامل سے نہ پڑھنے والے لوگ اسکی ٹرک کو نہ سمجھ سکیں بلکہ تلقی بالقبول کر کے
پڑھنے پڑھانے لگے مجھے اس سے یہ خوف ہوا کہ شدہ شدہ کچھ دن کے بعد لوگ اسکی غلطیوں سے بالکل
ناواقف ہو جائیں گے اور بے کھنگے اسی پر عمل درآمد کرنے لگیں گے پس خیال تھا کہ اسکی تصحیح کیا
اور اسکی غلطیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت کو دکھائی جائے تاکہ لوگ اس پر متبہ
و اطمینان نہ کریں بلکہ اس ترجمہ کو خلاف جانکر ترک کریں اتفاقاً ایک روز عزیزم مولوی حافظ حکیم
ابو محمد عبد اللہ سلمہ اللہ سے اسکا تذکرہ آیات و انہون نے بھی کہا کہ واقعی اسکی تصحیح
ضرور ہے چنانچہ میری تحریریں و انعامات سے مولوی صاحب اسکی تصحیح پر آمادہ ہوئے اور باوجود
اشغال درس و تدریس و طبابت وغیرہ تھوڑی سی مدت میں مجھ سے بعض غرض اصلاح دین و نصحا

ترکی تہرکی اوسکی خبر گیری و خدمتگذاری میں کوئی اغماض نہ ہوگا۔ فان
عدتم عدنا ع من آیم بجان گرتو آئی بہ تن ۵

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم || ایک اندھی بہن خاک اوڑانے کو
سابعاً جن حضرات کے پاس یہ رسالہ پہنچے ان سے یہ درخواست ہے کہ مصلحت
کے بعد بطور ریویو یا ریکارڈ یا اوپنن و رای و تصحیح و تقریط کے گو
وہ مصنف کے خلاف ہی کیوں نہ ہو مصنف کے پاس ضرور ارسال کرین مصنف
بہر حال اولکا شکریہ ادا کر گیا۔ اور ابتداءً رسالہ سے چہہ مہینہ تاک کے درمیان
میں جو تحریریں آئیں گی وہ بطور رسالہ ہو ہو چھاپ کر شائع کر دی جائیں گی۔

السلام
مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ عَفِيَ عَنْهُ
أَبُو مُحَمَّدٍ

عربک پروفیسر مدرسہ ٹیبا برج کلکتہ - ۱۵ رمضان ۱۳۱۸ھ ہجری

مقیمی ہوہ اسٹیشن کلکتہ محلہ ٹڈیل باغ نمبر ۵۹

ڈیڑھ صاحب کے خدمت شکر یہ کا تار روانہ کیا اور اسی کا درس شروع کیا اور اپنی تحریر
 و تصانیف میں اسی سے عبارات نقل کرنے لگے مگر جو حضرات کہ علوم عربیہ خصوصاً کتابت
 تفسیر یہ سے کچھ بھی واقف تھے وہ دیکھتے ہی کہہ پڑے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے
 ترجمہ کے رشتے ہوئے کسی ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے اور اس لئے ترجمہ میں لفظی و معنوی
 بہت سی غلطیاں ہیں منجملہ ان کے ہمارے مکرم و معظم مولانا حافظ حکیم ابو محمد عبداللہ
 سلمہ اللہ ہیں کہ انہوں نے بڑے زور سے اسکے غلط و سچا ورہ ہونیکا دعویٰ کیا اگرچہ ہندو
 معمولی حالت کے موافق ان کے اس دعویٰ کو بہت روز تک لوگ ادعا محض و اعتراض بیجا ہی
 سمجھتے رہے لیکن تاہم ہمارے مولانا نے اس سے اپنا تیور و خیال نہ بدلا بلکہ مستقل رکھا ایک
 مستقل رسالہ اس بارہ میں ترتیب دیکر چھپوا دیا آج میں اس رسالہ کے تقریظ لکھنے کے
 فکر میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ کہ زن گزٹ نمبر ۳۰ جلد ۳ مطبوعہ ۲۲ ستمبر بروز دوشنبہ
 ۱۹۰۱ء مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ہجری نبوی صلعم نازل ہوا۔ اس میں میرزا حمید دہلوی
 ادبیر گزٹ مذکور کی ایک تحریر نے گزری اسکو پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بیشک ہمارے
 مولانا نابرسحق اور اس ترجمہ کو مطلقاً حق سمجھنے والے ناحق پرہیز اور اسکی تصحیح میں ہونا
 کا رسالہ رفع الغواشی عن وجوه الترجمة والحواشی بہت ہی مفید
 و ضروری رسالہ ہے اہل قرآن کو بیشک اسکی بہت ضرورت تھی اسلئے مولانا کا یہ کام ایسا

احاطہ المسلمین و تصحیح ترجمہ قرآن مبین کوشش مبلغ فرما کر اس خیر سنگین غلطیوں کی تصحیح
 کر دی کیونکہ اگر اس ترجمہ کی پوری تصحیح ملاحظہ کی جاتی تو یہ ترجمہ بالکل ہی بیکار ہو جاتا دینی
 صاحب پر یہ لطف کیا گیا کہ انکی تھوڑی سی غلطیاں دکھائی گئیں کیونکہ انسان خطا سے
 معصوم نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ انکی خطاؤں کو معاف کرے اور انکو انہی غلطیوں پر سزا نہ دے
 بلکہ متنبہ فرمائے الحمد للہ کہ مولوی ابو محمد عبد اللہ صاحب کی یہ تصحیح بجای خود
 بہت ہی عمدہ و محقق و مفید ہے اللہ پاک اسکو قبول کرے اور انکو جزا خیر دے میرے دل کی
 آرزو برائی اللہ پاک انکی آرزو کو بھی برائے امین بجا دے سیدہ امین صلی اللہ علیہ
 والہ وسلم۔

محمد علی الم آروی تخلص اللہ و اساتذہ و مشائخہ و ابویہ و والدہم
 برحمتہ و غفرانہ و عرفانہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۱۹ ہجری روزِ پنجشنبہ

حامداً و مصلیاً

آما بعد واضح ہو کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہما الرحمتہ کے ترجمہ
 قرآن کے رتبے ہوئے ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے جب اپنا ترجمہ نکالا تو جو لوگ ناول
 و افسانوں سے لگاؤ رکھتے تھے اور علوم عربیہ خصوصاً فن تفسیر اور اسلوب قرآنی سے
 کچھ بھی واقف نہ تھے اس ترجمہ کو دیکھ کر ایسے پھرک اٹھے کہ اسکو بے نظیر سمجھ کر فوراً

سے نہیں کی گئی ہیں کہ ڈپٹی صاحب کو کوئی صدمہ پہنچے بلکہ محض کلامِ الہی کی حرمت کو مد نظر رکھکے یہ غلطیان نکالی گئی ہیں اور میرے خیال میں اگر ڈپٹی صاحب کے دل میں کچھ بھی حسیتِ اسلام اور خدا و رسول کی محبت باقی ہے تو وہ ایک سخت اپنے قرآن مجید کی اشاعت کو بند کر دین اور جب تک ان اغلاط کی تصحیح نہ فرمالیں یا ان نکتہ چینیوں کا تصفیہ نہ کر لیں ہرگز ایک قرآن کا بھی ہدیہ نہ کریں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسی غلطیوں سے مسلمانوں کے عقائد کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے اور یہ ایسا صدمہ ہو گا جس کی تلافی کسی صورت سے بھی ممکن نہیں۔ جس دریدہ دہنی اور بے ادبی سے ہندوستان کے علما کے ستراجِ خدا کے سچے دوست متقی پرہیزگار اور راست باز علما فربندِ دوستان بلکہ عرب و عجم حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہم پر حملہ کیا ہے اُسے دیکھ کے بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں ایسے رکیک اور نامذہب فخر و ن کو جن سے لاکھوں مسلمانوں کا دل دکھتا ہے اپنے دیباچہ قرآنِ محال دین اور وہ فقرے یہ ہیں (حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب علیہ الرحمہ کے ترجمہ کی نسبت یہ ہرزہ گوئی کی جاتی ہے)

ٹھیک اور وقت پر ہوا ہے اور بروقت امت محمدیہ صلعم کی ایسی خیر خواہی کی گئی ہے کہ بابر و شاید خداوند تعالیٰ مولانا کو جزا بخیر دے اور دین و دنیا کے منات و برکات سے متمتع و منتفع فرمائے آمین۔ اب میں چاہتا ہوں کہ میرزا حیرت کی جس عبارت سے مجھے یہ امر محقق ہوا اور اطمینان کامل حاصل ہوا ہے اسکو میں اس تقریظ میں نقل کروں تاکہ میرے مانند اور لوگوں کو بھی واقفیت اور اطمینان ہو جائے کہ علوانیست تنہا بخوڑ

وہو ہذا

قرآن مجید کے جدید ترجمہ کی ضرورت

اسوقت متعدد ترجمے میرے سامنے موجود ہیں جن میں سے صرف چار قابلِ توجہ ہیں باقی ترجموں کو اس لئے قلم انداز کیا جاتا ہے کہ بحیثیت ترجمہ ہونیکے وہ سرتاپا غلط اور مہل ہیں چار ترجمے یہ ہیں۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی شاہ عبدالغفار صاحب شاہ رفیع الدین صاحب اور زمانہ حال کا ترجمہ مولانا ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا سابق الذکر تین ترجموں کے بنات ہو کوئی رائے نہیں دیکھتی اسلئے کہ وہ ترجمے کامل اور مقبول ہیں اور ان میں خفیف سی بھی غلطی کا احتمال محال عقل ہے۔ چونکہ اردو زبان میں ایک تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے اسلئے زبان کے موجودہ محاورات اور روزمرہ کے سمجھنے والوں کو سابق الذکر ترجموں میں دقیقین پڑتی ہیں۔ اسی وقت کو رفع کرنے کے لئے حافظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي امطر علينا ثمرات البلب والفضل والنجود. وانبت لنا فواكه
 الآلاء وسنابل النعماء والثمر المحمود. والصلوة مع السلام على الذي
 ميز اشواك الغي والغواية والجمل من انهار الرشوة والصلاح والنجود
 احمد المجتنبى من المصطفى المختار بالشفاعة والمقام المحمود. وعلى اعداء
 صحبه فروع شجرة الكفر لانه الباسقة وفراقد سماء انعاماته الباقية
 الى اليوم الموعود والشهود. اما بعد فان عادة الله تعالى قد جرت
 وسنة الله قد مضت فسقط دينه وشرع امينه في كل حين
 وزمان. وحل ومكان. من بدء سطوع عين شمس الى الان. ان
 يبعث الحق على عقبى المبطل الزايق ويجعل المصيطر على السارق الايق
 ويميز الخبيث عن الطيب ويقذف الحق على الباطل فيدمغه
 فاذا هوان الحق. فاعلم انه لما كانت الترجمة القرآنية المعزية الى
 المولوى نذير احمد البجنورى ثمار الدهلوى مملوءة بالنطق والتخريف
 والغوى. ومملوءة للاذهان والقلب الصفى حيث زور القول تزويرا
 وضلوا اضل كثيرا. وتاهب لهدم دعائم الدين. وتشر لا يتجبال

لیکن اس کی بے ترتیبی اور اس کے انقباض نے عوام کو وہ فائدہ
 نہ ہونے دیا جس کی مترجم نے توقع کی تھی۔ لوگ اس کو مجبوری پڑھتے
 ہیں اس لیے کہ اس سے بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں مگر خوش نہیں ہوتے
 اور اکثر جگہ سے تو سمجھتے بھی نہیں۔ شوق سے پڑھنا شروع کرتے ہیں اور
 ان کے چہرے دیتے ہیں (قرآن مجید مترجم ڈپٹی صاحب دیباچہ صفحہ ۶)
 یہ شخص کذاب اور افتراء ہے اگر ان علماء کرام کے ترجمے ایسے لغو
 ہوتے تو کروڑہا قرآن مجید ان کے ترجمہ کے ساتھ اشاعت نہ پاتے
 دینی صاحب اپنے ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیں جس میں بھنگڑوں اور ٹکٹوں
 زندہ ہونے کے محاورات بھرے ہوئے ہیں۔ علاوہ ان کی ایک محاورات
 کے آپ نے بعض مقامات پر تو قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ غلط کر کے
 مسلمانوں کے عقائد میں سخت رخنہ اندازنی کی ہے اور افسوس ہے
 کہ آپ اور آپ کے مددگاروں نے بھی ذرا بھی اس پر توجہ نہ کی فقط

الْقَالَ

ابونعیم عبدالعظیم

غفرلہ ربہ الرحیم

قوائم اليقين . فيا ليت شعري كيف تبادل الى هذه الجردة الشنيعة .
فعملوا على وصله واصمى وركب متن العميان وخط خط العشواء
فلله در المصلح المجيب حيث اتى بشئ عجيب لا يدرى كماله العاقل
اللبيب . وافضو بسوط الجواب غاية الافضاح . واشغله وانجره
عن النباح كتابه اى كتاب وجواب اى جواب بحريته قاذف موج
بالدر . وعقد في جيد الدهر يتلا لاء بالغرب . بل جوهر من الجواهر
التي تفوق جواهر النور . ودرر الجور . ولعللى ان ما فيه من اللؤلؤ
المنظوم والدر المنثور . حرمى بان يضر أبشذ وراى الابن زوق لاقد
النور . اشرح النظر في رياضته وامعنت النظر في مقاصده واغراضه
فوجدته كناية احا ويا للباب مشتملا على غرر درارى العباب مخويا
على تحقيقات انيقة كافية لدفع اوهاام الزائغين . وتقريرات
رشيقة شافية لاثبات ما هو الحق المبين . وحجة نيرة واضحة المكنون
واية بيينة تقوم يعقلون كيف لا ومؤلفه كشاف اصداق الفرائد
ومرصفه قطاف انهار الفوائد ذوالخلق الذى ينشر بازها
الارواح من الافواه والفضيلة التى تجرى الى السنة الى محامدة